نفس الرحمٰن
فیما لاحباب اللہ من علو الشان
اولیائے کرام کی خداداد
عظمت و جلالت
مصنف
السید اسمٰعیل بن مہدی بن حامد الغرابلی الحسنی
مترجم
ساجد الہاشمی
اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

نفس الرحمٰن
فیما لاحباب اللہ من علو الشان

اولیائے کرام کی خداداد عظمت و جلالت

تصنیف:
السید اسمٰعیل بن مہدی بن حامد الغربانی الحسنی

ترجمہ:
ساجد الہاشمی

اہل السنۃ پبلی کیشنز دینہ پاکستان انگلینڈ

نام کتاب : اولیاء کرام کی خداداد عظمت وجلالت
مصنف : السید اسماعیل بن مہدی بن حمید الغربانی الحسنی
مترجم : ساجد الہاشمی
کمپوزر : ناصر الہاشمی، ساجد الہاشمی
نظر ثانی : طاہری سعیدی
زیر نگرانی : ایم احسان الحق صدیقی
تعداد : 1000
سال اشاعت : 2003ء
فون : 07780665307
ای میل : sajidulhashemi@yahoo.com.uk
GREY ST.BURNLEY BB10 1PX,UK

واحد تقسیم کار

مکتبہ جمال کرم

9- مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور

فون: 042-7324948-0300-4205906

عکس جمال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نگارشات مترجم

قارئین کرام!

عارف ربانی **سید اسمعیل بن مهدی بن حمید الغربانی الحسنی** کی تالیف لطیف "**نفس الرحمان**" کا ترجمہ بصد ادب و نیاز آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ یہ کتاب مستطاب فاضل شہیر محقق کبیر محسن اہل سنت حضرت **علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ** کی وساطت سے برادر مکرم حضرت **علامہ ریاض احمد طاہر سعیدی صاحب** نے راقم تک پہنچائی ہے۔ ترجمہ کا نام "**اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت**" **قبلہ شرف قادری** صاحب کا ہی تجویز کردہ ہے۔

اس عظیم کتاب کا موضوع وہ نازک اور اہم ترین مسائل ہیں جنہوں نے امت مسلمہ کو لخت لخت کر دیا ہے۔ جن کی بنا پر امت مسلمہ کو بے دریغ شرک، کفر اور بدعت کی شمشیر براں سے گھائل کیا جا رہا ہے۔ ان کی بنیاد غلو ہو، بے بصیرتی ہو، کج فہمی ہو یا بد قسمتی۔ بہر حال اس تحریک کی بنا پر امت کا ایک طبقہ تعظیم رسالت اور تکریم ولایت کے جوہر آبدار سے محروم ہو رہا ہے اور ہو گیا ہے۔ قصور چشم بینش کا ہے یا چشمہ نفاق کا۔ بہر حال ان کو ہر مظہر محبت و عقیدت، شرک، کفر یا بدعت ہی نظر آتا ہے۔

آج کے دور کا یہ سنگین ترین فتنہ ہے جس کی بناء پر امت کا تعلق و رشتہ اکابر، صالحین، اولیاء کرام بلکہ **نبی اکرم** ﷺ سے دن بدن کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ **نوبت بایں جارسید** کہ غالی نبوت کو کفر قرار دیا جا رہا ہے۔

مصنف **رحمہ اللہ تعالی** نے ایسے فتنہ پروردوں کے عقائد کی اصلاح میں سعی بلیغ فرمائی ہے مگر کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان کے ساتھ۔ بریشم کی طرح نرم لہجے کے ساتھ۔ ایسے موضوعات پر تحریر کردہ اکثر کتب کا لہجہ ترش اور اسلوب تلخ ہو جانا فطری امر ہے

مگر مصنف ممدوح نے سنجیدگی اور متانت کا دامن کہیں بھی نہیں چھوڑا یہ کتاب ﴿ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ ﴾ کا عظیم شاہکار ہے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر کا ایک ممتاز پہلو قرآنِ عزیز سے اقتباس ہے۔ مصنف ایسے عمدہ، منفرد اور اچھوتے انداز میں قرآن حکیم سے اقتباس کرتے ہیں کہ تاثیر میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے ایسے مقامات پر راقم کو ایک عجیب سی چاشنی محسوس ہوتی ہے۔ مگر ترجمہ کا ایک نقص یہ ہے کہ اقتباس کا نور اس میں جھلک نہیں سکتا مثلاً

واِخوَانُنَا الْمُنكِرُوْنَ حَاشَاهُمْ اَنْ يَحْضُرُوْا بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاٰنَ فِيْ قَبْرِهٖ اَوْبَيْنَ يَدَیْ وَلِيٍّ مِّنْ اَوْلِيَاءِ اللهِ مِنَ الْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ وَيَتَنَازَلُوْنَ بِطَلَبِ الْاسْتِغْفَارِ مِنْهُ. اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا

ترجمہ میں کس قدر کامیاب رہا ہوں۔ اس کا فیصلہ تو قارئینِ کرام ہی کریں گے۔ تاہم اس امر کے اعتراف میں مجھے کوئی باک نہیں ہے کہ اس ترجمہ کی خوبی کا ہر پہلو تاجدارِ کائنات ﷺ کے نعلین مقدسین کا تصدق ہے اور اس ترجمہ کا ہر نقص میری کم فہمی اور کم علمی کی بنا پر ہے۔ قارئینِ کرام کو اگر کوئی خوبی نظر آئے تو احقر کے لئے سعاداتِ دارین کی دعا فرمائیں اور جہاں کہیں جھول نظر آئے، تو تجویز اصلاح فرمائیں

خداوند قدوس کے حضور بصد ادب و نیاز دعا گو ہوں کہ وہ اس خدمتِ دین کو قبول فرمائے اور قیامت کے روز تاجدارِ کائنات ﷺ کی شفاعتِ عظمٰی نصیب فرمائے۔ آمین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم ﷺ

خادمُ العلم و العلماء

ساجد الهاشمی

جھومر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۞

الذین امنوا و کانوا یتقون ۞

لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ط

لا تبدیل لکلمت اللہ ط

ذلک ھو الفوز العظیم ۞

یونس ۱۰: ۶۲-۶۴

ترجمہ

سنو! بے شک اللہ عزوجل کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

انہیں کے لئے دنیوی اور اخروی زندگی میں بشارت ہے۔

اللہ عزوجل کے کلمات تبدیل نہیں ہوتے۔

یہی بڑی کامیابی ہے۔

۞

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تیسری طبع کا مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی ہیں اور جس کی مشیت سے فرماں برداریوں کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اُس نے اپنی کتاب عزیز میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ج وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:٦٩

ترجمہ : جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں!

اے میرے سردار ﷺ! اے اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ!
آپ پر میرے پروردگار کی رحمتیں، برکتیں اور نعمتیں نازل ہوں!

آپ نے ارشاد فرمایا:

اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ. هُمْ اَلْيَنُ قُلُوْبًا وَ اَرَقُّ اَفْئِدَةً. اَلْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ. وَرَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ.

ترجمہ : تمہارے پاس اہلِ یمن آئے۔ ان کے دل بڑے نرم ہیں۔ ان کے قلوب رقت آمیز ہیں۔ ایمان یمان ہے۔ حکمت یمانیہ ہے۔ اور کفر کا سر مشرق کی طرف ہے۔

اسے شیخین اور امامِ ترمذی نے سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے۔

الصحیح البخاری ، المغازی ٧٤ الصحیح للمسلم ، الایمان ٨٤

الترمذی مناقب ٧١

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں سیدنا ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ لَاَ جِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمَنِ . (۱)

مسند احمد بن حنبل، ۲، ۵٤۱

ترجمہ: بے شک میں یمن کی طرف سے رحمن کی رحمت کے خوشگوار جھونکے محسوس کرتا ہوں۔

(۱) ابن کثیر کی "النہایہ" اور زمخشری کی "الفائق" میں ہے۔

نفس، نفس ھوا سے مستعار ہے جسے متنفس اپنے پیٹ میں لوٹاتا ہے۔

اسے پیٹ کی حرارت سے ٹھنڈا اور ہموار کرتا ہے۔

یا نفس، نفس ریح سے مستعار ہے جس سے وہ سانس لیتا ہے، آرام پاتا ہے۔

یا نفس روضہ سے مُستعار ہے۔ اور وہ باغ کی عمدہ مہک ہے جسے وہ سونگھتا ہے اور اپنے پروردگار کے کرم سے آسودگی، آسائش اور آرام پاتا ہے اور کوفت و کربت دور کرتا ہے۔

اسی سے نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

لَاتَسُبُّوا الرِّیْحَ فَاِنَّھَا مِنْ نَفَسِ الرَّحْمٰنِ .

مستدرك للحاكم، ۲:۲۷۲

ترجمہ: ہوا کو برا بھلا نہ کہو۔ وہ بے شک نفسِ رحمن سے ہے۔

اسی طرح کہا جاتا ہے۔

اَنْتَ فِیْ نَفَسٍ مِنْ اَمْرِکَ

ترجمہ: تو اپنے معاملہ میں آسودہ حال ہے۔

وَاعْمَلْ وَاَنْتَ فِيْ نَفَسٍ مِنْ عُمْرِكَ

اس طرح حدیث پاک میں ہے۔

وَاَجِدُ نَفَسَ رَبِّكُمْ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ.

مسند احمد بن حنبل ۲۰۱۰۴۱۵

ترجمہ: اور میں تمہارے پروردگار کی رحمتیں یمن کی جانب سے محسوس کرتا ہوں۔

عراقی نے احیاء العلوم کی احادیث کی تخریج کرتے ہوئے مندرجہ بالا حدیث پاک کے ضمن میں ارشاد فرمایا!

اس کے رجال ثقہ ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالی نے اس حدیث پاک کو سورۃ النصر کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

تفسیر قرطبی،

جب یہ سورہ مقدسہ نازل ہوئی۔ اس میں اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے۔

﴿وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجاً﴾

القرآن الحکیم النصر ۱۱۰:۲

ترجمہ: اور عمل کر کیونکہ تجھے زندگی میں آسائش میسر ہے۔

یعنی مرض، بڑھاپے اور اس طرح کے آزار سے پہلے۔

مِنْ جَانِبِ الْيَمَنِ سے مراد اهل مدینه سے میسر آنے والی مدد ونصرت ہے۔

امام قرطبی اللہ ﷻ کے فرمان "اَفْوَاجًا" کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں:

اس میں تاویلیں ہیں۔

ا۔ کشادگی، فوج درفوج اسلام قبول کرنے کی وجہ سے۔

اس کا معنی ہے کہ بے شک اللہ ﷻ نے انصار کے ذریعے نبی اکرم ﷺ سے

دکھ دور فرمایا۔ اور یہ انصار اہل یمن سے تھے۔

ترجمہ: اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ اللہ عزوجل کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ جاء نصرُ اللّٰہ والْفَتْحُ. وجاءَ اَھْلُ الْیَمَنِ. قَوْمٌ رَقِیْقَۃٌ قُلُوبُھُمْ لَیِّنَۃٌ طِبَاعُھُم .اَلْاِیْمَانُ یمانٍ والفقہُ یمانٍ والحکمۃُ یمانیۃٌ.

الصحیح البخاری، المغازی ٧٤ الصحیح لمسلم ٨٢ـ٨٤

ترجمہ: اللہ اکبر! اللہ اکبر! اللہ عزوجل کی مدد اور فتح آگئی۔ اہل یمن آگئے۔ ایک ایسی قوم جن کے دل رقیق ہیں، جن کی طبیعتیں نرم ہیں۔ ایمان یمنی ہیں، فقہ یمنی ہے اور حکمت یمنی ہے۔

اما بعد!

بہت سارے اہل علم فضلاء نے ارشاد فرمایا کہ علامہ سید اسمعیل بن مہدی بن حمید الغربانی الحسنی الیمنی (اللہ عزوجل ان پر رحمتیں نازل فرمائے اور اپنی کشادہ جنتوں میں ان کو فروکش فرمائے) کی تصنیف اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت کی پھر طباعت ہونی چاہیے۔

میں نے اللہ عزوجل سے خیر طلب کی، کمر ہمت باندھی اور اس نیک عمل کی تکمیل کے لئے کوشش کا آغاز کیا۔ جب اسباب مہیا ہو گئے اور وافر مقدار میں وسائل میسر آگئے تو اللہ عزوجل پر بھروسہ کرتے ہوئے، اس سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اس سے توفیق، راستی اور قبولیت مانگتے ہوئے کام کا آغاز کیا۔

بے شک اللہ عزوجل بہترین آسرا اور سخی ترین داتا ہے۔

ہم اللہ عزوجل کی توفیق سے یہ اُمید کرتے ہیں کہ یہ کتاب اہل اسلام کے اتحاد اور تالیف قلوب کا باعث ہوگی۔ کیونکہ مصنف نے توفیق ظاہر سے اختلاف کی پیٹھ پھیر کر رکھ دی ہے۔ شک و شبہ کے فساد کو ظاہر کر دیا ہے۔ پختہ راہ اور سیدھی شاہراہ کو انتہائی گہرے علمی

طریق اور کامل تفصیل کے ساتھ نکھار دیا ہے اور ہر ایک معاملہ کو کتاب وسنت کی شرعی دلیلوں کے ساتھ واضح کیا ہے۔

مصنف نے کتاب کو ایک **مقدمہ** ، **15 فصلوں** اور ایک **خاتمہ** پر ترتیب دیا ہے۔

مقدمہ میں ولایت اور ولی کی تعریف بیان کی ہے۔ ذکر اور ذاکرین کی فضیلت رقم کی ہے۔ نبی انور ﷺ پر درود وسلام کی برکات ذکر کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مدہوش اصحاب اور علماءِ حق ورثاءِ انبیاء سابقین اور **اہلِ یمن** کی فضیلت لکھی ہے۔

پہلی فصل:

میں انبیاء اور صالحین سے **توسل اور استغاثہ** کے جواز کو بیان فرمایا ہے۔ **توسل اور استغاثہ** کا شرعی معنی ذکر کیا ہے۔ **توسل و استغاثہ** سے روکنے والوں اور ان کے باعث مسلمانوں کو کافر کہنے والوں کا رد کیا ہے۔

دوسری فصل:

میں انبیاء واولیاء کی زندگی اور بعد از زندگی تعظیم وتکریم کی مشروعیت ذکر کی ہے۔ اور اس معاملہ میں کتاب وسنت سے دلائل دیئے ہیں اور یہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم، محبت اور طاعت اللہ تعالیٰ کی تعظیم، محبت اور طاعت ہے۔

تیسری فصل:

میں میلاد النبی ﷺ کے بیان اور مجالس میلاد کے انعقاد کا جواز بیان کیا ہے۔

چوتھی فصل:

میں اللہ تعالیٰ کے اپنے نیکوکار بندوں کی تعظیم کے مظاہر، ان کی رعایت، ان کے احوال کی تائید، اور ان کو لغزشوں اور گمراہیوں سے محفوظ رکھنے کا ذکر کیا ہے۔

پانچویں فصل:

میں صالحین سے زندگی میں حصول برکت کے جواز پر کلام ہے۔

چھٹی فصل:

میں صالحین سے بعد از وفات برکت حاصل کرنے کا بیان ہے۔

ساتویں فصل:

میں صالحین کی صحبت کے فوائد، ان سے ہمیشہ منسلک رہنے کی رغبت، ان کی محبت کی طلب اور ان کی دعاؤں سے نفع اندوزی کا ذکر ہے۔

آٹھویں فصل:

میں فوت شدہ مسلمانوں کی عمومی اور صالحین کی خصوصی زیارت کا ذکر کیا ہے۔

نویں فصل:

میں بیان فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صدیقین اپنی موت کے بعد پروردگار کے ہاں زندہ ہیں۔

دسویں فصل:

میں نبی اکرم ﷺ کی عالم بیداری اور عالم خواب میں زیارت کا ذکر ہے۔

گیارہویں فصل:

میں اللہ ﷻ کے نیکوکار بندوں کے متعلق اهل السنة والجماعة کے عقیدہ کا ذکر ہے۔

بارہویں فصل:

میں اولیاء کرام کی حیات میں صادر ہونے والی کرامات کا ذکر ہے۔

چودھویں فصل:

میں اولیائے کرام کی بعد از وفات واقع ہونے والی کرامات کا ذکر ہے۔

پندرھویں فصل:

میں بیان فرمایا کہ اصلِ ایمان تصدیق ہے۔ اور اللہ ﷻ کے پیغمبروں اور اولیاء کی تصدیق اس کے انتخاب اور کرم کی علامت ہے۔

خاتمہ:

میں شرک کی 27 اقسام کا تفصیلی ذکر ہے۔

خاتمۃ الخاتمہ:

میں آئمہ مجتہدین کی تقلید کے جواز کا بیان ہے اور مقلدین کو کافر کہنے والوں کا رد ہے۔

اس طرح یہ کتاب تمام موضوعات کی جامع ہے۔ مگر اس کتاب کے بہت سے حقائق ایسے لوگوں پر پوشیدہ ہیں جو باطل دعووں کے فریب میں ہیں۔ شبہات اور مغالطات کی وادیوں میں گھومنے والوں پر اس کے مقامات اوجھل ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں ایک بصیرت افروز عالم، ایک نقاد دانشور اور ماہر حکیم کا طرز اختیار کیا ہے۔ وہ شکوک وشبہات کو کھولتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآن وحدیث کے دلائل اجتہادی شواہد اور ثابت شدہ واقعات سے ان شبہات کا رد کرتے ہیں مگر مکالمہ میں حد ادب سے تجاوز نہیں کرتے۔ حکمت ودانائی میں اہل نصیحت کی راہ نہیں چھوڑتے۔ قوت وشوکت سے حق کے مینارے اور ہدایت کے جھنڈے بلند کرتے ہیں۔ حیران وسرگرداں لوگوں کے ہاتھ تھام کر ہدایت کی راہوں اور استقامت کی شاہراہوں پر گامزن کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی اس کتاب سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دینے والا ہے اور اس کو تسلیم کرنے کی ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔

﴿ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ط وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴾

القرآن الحکیم الانعام ٦:١٠٤

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آئیں تو جس نے آنکھوں سے دیکھا تو اس نے اپنا فائدہ کیا اور جو اندھا بنا رہا اُس نے اپنا نقصان کیا اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

دلائلِ حق سننے کے بعد جو لوگ اہل نجات کی راہ سے اور نیک بختی کے دروازوں کی چابیوں سے اعراض کرنے والے ہیں، انہیں ڈرنا چاہیے۔

اللہ عزوجل نے اپنے اہل ایمان بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اختلاف کے وقت نبی اکرم ﷺ کو حکم بنائیں۔

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:٦٥

ترجمہ: پس (اے مصطفیٰ کریم ﷺ) تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے مابین پھوٹ پڑنے والے اختلاف میں آپ ﷺ کو حاکم نہ بنائیں اور آپ ﷺ کے فیصلہ پر اپنے دلوں میں تنگی نہ محسوس کریں اور آپ کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کریں۔

رسول اکرم ﷺ کے فرمان عالی شان کی مخالفت کرنے والوں، اہل اسلام کی جماعت سے نکلنے والوں اور اہل ایمان کے راستے سے راہ فرار اختیار کرنے والوں کو اللہ عزوجل کے اس حکم سے خوف کھانا چاہیے۔

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:١١٥

ترجمہ: جو شخص راہ ہدایت کے روشن ہونے کے بعد اللہ عزوجل کے رسول معظم ﷺ کی مخالفت کرے اور اہلِ اسلام کی راہ سے الگ راستہ اختیار کرے تو اسے ہم اس کی راہ کی طرف ہی پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور یہ انتہائی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

اللہ عزوجل کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اس فرمان الٰہی سے بھی لرزہ براندام ہونا چاہیے۔

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

القرآن الحکیم النور ٦٣

ترجمہ : اس کے فرمان کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے کہ ان پر کوئی مصیبت نازل ہو یا ان کو دردناک عذاب پہنچے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں فرماں برداری اور پیروی کی توفیق مرحمت فرمائے۔ گمراہی اور خواہشات نفسانی کی پیروی سے محفوظ رکھے۔

﴿ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَھْوَآءَ ھُمْ ط وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوٰاہُ بِغَیْرِ ھُدًی مِّنَ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾

القرآن الحکیم القصص ٢٨: ٥٠

ترجمہ : پس اگر وہ آپ کے اس ارشاد کو قبول نہ کریں تو جان لو کہ وہ صرف اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی رہنمائی کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اس سے زیادہ کون گمراہ ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ مخبر صادق ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبِعاً لِّمَا جِئْتُ بِہٖ.

شرح السنہ للبغوی ، ١: ٢١٣ مشکوۃ المصابیح ، ١٦٧

تاریخ بغداد ، ٤: ٣٦٩ السنہ لابن ابی عاصم ، ١: ١٢

کنز العمال ، ١٠٨٤ فتح الباری ، ١٣: ٢٨٩

الصحیح البخاری ، الصحیح للمسلم ،

ترجمہ : تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات نفسانیہ میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائیں۔

اس کو شیخین نے روایت کیا ہے۔

مصنف کے مختصر حالات زندگی

نام: العلامه السید الشیخ اسمعیل بن مهدی بن حمید الغربانی الحسنی الیمنی الاشعری الشافعی الشاذلی ۔

ولادت: آپ 1304 ہجری میں شمالی یمن کے ملحمه نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ یہ صوبہ سحول میں مخادر لوانب کی جانب ہے۔ آپ کا گھرانہ علم وحکمت کی جہت سے بہت مشہور ہے۔

تعلیم: آپ نے 10 سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ قرآن حکیم حفظ کرلیا۔ جب 12 سال کے ہوئے تو حصول علم کی خاطر شہر تعز کی جانب روانہ ہوئے۔ وہاں اتراک آنذاک کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ یہاں سے فراغت کے بعد مشاہیر عصر کی علماء کے دروس میں باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے۔ مختلف فنون کا وافر حصہ اخذ کیا اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوگئے۔

آپ یمن کے جلیل القدر علماء میں بھی ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ لوگ شریعت کے انتہائی پیچیدہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

آپ زندگی بھر امت کے اتحاد واتفاق کے شدید آرزومند رہے آپ ہمیشہ سلف صالحین کی پیروی اور عقیدہ اہل سنت کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین کرتے رہے۔ آپ نے اصل دین اور حقائق اسلام کا خالص فہم حاصل کیا جو بدعات وخرافات کی آمیزش سے خالی تھا۔

آپ ایک عظیم مفسر، محدث، فقیہ، مؤرخ نحوی، اصولی، عمدہ شاعر، زاہد و پرہیزگار اور عاجز عبادت گذار تھے۔ آپ کی شخصیت پروقار اور پرہیبت تھی۔ آپ ان بندگان خدا سے تھے جن کی زیارت سے خدا یاد آجاتا ہے۔

اساتذہ: آپ کے اساتذہ جن سے آپ نے اکتساب علم کیا، کثیر ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

- شیخ علامہ، محقق، عارف باللہ، قطب الواصلین، تاج

العارفین، ابو المغیث، الشیخ محمد بن حسان.

- آپ کے چچا جان سید اسمعیل بن حمید الغربانی.

- القاضی العلامہ الشیخ عبدالدائم بن محمد سادہ الصهبانی.

رحلت: آپ نے 94 برس کی عمر میں 1400 ہجری میں 12 ربیع الاوّل کو اس دارِفانی سے کوچ فرمایا۔ آپ نے ساری زندگی طاعت وعبادت اور اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنے اور علم سیکھنے اور سکھانے میں بسر کی۔ زندگی بھر شریعت پر کاربند رہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتقال تک ہر مرض وآفت سے محفوظ رہے۔ 94 برس کی عمر تک ہوش وحواس سلامت تھے۔ آخری دن تک نمازِ جمعہ اور جماعت پر محافظت فرماتے رہے۔ آپ نے شہر عدیو میں رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین جزاعنایت فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں فروکش فرمائے۔ (آمین)

اس کتاب کی طباعت کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق پر شکر گزار ہوں۔

ازیں بعد علامہ، محقق، مؤرخ، امارات کے عظیم عالم، مفتی، لجنۃ التراث و التاریخ کے رئیس وزیرعدل، اموراسلامی اوراوقاف شیخ محمد بن الشیخ احمد بن الشیخ حسن کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب پر تقریظ لکھی۔ اس کتاب کی اس طباعت اور منصۂ شہود پر آنے میں آپ کی مخلصانہ کاوشوں کا بہت دخل ہے۔ صحیح حدیث پاک ہے۔

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

الترمذی ، البر ۳۵

ترجمہ: جوانسانوں کا شکر گزار نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں۔

اس حدیث شریف کو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی نے اپنی سنن میں سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

اس طرح میں ان اصحاب فضیلت علماء کی خدمت میں بھی ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں جنہوں نے اپنی نصیحتوں اور مشوروں سے نوازا اور تصحیح وتصویب میں خوب محنت کی۔ مصنف

کے فرزند ارجمند الشیخ احمد بن اسمعیل بن المھدی الغربانی نے خالصتاً رضاء الٰہی کی خاطر اس کی طباعت کی اجازت عنائت فرمائی۔ میں اس شخص کا بھی احسان مند ہوں جس نے نشر و طباعت پر محض رضائے الٰہی کی خاطر فراخدلی سے خرچ کیا۔ اس نے یقیناً اپنی ذات، ذریت خصوصاً حق اور معرفت کے متلاشیوں کے لئے یہ ایسا عمدہ کام کیا جس کے فضل و اثر کا انکار ممکن نہیں ہے۔ پریس کے جملہ عملہ کا بھی احسان مند ہوں۔

آخر میں، مَیں کمال خصوع اور عجز و انکسار کے سنگ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں دست دعا دراز کرتا ہوں اور اس کی رحمت سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ ذات اس عاجزانہ کاوش کو قبول فرمائے گی اور اس کتاب میں خیر و برکت اور تمام اہل اسلام کے لئے عام فائدہ رکھے گی۔

وَ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ و تبارک علی خیرِ خلقِہ سیِّدنا محمّدٍ وَّ علی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَمَنْ تبعَھُمْ بِاِحْسَانٍ الی یوْمِ الدِّیْنِ وَھُوَ حسْبُنَا وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ للّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

عطا کرنے والے رب کے فضل کا ہر لمحہ محتاج

علی بن عبدالوھاب بن ھائل

9 ذو القعدہ 1409ھ

13 جون 1989ء

ابو ظبی

دوسری طبع کا مقدمہ

سب تعریفیں تمام جہانوں کے پروردگار کے لئے ہیں اور **صلوۃ و سلام** تمام مخلوق کے نجات دہندہ کے لئے ہے۔ رحمتیں اور برکتیں آپ کے لئے اور پاک اور ہدایت یافتہ صحابہ کرام ﷺ کے لئے ہیں جو گمراہ، گمراہ کن اور الحاد زدہ لوگوں کے سامنے چٹان بنے رہے۔ ان کی تصدق سے ہم پر بھی قیامت تک رحمتیں ہوں۔

میں نے دانائے سنت۔ قاطع بدعت **علامہ سید اسمعیل بن مهدی بن حمید الغربانی** رحمہ اللہ تعالی کی تصنیف لطیف **اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت** کو ملاحظہ کیا۔ اللہ ﷻ مصنف کو اسلام اور اہل اسلام کی جانب سے اس کی احسن جزا عطا فرمائے۔

بلا شک و شبہ، یہ انتہائی قیمتی، نفع بخش اور سود مند کتاب ہے۔ اس کتاب میں سلف صالحین کی پیروی کے منکروں اور بدعتوں کا اٹل دلائل اور ٹھوس حوالوں سے رد کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا اسلوب دلکش، دلفریب اور سیر کن ہے۔ اس میں خوب صراحت، وضاحت، شرح اور پختگی ہے۔ اسلام اور اہل اسلام کے تقاضے کو اس میں خوب نبھایا گیا ہے۔ **اهل السنة و الجماعة** کے افکار کی جانب اس میں عمدہ انداز سے دعوت دی گئی ہے۔ اس میں مخلصانہ تلقین ہے کہ شر پسندوں کی افواہوں اور نام نہاد خود ساختہ جاہل فقیہوں کی بکواس پر ہرگز کان نہ دھرا جائے۔ جن کا اس کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے کہ ملت اسلامیہ کے سواد اعظم کا انکار کیا جائے اور ان کو کافر گردانا جائے۔

یہ اس لئے ہے کہ یہ خود شریعت اسلامیہ سے جاہل ہیں۔ اس کے حقیقی علماء اور دانشوروں سے بے خبر ہیں۔ یہ لوگ بزدلی اور خوف کی دلدل میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ پرہیز گاری اور استقامت سے محروم ہیں۔ اسی لئے یہ اسلام اور ملت اسلامیہ کو عدل و انصاف کی نظر سے دیکھنے سے عاری ہیں۔

ان کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

اَلْکِذْبُ رَاقَکَ اِنَّہٗ مُتَجَمِّلٌ ۔ وَالصِّدْقُ سَاءَکَ اِنَّہٗ عُرْیَانٌ

مَنْ سَاءَ مِنْ مَرَضٍ عُضَالٍ طَبْعُہٗ یَسْتَقْبِحُ الْاَیَّامُ وَ ھِیَ حِسَانٌ

جھوٹ تجھے پسند آتا ہے کیونکہ وہ مصنوعی بناؤ سنگار میں ہے۔

اور سچ تجھے برا لگتا ہے کیونکہ وہ اپنے حقیقی حسن میں ہے۔

جو شخص عاجز کر دینے والے مرض میں مبتلا ہے۔

اس کی طبیعت زمانہ کو برا سمجھتی ہے حالانکہ زمانہ تو اچھا ہے۔

یہ لوگ جو اہل اسلام کو کافر مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کو کند نگاہ اور بیمار فکر سے دیکھتے ہیں۔ اگر ان کو وہاں تک رسائی ہوتی جہاں قائدین اسلام اور نقادین شریعت کی رسائی تھی تو ان سے یہ انحراف کبھی نہ ہوتا۔ جب یہ اس کوتاہ فہمی کا شکار ہوئے تو انحراف کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرے اور گھٹیا فکر، بزدلی اور افراط کے دام میں جا پھنسے۔

تَعِسَ الزَّمَانُ لَقَدْ اَتٰی بِعُجَابٍ وَ محا رِجالَ الْعِلْمِ وَ الْآدابِ

وَ اَتٰی بِجُھَّالٍ لَوِانْبَسَطَتْ یَدِی فِیھِمْ رَدَدْتُھُمُوْ اِلَی الْکِتَابِ

زمانہ ہلاک ہوا۔ اس نے کیسے عجوبے ظاہر کئے۔ صاحبان علم وفن ناپید کر دیئے۔

اور جاہلوں کو منظر عام پر لایا۔ اگر میں ان کی طرف ہاتھ بڑھاؤں تو ان کو کتاب کی طرف لوٹا دوں۔

اپنی مصروفیتوں اور جہاد میں مشکلوں کے باوجود میں نے اس کتاب کو ملاحظہ کیا۔

مجھے اعتراف ہے کہ مصنف اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئے۔ اور آپ نے علم اور اہل علم کے ساتھ کمال انصاف کیا ہے۔ آپ فرزندان اسلام اور علماء کبار کے پیش رو ہیں۔

اس تصنیف لطیف میں شرکت اور اس کتاب میں دلچسپی فرمان الٰہی کے مصداق ہے۔

﴿......وَتَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط﴾

القرآن الحکیم المائدہ ۲:۵

ترجمہ: تم نیکی اور تقویٰ کے معاملہ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو مگر گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو اور اللہ ﷻ سے ڈرتے رہو۔

یہ کتاب ارباب علم، اصحاب فضل، اور اہل ادب کے لئے نادر تحفہ ہے۔ اس نفع بخش کتاب اور اس برہان قاطع سے صاحبان بصیرت کو نفع اٹھانا چاہیئے۔ اہل ذوق، اہل فکر اور صاحبان عقل کو اس کے مطالعہ سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔ فکر سلیم، نہج قدیم، رائے رشید، اور فہم مستقیم کے حاملین کو اس سے استفادہ کرنا چاہیئے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ

بیشک اس کتاب میں دل والے کے لئے یاددہانی ہے۔ میں صاحبان عقول اور رجال فحول کو عرض کروں گا۔

نَفَسُ الْاِلٰہِ الرَّاحِمِ الرَّحْمٰنِ یَھْدِیْ اِلَی الْاِسْلَامِ فِی الْاَوْطَانِ

رحمٰن اور رحیم پروردگار کے خوشگوار جھونکے۔ وطنوں میں اسلام کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

ھُوَ نَفْحَۃٌ قُدْسِیَّۃٌ سَلَفِیَّۃٌ مِنْ عَارِفٍ وَ مُجَاھِدٍ رَبَّانِی

یہ سلفی قدسی خوشبو کی مہکار ہے۔ ایک عارف اور مجاہد ربانی کی تصنیف۔

تَالِیْفُ اِسْمٰعِیْلَ نِبْرَاسِ التُّقٰی وَ الْعَالِمِ الْعَلَّامَۃِ الْغُرْبَانِی

یہ عالم کبیر علامہ اسمٰیل غربانی کی تالیف ہے جو پرہیزگاری کی قندیل ہیں۔

وَضَعَ النُّقَاطَ عَلَی الْحُرُوْفِ مُبَیِّنًا مَاجَآءَ فِی التَّشْرِیْعِ وَالْفُرْقَانِ

آپ نے قرآن وسنت کے مفاہیم کے بیان کا اس میں حق ادا کر دیا ہے۔

وَشَفَا النُّفُوْسَ بِحُجَّۃٍ عِلْمِیَّۃٍ وَ مَحَجَّۃٍ وَ بَرَاعَۃٍ وَ بَیَانٍ

آپ نے نفوس کو علمی دلائل، شواہد، فصاحت اور بیان کے ساتھ شفا دی۔

فَلَهُ مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ مَثُوْبَةٌ　　و مَنَازِلُ فِيْ جَنَّةِ الرِّضْوَانِ

آپ کے لئے مہربان خدا کی طرف سے بہترین جزا اور جنت رضوان میں اعلیٰ مقام ہے۔

وَ مِنَ "الْعَجِيْلِ" تَحِيَّةٌ مَوْصُوْلَةٌ　　مَشْفُوْعَةٌ بِالرَّوْحِ وَالرَّيْحَانِ

عجیل کی طرف سے روح و ریحان کے سنگ سلام ہے۔

وَصَلٰوةُ رَبِّيْ وَالسَّلَامُ عَلَى الَّذِيْ　　قَدْ جَآءَ بِالتَّنْزِيْلِ وَ الْفُرْقَانِ

اور میرے پرودگار کی رحمتیں اور برکتیں اس ذات کے لئے جو قرآن حکیم لائی۔

اَعْنِيْ بِهِ الْقَمَرَ الْمُنِيْرَ مُحَمَّدًا　　مَنْ يُرْتَجٰى لِلْحَشْرِ وَالْمِيْزَانِ

میری مراد قمر منیر محمد مصطفی ﷺ ہیں جو حشر و میزان کے لئے اُمید گار ہیں۔

صَلّٰى عَلَيْهِ اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ　　فِيْ كُلِّ سَاعَاتٍ وَّ كُلِّ اَوَانٍ

ان پر اللہ تعالیٰ کے ہر لمحہ و ہر گھڑی درود و سلام ہوں۔

محمد عبدالهادی عبدالرحمن عجیل

تیسری طبع کی تقاریض

☆ فضیله الشیخ محمد بن احمد بن شیخ حسن الخزرجی
وزیرعدل، امور اسلامی، اوقاف
متحدہ عرب امارات

☆ علامه السید علی الهاشمی الحسنی
مشیر جناب شیخ زاید بن سلطان آل نهیان
متحدہ عرب امارات

☆ السید یوسف بن السید هاشم الرفاعی
وزیر مملکت - سابقہ ممبر قومی اسمبلی ۔ کویت

☆ ڈاکٹر السید محمد علوی المالکی المکی الحسنی
حرمین شریفین

☆ فضیلة الشیخ محمد سلیمان فرج
ممبر فتوی کمیٹی - وزیر عدل، امور اسلامی واوقاف
متحدہ عرب امارات

☆ فضیلة الشیخ عبدالله مصطفی الشامی الحسینی
شام

تقریظ

العلامۃ الکبیر، الداعی الی اللہ تعالیٰ،

فضیلۃ الشیخ محمد بن احمد بن الشیخ حسن الخزرجی

وزیر عدل، امور اسلامی اوقاف متحدہ عرب امارات

سب تعریفیں اس ذات کے لئے جو تمام مخلوق پر اور اہل یمن کے منتخب بندوں پر نعمتوں کی برسات کرنے والی ہے۔ صلوۃ وسلام اس ہستی کے لئے جو ساری مخلوق سے افضل ہے۔ اللہ ﷻ کی محبوب ہے۔ اوّلین وآخرین کی سردار ہے یعنی ہمارے سردار سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی پاکیزہ صاحب کرامت آل کے لئے اور مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اوران کے مخلص پیروکاروں کے لئے۔

اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت علامہ محقق **سید اسمعیل بن مہدی الغربانی الحسنی** رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمدہ تصنیف ہے۔ اللہ ﷻ ان کے اخروی ٹھکانے کو عمدہ فرمائے **مصنف** رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں ان مفید مسائل کو روشن دلیل اور مضبوط حوالے کے ساتھ بیان کیا ہے جن کی عقیدہ کے امر میں ہر مسلمان کو حاجت ہے۔ یہ دلائل بڑے عمدہ پیرائے اور ٹھوس طریقے سے کتاب اللہ ﷻ، سنت نبوی ﷺ صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کے تعامل سے لئے گئے ہیں۔

اس تالیف میں مؤلف نے بہت سے خلاف وعناد کا فیصلہ فرمادیا ہے۔ التباس کا ازالہ کردیا ہے۔ شبہ کو واضح کردیا ہے اور بکھرے دلوں کو صاف حق اور بے مثال پختہ راہ پر جمع کردیا ہے۔ امت اسلامیہ کو آج شدید ضرورت ہے کہ ان کی صفوں میں اتحاد ہو اور اختلاف کو بھول جائیں تاکہ ہماری قوت دشمنوں کے رد میں جمع ہو اور جو جماعت سے راہ فرار اختیار کرے اس کے ساتھ ہمارے نفوس مشغول نہ ہوں۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس سے سات صدیوں تک صالحین اوران کے آثار سے حصول برکت پر تمام امت متفق تھی۔ کوئی بھی اس کا منکر نہ تھا۔ اور اس

کیونکہ **مصنف** رحمہ اللہ تعالی نے **عقائد اھل السنت و الجماعت** کو موضوع بحث بنایا ہے اور پھر روایت و درایت کے اعتبار سے اس کا حق ادا کیا ہے۔ ان عقائد کی طرف اشارہ کیا اور ان کی توضیح و بیان کے تقاضوں کو صحیح نبھایا ہے۔

مصنف نے اس قیمتی کتاب کو ایسے دور میں ترتیب دیا ہے جس میں ہمیں سچی بات اور نیک عمل کی شدید حاجت تھی۔

اللہ ﷻ **مصنف** رحمہ اللہ تعالی کو وسیع رحمتوں و برکتوں سے نوازے۔

اللہ ﷻ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں محض اپنی خوشنودی کے لئے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری نیکیوں کو قبول فرمائے اور برائیوں سے درگزر فرمائے۔

اپنے سخی پروردگار کی بخشش کا اُمیدوار

السید علی الھاشمی الحسنی

3 ربیع الاوّل 1410

3 اکتوبر 1989

ابو ظبی

تقریظ

عالم کبیر، قول وعمل سے اللہ ﷻ کی طرف دعوت دینے والے

السید یوسف بن السید ہاشم الرفاعی

وزیر مملکت - سابقہ ممبر قومی اسمبلی۔ کویت

تمام تعریفیں اللہ ﷻ کے لئے ہیں، جو انتہائی مہربان ہے، احسان کرنے والا اور سب سے قدیم لطف فرمانے والا ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل کا قیامت تک علم عطا فرمانے والا ہے۔

درود وسلام ہو اس ذات اقدس پر جو انسانوں میں سب سے افضل ہیں۔ بنو عدنان کے سردار ہیں۔ فرمانبرداروں کو فردوس اعلی اور جنتوں کی خوشخبری دینے والے ہیں۔ یعنی ہمارے آقا سیدنا محمد ﷺ۔ آپ ﷺ کی اس آل واصحاب پر جو آپ ﷺ کی صحبت کے مقامات احسان پر پہنچے۔

خداوند قدوس اپنے نیک بندے، ولی کامل اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت کے مصنف مرحوم علامہ سید شیخ اسمعیل بن مهدی غربانی سے راضی ہو۔

اس اللہ ﷻ کے لئے سب تعریفیں ہیں جس نے آپ کے شاگرد، فاضل جلیل الشیخ علی بن عبدالوهاب کو اس عظیم تالیف اور مبارک تصنیف کی دوبارہ طباعت کی توفیق دی۔ یہ تصنیف چھپے ہوئے بھید کھولتی ہے اور اولیاء کرام کے مقامات و مراتب پر پڑے ہوئے پردوں کو اٹھاتی ہے۔ جو اللہ ﷻ کی خصوصی رحمت کے ہر جگہ اور ہر وقت مظاہر ہیں۔

اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

○ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۞

القرآن الحكيم آل عمران ۳:۷۴

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص فرماتا ہے۔

یہ کتاب ایسے وقت میں منصۂ شہود پر آرہی ہے۔ جب اولیاء کرام کی عظمت سے ناواقف اور محروم لوگوں کا فتنہ بہت بڑھ گیا اور اولیاء کرام سے حسنِ اعتقاد کی نعمت ناپید ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ مصنف کو رحمت اور بہترین جزا سے شادکام کرے ناشر اور اس کتاب کی طباعت میں جملہ معاونین کو ثواب عظیم اور اجر جزیل عطا فرمائے اور اس کتاب کو تمام کے لئے صدقہ جاریہ کردے۔

بے شک اللہ تعالیٰ مہربان، رحیم وکریم ہے۔

اے اللہ ہمارے سردار محمد ﷺ آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر درود وسلام ہو۔

اپنے مولیٰ کی درگذر کا محتاج

یوسف بن السید هاشم

الرفاعی

کویت

18 ذی قعدہ 1409ھ

21 جون

1989

تقریظ

علامہ کبیر۔ داعی الاسلام

سید ڈاکٹر محمد علوی المالکی المکی الحسنی

حرمین شریفین کے عظیم عالم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ درود وسلام اشرف المرسلین سیدنا محمد ﷺ پر۔ آپ کی تمام آل اور تمام صحابہ پر۔

خداوند قدوس نے ایک چاہنے والے کو ہمارے شیخ اور استاذ۔ علی وجہ البصیرت داعی الی اللہ سید اسمعیل بن مھدی غربانی حسن کی کتاب **اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت** کی دوبارہ اشاعت کی توفیق دی۔ خداوند قدوس اسے بہترین جزا دے۔

یہ کتاب سرتاپا حق وصداقت ہے، بلند خیالی ہے، فیض علوی ہے، فتح جلی ہے اور فیض نبوی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی معرفت اور اہل احسان اور اہل ایمان کی تعریف ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام چاہنے والوں اور پسند کرنے والوں کو توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے علم کا ہمیں نفع عطا فرمائے۔ اور نفع بخش امور سکھائے۔

درود وسلام ہو ہمارے سردار محمد ﷺ اور آپ کی تمام آل پر اور آپ کے اصحاب پر۔

سید محمد بن علوی المالکی المکیّ الحسنی

25 ربیع الآخر 1410

24 نومبر 1989

تقریظ

فضیلۃ الشیخ محمد سلیمان الفرج، عظیم واعظ

ممبر فتویٰ بورڈ ...... متحدہ عرب امارات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ درود وسلام ہو سید الخلق، حبیب الحق محمد ﷺ پر جو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ کی آل، صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم پر۔

حقیقی کامیابی، دنیا و آخرت کی خوش بختی ہے وہ اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل ہو اور یقین راسخ ہو۔ اولیاء وصالحین کے بارے میں عقیدہ صحیح ہو۔ بدعت، خواہشات نفسانیہ اور ان شبہات سے دور رہے جو دلوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں اور کجی اور گمراہی میں واقع کرتے ہیں۔ یہ بے مثال منہج اور پختہ شاہراہ باعمل علماء کے فہم میں ہے۔ مجتہد فقہاء کے استنباط میں ہے اور مقرب اولیائے کرام کے فیوضات میں ہے۔

یہ ہی صراط مستقیم ہے۔ اسی کی اللہ تعالیٰ نے راہ دکھائی ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ہر نماز میں اس کی دعا کریں اور اس کو طلب کریں۔

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ...... ﴾

القرآن الحکیم الفاتحہ ۱:۷-٦

ترجمہ: ہم کو سیدھے راستہ پر چلا۔ ان کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

اس آیت مقدسہ کا معنی یہ ہے کہ صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں کی راہ۔

اللہ تعالیٰ نے صراط الذی نہیں فرمایا تاکہ صرف نبی اکرم ﷺ کو ہی شامل نہ ہو۔ بلکہ فرمایا صِرَاطَ الَّذِیْنَ تاکہ انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین سبھی کو شامل ہو۔

یہی کچھ عالم ربانی علامہ، محقق، شیخ اسمعیل بن مھدی غربانی کی

بابرکت کتاب **اولیاء کرام کی عظمت و جلالت** میں وارد ہے کیونکہ یہ کتاب یقینی اور صحیح دلائل کتاب وسنت کی صریح دلیلوں اور اجماع و قیاس سے مؤید عقیدہ اہل سنت پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مصنف کو توفیق عطا فرمائی تو انہوں نے عقیدہ کی صحت کی خاطر مندرجہ ذیل موضوعات کو وارد کیا۔

ولایت، اولیاء کرام اور صالحین سے توسل، انبیاء و اولیاء کرام کی تعظیم نبی اکرم ﷺ کی محبت، صالحین کی محبت، تبرک، زیارت قبور، نبی اکرم ﷺ کی زیارت، کرامات، اجتہاد، تقلید، تکفیر، میلاد شریف۔ اسی طرح کے وہ موضوعات جن میں اختلاف ہے۔

اس نوعیت کی جامع، یقینی حوالوں اور قطعی دلیلوں سے مزین کتاب کی آج کل اہل اسلام کو شدید ضرورت تھی۔

اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے عظیم عطا فرمائے اس کے مشمولات سے اہل اسلام کو نفع پہنچائے۔ حق کی معرفت اور پیروی نصیب فرمائے۔ باطل کی تمیز اور اجتناب کرنے کی توفیق دے۔

اللہ عزوجل کا محتاج

محمد سلیمان فرج

۱۱ رمضان المبارک ۱۴۰۹

۱۶ اپریل ۱۹۸۹

تقریظ

فضیلۃ الشیخ عبداللّٰہ مصطفی شامی حسینی

شام کے عظیم عالم

تمام تعریفیں اللہ ﷻ کے لئے ہیں جس نے ہدایت عطا فرمائی۔ درود وسلام ہو ہمارے سردار اور محبوب محمد ﷺ پر۔ آپ کی آل پر جو ہدایت کے ستارے ہیں، آپ کے صحابہ پر، ان کے تابعین پر اور ان پر جنہوں نے ان کی راہ کی اقتدا کی۔

آج کے ہمارے اس دور کے مسائل میں غور وفکر کرنے والا یقیناً اس حقیقت سے باخبر ہے کہ یہ مادہ پرستی اور غفلت کی انتہاء کا دور ہے۔ ایمان بالغیب عمل سے یکسر محروم ہو گیا ہے کیونکہ لوگ آج کل قیامت کے حساب سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔

ایک دور تھا کہ ایک بزرگ نے ایک آیت کریمہ سنی۔

﴿ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴾

القرآن الحکیم التکاثر ۱۰۲:۸

ترجمہ: پھر اس روز تم سے تمام نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

تو اس آیت کریمہ میں بیان کردہ حقیقت کی ہیبت سے بے ہوش ہو گئے۔ یہ امر میں اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ آجکل ہم کثرت سے مشاہدہ کر رہے ہیں کہ لوگ مقرب اولیاء اور صالحین کی نصرت میں متمثل اللہ ﷻ کی قدرت کا انکار کر رہے ہیں۔

جب اس منکر سے سوال کیا جائے تو اللہ ﷻ کی قدرت علیا کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر جب کسی ولی کی کرامت یا خارقہ کا تذکرہ ہو تو بے حواس نظر آنے لگتا ہے۔

جیسے ولی سے اس کرامت یا خرقہ کا صدور اس کی اپنی ذاتی قدرت وقوت سے ہوتا ہے۔

میرے دوستو! اللہ ﷻ ہر شے پر قادر ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے مقرب بندوں کو نوازتا ہے اور ہر لحظہ ہر گھڑی ان کی مدد ونصرت فرماتا ہے۔

جب میں نے اس عظیم تصنیف اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت کا مطالعہ کیا تو میں نے محسوس کیا کہ یہ تصنیف علم الحقائق سے جہالت کی مرض کا بہترین علاج ہے۔

مگر افسوس، صد افسوس کہ علماء کا ایک طبقہ اس پر تخریبی تنقید کرتا ہے، بغیر حق کے بغاوت کرتا ہے اور سلف صالحین اور علماء عاملین پر طعنہ زنی کرتا ہے۔

اور یہ عمل انوکھا نہیں ہے کیونکہ ان کا وہی معاملہ ہے جو ابتدائے دعوت اسلام میں قریش کا معاملہ تھا کیونکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو ابو طالب کے یتیم کی حیثیت سے دیکھا اور آپ کی بشریت مقدسہ ان کے لئے پردہ بن گئی۔ انہوں نے لمحہ لمحہ نازل ہونے والی وحی ربانی سے صرف نظر کیا۔ یہی معاملہ آج کل نئی صورت میں ہے۔

یہ لوگ حقیقت میں اسلام کے خارجی اور داخلی دشمنوں کے مددگار ہیں۔ ان کا مقصود مسلمان علماء کی صفوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنا ہے۔ مگر افسوس وہ یہ مقصود اسلام اور مسلمان کے نام پر حاصل کر رہے ہیں حالانکہ ہمارا دین حنیف الفت ومحبت، اتحاد واتفاق اور ان واضح آیاتِ الٰہی میں تدبر کی دعوت دیتا ہے جو آیات نفع اندوزی کی اساسی شرائط ہیں۔ جن کے بغیر نفع حاصل کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

ہاں ہاں! وہ ایمان بالغیب ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کی ابتداء میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿الٓمّٓ ۞ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ج هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ......﴾

القرآن الحکیم البقرہ ۲: ۳-۲-۱

ترجمہ: الف لام میم۔ یہ ذیشان کتاب اس میں ذرا شک نہیں۔ یہ کتاب پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔ وہ جو غیب پر ایمان لائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غیب ہے، فرشتے غیب ہیں، آخرت کے تمام معاملات، عذاب قبر، منکر

نکیر کے سوالات، اور امور محشر، پل صراط، ترازو، جنت وجہنم سب غیب ہیں۔ اولیاء کرام کی عظمت و جلالت ایک فاضل عالم، کامل عامل، محقق، کی طرف سے مدد فیاض ہے۔ جو فہم صحیح، کامل دلیل اور نقلی وعقلی حوالوں کے بند دروازوں کو کھولتی ہے۔ اس میں زمانہ کے قائم کردہ تمام سوالات اور مقام کے تمام تقاضوں کے جواب ہیں۔ ایک منفرد ترتیب اور لفظی ومعنوی بلاغت کے ساتھ بڑی وضاحت سے انکا حل ہے۔

میں اس امر پر اللہ تعالیٰ کا حمد سرا ہوں کہ اس نے مجھے اور میرے باعمل بھائیوں کو اس کتاب پر تقدیم لکھنے کی توفیق دی۔ کہ ہمیں اس کی تعلیمات کی ایک چنگاری اور اس کے سمندر سے ایک چلو نصیب ہوا۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لینے والے ہر شخص کو کرم سے نوازے، ہماری کوشش کو خالص اپنی رضا کے لئے اور لائق قبول فرمائے۔

خادم العلم

عبداللّٰہ مصطفی شامی

حسینی

۱۱ رمضان

۱۴۰۹

۱۶ اپریل

۱۹۸۹

تقریظ

علامة الال، مصباح الکمال، ناصر السنة، قامع البدعة ادیب

الحسیب، نسیب الحبیب، حامد المحضار

بِسْمِ اللّٰہِ وَ بَعْدُ

علامہ اسمعیل بن مهدی غربانی رحمہ اللہ تعالی کی کتاب کی چند فصلوں کا مطالعہ کیا۔ اس نے مجھے بہت خوش کیا۔ میں کتاب اور صاحب کتاب کی خدمت میں یہ اشعار پیش کرتا ہوں۔

اگر تو سچی دلیل اور رہنمائی کا تلاشی ہے تو اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت کا مطالعہ کر۔

اس میں ایسے دلائل ہیں جو سرگرداں لوگوں کو آفاق میں چڑھتے ہوئے چمکتے نور کی راہ دکھاتے ہیں۔

اس میں نبی اکرم ﷺ اور ہدایت یافتہ آئمہ کی تعلیمات ہیں جو کبھی بھی شکاریوں کے نرغے میں نہیں آئے۔

جس کے ساتھ اللہ ﷻ بھلائی کا ارادہ نہیں کرتا وہ ہدایت کی جگہ سے دور اور متنفر رہتا ہے۔

خدا کی قسم! یہ کتاب ہدایت سے لبریز ہے۔ اس کے جملہ مقامات محفوظ و مامون ہیں۔

اور افواہیں پھیلانے والے لوگوں کی حیلہ سازیاں تو گمراہ دشمن کی بے ہودہ گوئی ہے۔

مصنف نے خواہشات نفسانیہ کی جڑوں کو خوب کوٹا ہے۔ حیلہ سازوں پر قواعد کو خوب پھیلایا ہے

یہ حق کے آئینہ میں حق ہے۔ اسے ایک باخبر، صاحب علم، پاکباز، بلند اور بزرگ

نے لکھا ہے۔

یہی کتاب الٰہی اور سنت نبوی کی تعلیمات ہیں۔اگر چہ بہکا ہوا شخص بے جا جھگڑا کرے یا حاسد منازعت کرے۔

یہ بلند ادب ہے جس پر مجادلہ اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

یہ بغیر کینہ کے دلائل سے دستک دیتے ہیں۔اپنے اسباب اور مقاصد کو خوب ظاہر کرتے ہیں۔

میری عمر کی قسم! یہ دلائل سے پیچیدہ مسائل کی گرہ خوب کھولتے ہیں۔

چھان بین اور دلائل والا علم اسی طرح ہوتا ہے۔اس میں استدلال کرنے والا اور جانچ پڑتال کرنے والا خوب ظاہر ہوتا ہے۔

اے ہمارے سردار اسمٰعیل! یہ آسمان ہے جس کی چاند اور کہکشائیں دوامی ہیں۔

اسمٰعیل ہمیشہ حق کے مددگار رہے ہیں اور میں آپ کے احسان حق پر ہمیشہ مدح سرا ہوں۔

حامد المحضار

تقریظ

علامۃ الزمان، رئیس اہل العرفان، حدیدۃ میں سادات حنفیہ کے مفتی

الشیخ محمد بن عبداللہ عاموہ السندی رحمہ اللہ تعالیٰ

یہ تقریظ ایک مستقل تالیف کی حیثیت اختیار کر گئی۔ اللہ تعالیٰ اس کے فوائد کثیر فرمائے۔

آمین

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جب ہم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو اس نے ہمیں انبیاء کرام کی بارگاہ میں جانے اور التجا کرنے کی راہ دکھائی۔ ہمیں اپنے منتخب بندوں سے استغاثہ، استعانت، توسل اور توجہ کی شاہراہ سمجھائی۔ اپنے دوستوں سے دشمنی کرنے والوں کو جنگ کے لئے للکارا۔ اپنے پرہیزگار بندوں میں سے برگزیدہ لوگوں کی عظمت کو نکھارا۔ ہمیں نبی اکرم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنے سے روکا۔ عام طریق پر آپ کو بلانے سے منع کیا۔ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اپنی آواز پست رکھنے والوں کی خوب تعریف فرمائی۔ یہ سارے احکام اپنے محبوب ﷺ کی تکریم، تشریف اور تعظیم کو ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے۔

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤: ٦٤

ترجمہ: اور یہ لوگ جب اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھے تھے اگر آپ کے پاس حاضر ہوتے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور ان کے لئے رسول کریم ﷺ بھی مغفرت طلب کرتے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا پاتے۔

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ و یتخذ ما ینفق قربٰت عند اللّٰہ وصلوٰت الرسول ط الآ انھا قربۃ لھم سیدخلھم اللّٰہ فی رحمتہ ط ان اللّٰہ غفور رحیم ﴾

القرآن الحکیم التوبہ ۹:۹۹

ترجمہ : اور جو وہ خرچ کرتے ہیں اسے قرب الٰہی اور رسول اکرم ﷺ کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اللہ ﷻ ضرور ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ بے شک اللہ ﷻ غفور رحیم ہے۔ نیز حدیث قدسی صحیح میں اپنے نبی اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے ارشاد فرمایا:

من عاد لی ولیًا فقد آذنتہ بالحرب

الصحیح البخاری ، الرقاق ۳۸ ابن ماجہ ، الفتن ۱۶

ترجمہ: جس شخص نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی میں نے اس سے اعلان جنگ کیا۔

اس طرح ارشاد فرمایا:

﴿ یآیھا الذین امنوا اصلوا علیہ وسلموا تسلیما ﴾

القرآن الحکیم الاحزاب ۳۳:۵٦

ترجمہ : اے ایمان والو! ان پر درود بھیجو اور خوب سلام پڑھو۔

اس طرح ارشاد فرمایا

﴿ یآیُّھا الذین اٰمنُوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوتِ النبیّ ولا تجھروا لہ بالقول کجھرِ بعضکم لبعضٍ ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ﴾

القرآن الحکیم الحجرات ۴۹:۲

ترجمہ : اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح ایک دوسرے کے ساتھ زور سے بات کرتے ہو۔ (اس بے ادبی سے) کہیں تمہارے اعمال نہ ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

اس طرح ارشاد فرمایا:

﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴾

القرآن الحکیم النور ۲۴:۶۳

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسے نہ بنا لو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

القرآن الحکیم الحجرات ۴۹:۳

ترجمہ: بے شک جو اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے مختص کر لیا ہے۔ انہی کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے یہ تکریم حمید کتنی جلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد مجید کس قدر ارفع ہیں۔ یہ تکریم وارشاد کسی حالت اور وقت کے لئے نہیں ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ آپ کی دونوں حالتیں حیات اور ممات برابر ہیں اور یہ کہ جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے کرتا ہے اور اس میں تنبیہ ہے کہ مدعو و مسئول وہ ہے۔ بندہ نہیں۔

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ ○

القرآن الحکیم ق ۵۰:۳۷

ترجمہ: بے شک اس میں نصیحت ہے اس شخص کے لئے جو صاحب دل ہو یا متوجہ ہو کر کان لگا کر سنے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ لاشریک ہے موجودات میں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے حکم دیا کہ فقط اُس کی عبادت کی

جائے اور وعدہ فرمایا کہ جب کوئی
اس کو پکارے تو وہ جواب عطا فرماتا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ داعی بنفسہ ہو یا اس کی بارگاہ میں اس کے اولیاء واصفیاء کا توسل پیش فرمانے والا ہو۔

اس میں اشارہ ہے کہ فاعل مختار فقط وہی ہے۔ اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں وہ فوت شدہ ہو یا قید حیات میں ہو۔ مدعو، مسئول اور مقصود صرف وہی ہے۔

اے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا ہے اور بہکا دیا ہے۔ نبی اور ولی مدعو اور مسئول ہے کوئی غیر نہیں۔ غور کر، اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور خوف کھانے والا ہے۔

کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا، جس نے اپنی خواہشات نفسانیہ کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔ اس کے کان اور آنکھ پر مہر لگا دی ہے۔ اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اب اسے اللہ تعالیٰ کے بعد کون ہدایت دے گا۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار، ہمارے نبی، ہمارے رب کی طرف ہمارا وسیلہ عظمیٰ، بشارت دینے والے، ڈرانے والے، چمکنے اور چمکانے والے سورج، اولاد آدم کے علی الاطلاق سردار، بلا اختلاف افضل المرسلین، صاحب شفاعت کبریٰ، صاحب مقام محمود، صاحب لواء الحمد، صاحب حوضِ مورود، جن کو راضی کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝

القرآن الحکیم الضحیٰ ۹۳: ۵

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

ابو الطاہر، یا ابو طیب، یا ابو القاسم، محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم اس کے بندے، اس کے رسول، اس کے منتخب، اس کے خلیل۔ جب آدم علیہ السلام روح اور بدن کے مرحلہ میں تھے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام پیدا نہ کئے

جاتے۔ نہ فرشتوں میں سے کوئی ان کو سجدہ کرتا۔ جس طرح صاحب فتوت امام بیھقی نے اسناد صحیح کے ساتھ اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے۔

ان خصوصیات کی معرفت فقط علماء کو ہے۔ ان سے انکار فقط ظالموں کو ہے۔ اگر وہ عقل سے کام لیں تو یہ ارشاد گرامی کافی ہے۔

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الانفال ۸:۳۳

ترجمہ : اور اللہ ﷻ انہیں عذاب نہیں دے گا اس حال میں کہ آپ ان میں تشریف فرما ہوں۔ اور اللہ ﷻ ان کو عذاب دینے والا نہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّم

صلوٰۃ سلام ہمیشہ، مستقل، جب تک آسمان و زمین ہیں، اور سنت و فرض قائم ہیں اور جب تک اللہ ﷻ بعض لوگوں کو بعض سے دفع کرے۔ اور آپ کے شرف تعظیم اور تمجید کی جہت سے بڑھائے۔ جو اپنی ضروریات میں اللہ ﷻ کی بارگاہ میں آپ کا توسل پیش کرے اس کے لئے متوسل ہیں اور جو اپنے اُمور کی آسانی میں مدد طلب کرے اس کے لئے مددگار ہیں۔

اور درود و سلام ہو آپ کی آل اور اصحاب پر جو آپ کے توسل سے بارش طلب کرتے تھے تو ان کو بارش ملتی تھی۔ دشمنوں پر آپ کے توسط سے فتح طلب کرتے تو ان کی مدد کی جاتی۔ وہ اپنی حاجات کی برآری میں آپ سے توسل کرتے تھے۔ یہ اللہ ﷻ کے پرہیزگار دوست تھے اور حالت احسان سے متصف تھے۔

خبردار یہ اللہ ﷻ کے دوست ہیں۔ انہیں نہ خوف ہے اور نہ غمزدہ ہوں گے۔

مجھے سیدی، شیخ جلیل، علامہ نبیل، محقق و مدقق السید مطھرین مھدی غربانی رحمہ اللہ تعالی نے اپنے بھائی، عظیم عالم، سیدی شیخ، علامہ، عالم ربانی سید

ضیاء اسمعیل بن مهدی غربانی رحمه الله تعالیٰ کی کتاب **اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت** عطا کی۔

یہ کتاب کیا تھی، شعائیں برسانے والا سورج تھا۔ اس کی دلیلیں دن کی روشنی سے زیادہ روشن ہیں۔ اس کے حوالے اس قدر ضیاء بار ہیں کہ قریب ہے کہ ان کی روشنی آنکھوں کی بینائی اُچک لے۔

بے شک اس میں اہل بصیرت کے لئے عبرتیں ہیں۔

مصنف رحمه الله تعالیٰ نے قرآن حکیم کی آیات سے استدلال کیا ہے اور اس ذات اقدس کی سنت پر اعتماد کیا ہے جو اہل ایمان کے لئے رؤف ورحیم ہیں۔

یہ سب کچھ خوب روشن ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے جسے چاہتا ہے اسے اس سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

سنت نبوی بصیرت افروز دلیل ہے جو کبھی نہیں مٹ سکتی۔ ایسی روشنی حجت ہے جو کبھی مغلوب نہیں ہوسکتی۔ ایک ایسی سیدھی راہ ہے جس پر چلنے والے کی منزل تک رسائی یقینی ہے اور ایسا کیونکر نہ ہو جب کہ اس سنت شریف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

۞ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ۞

القرآن الحكيم النجم ٥٣ : ١٠

ترجمہ: پس اللہ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔

اور

۞ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۞ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۞

القرآن الحكيم النجم ٥٣ : ٤-٣

ترجمہ: اور وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں۔ یہ نہیں ہے مگر وحی جو ان کی طرف کی

جاتی ہے۔

اس سیدھی راہ پر چلنے والے! اس کو لازم جان۔

اس صراط مستقیم پر گامزن ہونے والے! اس کو ضروری جان۔

اسے مت چھوڑ، اس کو بہترین اخذ کرنے والا بن، اس کو چمٹ جا اور اس کو خوب مضبوطی سے تھام

اس کے مفاہیم میں نگاہوں کو بار بار لوٹا۔ اس کے احکام کی بنیادوں میں خوب غور و فکر کر۔ تو اس نتیجہ پر پہنچے گا جس سے بڑے بڑے علماء عاجز ہیں بڑے بڑے جید سکالر بھی اس پر قادر نہیں۔

کیا اسلوبِ حکیم ہے۔ ترتیب عجیب ہے۔ سلاستِ لفظ ہے۔ حسن ترکیب ہے۔ قوتِ مبنی ہے، عمدگی معنی ہے، حکمتِ بالغہ اور قولِ رشید ہے۔

اس میں صاحبانِ عقل اور اخلاص سے توجہ دینے والوں کے لئے نصیحتیں ہیں واہ واہ! کتنی خوبصورت کتاب ہے۔ اس نے سرکش، مخالف دشمن کی خوب باگ کھینچی ہے۔ اور مسلمانوں کو کافر کہنے والوں کی خوب پیٹھ کاٹی ہے۔ اس نے راستہ نکھار دیا ہے۔ راہ روشن کر دی ہے۔ سب کو ظاہر کر دیا ہے۔ دلیل کو واضح کر دیا ہے۔

اے صاحبِ بصیرت و دانش اس میں غور و فکر کر۔ جب اللہ تعالیٰ کی ہستی آ جائے تو عقل والوں کی عقل باطل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ حکم ماننے کے زیادہ حقدار ہیں۔

اگر مندرجہ بالا امور تجھے کافی نہیں تو سن جو ہم کہتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند میں وارد کیا ہے۔

ایک شخص آشوبِ چشم میں مبتلا تھا۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ یہ شخص اپنی آنکھوں کی شفاء چاہتا تھا۔

اس کی عرضداشت سن کر طبیب عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ بِنَبِیِّکَ الطَّاهِرِ الطَّیِّبِ اِشْفِ بَصَرِیْ

مسند احمد بن حنبل ، ٤:١٣٨

تو کہہ، اے اللہ تعالیٰ! اپنے طاہر وطیب نبی ﷺ کے تصدق سے میری آنکھوں کو شفاء عطا کردے۔

فوت شدگان سے توسل کو ناجائز کہنے والا اگر کہے، یہ توسل تو حالت زندگی میں تھا۔
تو اس سے کہہ کہ بعد الوفات توسل کے بارے اس روایت کو سنے۔

امام بیہقی ، ابو نعیم اور طبرانی رحمهم اللّٰه تعالٰی سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

ایک شخص بار بار اپنی کسی حاجت کے بارے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تھا۔ مگر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے نہ ہی اس کی حاجت سنتے۔ اس شخص کی ملاقات سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رویہ کی شکایت کی۔

تو سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا!

اچھے انداز سے وضو کرو، پھر مسجد جاؤ اور دو رکعت نفل ادا کرو، پھر کہو

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ.

مسند احمد بن حنبل ، ٤:١٣٨

ترجمہ : اے اللہ! میں تیرے نبی محمد ﷺ، نبی رحمت ﷺ کے توسل سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں۔

اے اللہ !ان کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔

اس شخص نے اس نصیحت پر عمل کیا پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے

پر آیا۔ دربان آیا۔ اس شخص کو **سیدنا عثمان غنی** رضی اللہ عنہ پر پیش کیا آپ نے اس کی حاجت پوری کردی اور فرمایا!

مَا کَانَ لَکَ مِنْ حَاجَۃٍ فَاذْکُرْھَا.

تیری جو بھی حاجت ہو مجھ سے ذکر کیا کر۔

یہ شخص وہاں سے نکلا تو اس کی ملاقات **سیدنا عثمان بن حنیف** رضی اللہ عنہ سے ہوئی ان سے عرض کی۔ اللہ عزوجل آپ کو بہترین جزا دے۔ وہ میری ضرورت کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اور نہ ہی میری جانب نظر کرتے تھے۔ آپ کا نصیحت کردہ طریقہ کام آیا۔ **سیدنا عثمان بن حنیف** رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے کیا طریقہ بتایا۔ میں نے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ کی خدمت اقدس میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا۔ اس نے اپنی بینائی کے زائل ہونے کی شکایت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وہی دعا تعلیم فرمائی۔

شفاء السقام، ١٦٨

اب آنکھ والے کے لئے معاملہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ فوت شدگان سے توسل کو ناجائز کہنے والے اور توسل کرنے والے کو کافر قرار دینے والے سے پوچھ۔ کیا عظیم المرتبت صحابی نے اس شخص کو کافرانہ عمل کی نصیحت کی؟

سبحان اللہ۔ یہ تو بہتان عظیم ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے **دلائل النبوہ** میں اور **ابن شیبہ** رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا۔ تو **سیدنا بلال بن الحارث** رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور عرض کی:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

اِسْتَقِ لِاُمَّتِکَ فَاِنَّھُمْ ھَلَکُوْا.

اپنی امت کے لئے بارش طلب کیجئے ورنہ وہ ہلاک ہو گئے۔

تونبی اکرم ﷺ ان کی خواب میں تشریف لائے اورارشادفرمایا:

اِئتِ عُمَرَ فَاقْرِاْہُ مِنّیِ السَّلامَ وَ خَبِرْہُ اِنَّھُمْ یُسْقَوْنَ

سیدنا (عمر) رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ۔ان کو میرا اسلام دواور خبر دو کہ ان کو بارش عطا کی جائے گی۔

الاستیعاب، ۲:٤٦٤

یہ خواب سے استدلال نہیں ہے۔ یہ صحابی جلیل کے عمل سے استدلال ہے کہ وہ قبرانور پر حاضر ہوئے۔ندا کی اور بارش طلب کی۔

یہ بڑا واضح ثبوت اور پختہ دلیل ہے اس شخص پر جو اس توسل سے منع کرنے والا ہے اور توسل کرنے والے کی تکفیر کرنے والا ہے۔ایسا شخص یقیناً صراط مستقیم سے بھٹک گیا ہے۔

رہا آپ ﷺ کے اسم سامی اور آپ کے آثار سے برکت کا حصول،توابن سنی اور قاضی عیاض رحمہما اللہ تعالی نے الشفا میں اوران کے علاوہ دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سو گیا تو آپ سے کہا گیا:

اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ

اپنے محبوب ترین شخصیت کا ذکر کر۔

تو آپ نے کہا: **یا محمد** ﷺ

یہ کہتے ہی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے گویا بندھی ہوئی گرہ کھل گئی۔

الادب المفرد، ٦٧

ابن سنی نے اپنی کتاب عمل الیوم و اللیلة میں باب ''مَا یَقُوْلُ الرَّجُلَ اِذَا خَدِرَتْ رِجْلُهٗ'' میں روایت کیا ہے۔

ایک شخص کی ٹانگ سن ہو گئی تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے تعلیم فرمائی کہ

نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی سے برکت حاصل کرو۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا تو اس کی ٹانگ صحیح ہو گئی۔

عمل الیوم واللیلۃ، ۸۹

صحیح مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طویل روایت ہے۔

جب نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرمایا تو مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ بچے اور خدام سڑکوں پر نکل آئے، وہ پکارتے تھے:

یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ

الصحیح المسلم، الزہد ۷۵

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث روایت ہے۔

آپ نے ایک سبز جبہ نکالا اور فرمایا: اس جبہ کو نبی اکرم ﷺ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ ہم اس کو پانی میں بھگوتے اور اس پانی سے مریضوں کے لئے شفاء طلب کرتے تو ان کو شفا مل جاتی تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے **سیدنا ابو جحیفہ** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

نبی اکرم ﷺ دوپہر کے وقت سنگریزوں والی زمین کی طرف نکلے۔ وضو فرمایا۔ پھر ظہر کی دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ پھر عصر کی دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ چھونے لگے۔ اور اپنے چہروں کے ساتھ مس کرنے لگے۔

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

میں نے بھی نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ تھاما اور اپنے چہرہ پر رکھا۔

فَاِذَا ھِیَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَ اَطْیَبُ مِنْ رَائِحَۃِ الْمِسْکِ

آپ ﷺ کا دست اقدس برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور مشک کی خوشبو سے

زیادہ خوشبودار تھا۔

الصحیح البخاری، المناقب ۳۵۵۳

نبی انور ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ تو **سیدنا عبداللہ بن زبیر** رضی اللہ عنہ نے خون نوش فرمایا۔

الزرقانی علی المواہب، ۴:۲۳۰

سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کا بول مبارک پیا تو آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے ام ایمن۔ آپ نے صحیح کیا۔ یا فرمایا: یہ صحت ہے۔

الزرقانی علی المواہب، ۴:۲۳۱

نبی اکرم ﷺ کی بعد از وفات ندا، تو **امام بخاری** رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے:

جب نبی اکرم ﷺ نے وصال فرمایا تو **سیدہ خاتون جنت** رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

یاابتاہُ اجابَ رَبًّا دَعاہ۔ یاابتاہُ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاہُ. یا اَبَتَاہُ اِلٰی جِبْرِیْل نَنْعاہُ

اے والد گرامی! آپ نے پروردگار عالم کی دعوت کو لبیک کہا۔

اے والد گرامی۔ جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ ہے۔

اے والد گرامی۔ ہم جبرائیل سے اس دکھ کا اظہار کرتے ہیں۔

الصحیح البخاری، المغازی ۴۴۶۲

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں **سیدنا انس** رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

آقائے دوجہاں ﷺ کی رحلت کے بعد **سیدنا ابو بکر صدیق** رضی اللہ عنہ حاضر

ہوئے۔ چشمانِ مقدس کے درمیان بوسہ دیا، اپنے دونوں ہاتھ کنپٹیوں پر رکھے اور گویا ہوئے:

وَانَبِیَّاہُ. وَاخَلِیْلَاہُ . وَاصفِیَاہُ

اے نبی اکرم ﷺ! اے پیارے دوست! اے برگزیدہ پیغمبر!

مسند احمد بن حنبل ۲۲۰_۲۱:٦۰

غــزوہ بــدر میں قریش مقتولوں کے لاشے ایک کنویں میں پھینکے گئے۔ بعد ازاں نبــی اکــرم ﷺ اس کنویں کی منڈیر پر تشریف لائے اور ان کو ان کے آباء اجداد کے نام سے پکارنے لگے۔

صحابہ کرام نے عرض کی:

آپ مردوں کو پکارتے ہیں؟

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَااَنۡتُم بِاَسۡمَعَ مِنۡھُمۡ وَلٰکِنۡ لَا یُجِیۡبُوۡن

تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو مگر وہ جواب نہیں دے سکتے۔

اسے امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے روایت فرمایا ہے۔

الصحیح البخاری ، المغازی٣٩٧٦

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی روایت کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ جب سرزمین مدینہ کی قبور سے گزر فرماتے تو یوں گویا ہوتے:

اَلسَّلَامُ عَـلَیۡکُمۡ یَا اَھۡلَ الۡقُبُوۡرِ. یَغۡفِرُاللّٰہُ لَنَا وَلَکُمۡ اَنۡتُمۡ سَلَفُنَا وَ نَحۡنُ بِالۡاَثَرِ

اے صاحبان قبور! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری بخشش فرمائے۔ تم پہلے چلے گئے۔ اور ہم بھی تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔

الجامع الترمذی ،۱۰۵۹

بلکہ نبی محتشم ﷺ نے تو جمادات کو بھی پکارا اور خطاب فرمایا:

امام ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے **اپنی سنن** میں **سیدنا ابن عمر** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نبی انور ﷺ جب سفر فرماتے۔ رات آجاتی تو ارشاد فرماتے:

یا ارضُ. رَبِّیْ وَرَبُّکِ اللّٰہُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّکِ وَ شَرِّ مَافِیْکِ وَ شَرِّ مَا خُلِقَ فِیْکِ وَ شَرِّ مَا یَدُبُّ عَلَیْکِ.

اے زمین! تیرا رب اور میرا رب اللہ ﷻ ہے۔ میں تیرے شر سے اور ہر اس چیز کے شر سے جو تجھ پر ہے، ہر اس چیز کے شر سے جو تجھ میں پیدا کی گئی اور ہر اس چیز کے شر سے جو تجھ پر رینگتی ہے اللہ ﷻ کی پناہ میں آتا ہوں۔

سنن ابی داؤد، الجہاد ۷۵

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے **اپنی مسند** میں روایت کیا ہے۔

مسند احمد بن حنبل، ۲:۱۲۲، ۲۷۲۵

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے **اپنی سنن** میں روایت کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ جب نئے چاند کو دیکھتے تو فرماتے۔

رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ

تیرا اور میرا رب اللہ ﷻ ہے۔

الجامع الترمذی، الدعوات ۵۰

مگر افسوس نداء کو ناجائز کہنے والا کیا کہتا ہے؟ اس کے لئے کون سا شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ ذکر کردہ احادیث اس قول کے بطلان کو بانگ دہل بیان کرتی ہیں کہ

اموات و جمادات کو خطاب و نداء (**معاذ اللہ تعالیٰ**) شرک و عبادت نہیں

ہے۔

کیا ان نداؤں سے نبی اکرم ﷺ نے (العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ) شرک کا ارتکاب کیا ہے؟ یا غیر اللہ کی عبادت کی ہے؟

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ مت باندھو۔ وگرنہ اس کا عذاب تمہارے پرخچے اڑا کر رکھ دے گا مگر جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

کیا کسی صاحب اسلام کے لئے روا ہے کہ اس نداء وخطاب کے فعل کو شرک کہے۔ حالانکہ اس کا صدور نبی اکرم ﷺ سے ہوا ہے جو وحی ربانی کے بغیر کلام نہیں کرتے۔

سبحان اللہ۔ یہ تو بہتان عظیم ہے۔

خدا کی قسم۔ یہ امر تو جنون سے بھی کئی درجات بلند ہے۔

ہر نداء ہرگز عبادت نہیں۔ جس طرح ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ وگرنہ زندہ اور مردہ دونوں کو نداء کرنا ناجائز ہوتا۔

ہاں وہ نداء عبادت ہے جس سے مُنادی، مُنادی میں صفت الوہیت مانے۔ اسے عبادت کے لائق ٹھہرائے۔ اس کی جانب راغب ہو۔ اور اس کے روبرو خضوع کا اظہار کرے۔

مگر وہ نداء جس میں الوہیت اور تاثیر حقیقی کا اعتقاد نہ ہو ہرگز عبادت نہیں اگرچہ یہ نداء جمادات اور اموات کو کیوں نہ ہو۔ ضیا بار سنت مطہرہ کی دلالت اسی پر ہے۔

کاش مجھے معلوم ہوتا! زندہ اور فوت شدہ سے توسل میں کیا فرق ہے؟ جس طرح ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔

جب اشیاء کا موجد اور فاعل حقیقی فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی قادر مطلق ہے۔ اس کی طرف سے نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی توفیق ہے۔

تو یہ تفریق تو اس امر کا وہم ڈالتی ہے کہ فرق کا قائل اعتقاد رکھتا ہے کہ زندہ میں تاثیر ہے اور زندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔

ہم اہلسنت نہ تو اس کے قائل ہیں نہ اس قول کو پسند کرتے ہیں۔ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ نہ زندوں میں تاثیر ہے نہ مردوں میں۔ مؤثر حقیقی **فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد** ہے۔ جو گناہوں کی کمزوریوں اور سینہ میں پوشیدہ امور سے بھی باخبر ہے۔ بندہ کے افعال اللہ ﷻ کی مخلوق ہیں۔ اس امر میں وہ یکتا ہے۔ لاشریک ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

۞ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۞

القرآن الحکیم الصّٰفّٰت ٣٧:٩٦

ترجمہ: حالانکہ اللہ ﷻ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ صَانِعُ کُلِّ صَانِعٍ وَ صَنْعَتِهٖ

مستدرك للحاکم، ١:٣١ کنز العمال، ١٣١٩

جمع الجوامع، ٤٨٧٠ الدر المنثور، ٥:٢٧٩

تفسیر قرطبی، ١٥:٩٦ الاسماء و الصفات، ٣٦

ترجمہ: اللہ ﷻ ہی ہر صانع اور اس کی ہر صنعت کا خالق ہے۔

ان لوگوں کا کیا نقصان ہے اگر اللہ ﷻ اپنے فضل سے ان لوگوں کی حاجات کو پورا فرمادے جو اس کی بارگاہ میں اس کے انبیاء کرام کا توسل پیش کریں یا شفاعت پیش کریں یا استغاثہ کریں۔ چاہے ان کی زندگی میں ہو یا بعد از زندگی۔ کیونکہ مدعو حقیقی تو وہی ہے۔ لاشریک ہے۔ نبی نہ مدعو حقیقی ہے نہ مسئول حقیقی ہے وہ تو مسئول بہ ہے۔

اور یہ امر بڑا واضح ہے۔

سیدنا اسمعیل علیہ السلام کی والدہ **سیدہ ھاجرہ** رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔

فَهَلْ عِنْدَکَ غَوَاثٌ؟

کیا تمہارے پاس کوئی مددگار ہے؟

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ

الحاصل۔ مستغاث حقیقی تو فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ ولی اور نبی تو مُسْتَغِیْث اور مُسْتَغَاث کے درمیان واسطہ ہیں۔ مُسْتَغَاث بہ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے خلقاً اور ایجاداً وہی غوث ہے۔ نبی اور ولی تو مُسْتَغَاث بہ مجازی ہیں اور سبب وکسب کی جہت سے مُسْتَغَاث بہ ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ﴾

القرآن الحکیم الانفال ۸:۱۷

ترجمہ: خلق اور ایجاد کے اعتبار سے آپ نے سنگریزے نہیں پھینکے۔ آپ نے تو سبب اور کسب کی جہت سے سنگریزے پھینکے۔ خلق اور ایجاد کی جہت سے تو اللہ تعالیٰ نے سنگریزے پھینکے۔

اسی انداز میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ﴾

القرآن الحکیم الانفال ۸:۱۷

ترجمہ: (خلقاً اور ایجاداً) تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے قتل کیا۔

نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

مَا اَنَا حَمَلْتُکُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ حَمَلَکُمْ

الصحیح البخاری، خمس ۱۵ الصحیح للمسلم، ایمان ۷۔۹

النسائی ایمان، ۱۵ ابن ماجه کفارات، ۷

ترجمہ: تمہیں میں نے نہیں اُٹھایا بلکہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اُٹھایا۔

سنت شریفہ میں کثرت حقیقت کا بیان ہے۔ قرآن حکیم میں بڑی کثرت سے فعل کی مکتسب کی طرف اضافت ہے اور مجازاً اس کی طرف اسناد ہے۔

جس طرح نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَنْ یُّدْخِلَ احدکُمُ الْجَنَّةَ بعملِه

الصحیح البخاری ، رقاق ۱۸۔مرضی ۱۹

الصحیح للمسلم ، منافقین ۷۲۔۷۵۔۷۷۔۷۸

ترجمہ : اللہ ﷻ تم میں سے کسی کو بھی اس کے عمل سے جنت میں داخل نہیں فرمائے گا۔ حالانکہ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

اُدْخُلُوا الْجنَّةَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

القرآن الحکیم النحل ۳۲:۱٦

ترجمہ : جنت میں داخل ہو جاؤ ان (نیک اعمال) کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔

آیت کریمہ نے سبب عادی بیان کیا ہے جس میں تاثیر حقیقی نہیں۔ حدیث نے سبب حقیقی بیان کیا ہے اور وہ اللہ ﷻ کا فضل ہے۔

قصہ مختصر لفظ استغاثہ کا اطلاق اس شخص کے لئے جس سے مدد حاصل ہو۔ اگر کسب کے اعتبار سے ہو تو امر معلوم ہے۔ اس میں لغوی اور شرعی اعتبار سے کوئی شک نہیں ہے۔

جب آپ اَغِثْنِیْ یَا اَللّٰہ کہیں تو اس سے خلق اور ایجاد کے اعتبار سے اسناد حقیقی کا ارادہ ہوتا ہے۔ اور جب اَغِثْنِی یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ کہیں یا اَغِثْنِیْ یَا وَلِیَّ اللّٰہ کہیں تو کسب توسط اور تسبب شفاعت کی جہت سے اسناد مجازی کا ارادہ ہوتا ہے۔

شفاعت کے باب میں بخاری شریف میں موجود ہے۔ وہ اسی طرح ہونگے۔

اِذا سْتَغَاثُوْا بِاٰدَمَ ثُمَّ بِمُوْسٰی ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ

تب وہ **سیدنا آدم** علیہ السلام **پھر سیدنا موسیٰ** علیہ السلام **پھر سیدنا محمد** ﷺ سے استغاثہ کریں گے۔

الصحیح البخاری ، الانبیاء ۳۳۴۰

نظر بصیرت سے دیکھ کہ اس فرمان عالی شان میں استغاثہ کی انبیاء کی طرف

نسبت مجازی ہے۔ کیونکہ حقیقی مستغاث تو اللہ تعالیٰ ہے۔

کسی فعل کا نبی یا ولی کی طرف اسناد مجاز عقلی کے قبیل سے ہے جو لسان شرع میں کثیر اور عام ہے۔

عجیب ترین امر یہ ہے کہ یہ منکرین اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور جمادات کی طرف اسناد کرنے سے وحشت زدہ نہیں ہوتے نہ ہی اس سے غضبناک ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے ڈاکٹر المانی نے نفع دیا۔ یونانی دوا اور شربت نے میرے معدہ کی اصلاح کر دی۔ یونانی سرمہ نے مجھے نقصان دیا۔

مگر جب اس نوعیت کی اسناد سید المرسلین امام المتقین اور رحمت للعلمین یا اولیاء مقربین کی طرف سے سنتے ہیں تو گویا قیامت قائم ہو جاتی ہے۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ ان کے نتھنے پھول جاتے ہیں ان کا انکار شدت اختیار کر جاتا ہے۔ اور اس کے قائل پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ حالانکہ کفر کے وہ خود زیادہ حقدار ہوتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ كَفَّرَ مُسْلِمًا فَقَدْ كفر

الصحیح للمسلم، ایمان ۱۱۱ مسند احمد بن حنبل، ۲۳:۲ـ۰ـ۲ـ۲

ترجمہ : جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا۔ وہ خود کافر ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں سیدھی راہ پر چلائے۔ اور سنت کی راہ پر گامزن رہنے کی توفیق دے۔ وہ توفیق عطا کرنے والا ہے۔

اپنے مولا کی بخشش کا امیدوار

محمد بن عبداللہ

بن علی عامرہ السندی الحدیدی

٢٣-٠-١٣١٠

تقریظ

شیخ ہمام عماد الاسلام یحی بن احمد بن محمد بن حسان رحمہ اللہ تعالیٰ

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

میں نے حجۃ الاسلام علامہ سید اسمعیل الغربانی کی تصنیفِ لطیف **نفس الرحمن** کو دیکھا۔ یہ دلائل کی شمشیرِ بے نیام ہے اور شواہد کا چمکتا سورج ہے۔ میں نے بے ساختہ کہا۔

نفس الرحمن پر اعتماد کر۔ یہ حق کی طرف سے ایک خاموش کر دینے والی کتاب ہے۔ اگر آپ اس کا اعتراف کریں تو اس میں حق کفایت کرنے والا ہے اور اگر آپ اعتراض کریں تو یہ سر اڑا دینے والی تلوار ہے۔ اس میں حق کو ثابت کرنے والے دلائل ہیں، جن کو باطل کا علم بردار ہی رد کرے گا۔

تقریظ

عالم دیار حضرمیہ. حجۃ اللہ تعالٰی علی البریہ . صفوۃ السادات العلویین. مفتی تریم

السید محمد بن سالم بن حفیظ حفظ اللّٰہ و اطال بقاء ہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ ﷻ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندوں سے بعض کو مختص کیا۔ اپنی فرماں برداری کی توفیق دی۔ جن کو چاہا فضل سے نوازا اور اپنی مخلوق سے منتخب فرمایا۔ اپنے اولیاء کرام کو اپنی تائید و نصرت سے بہرہ مند کیا اور جنہوں نے ان سے عداوت کی ان سے اعلان جنگ کیا۔

درود و سلام ہو اللہ ﷻ کے حبیب ﷺ پر جو تمام مخلوق سے منتخب ہیں۔ وہ ہمارے سردار ہیں۔ قرآن حکیم نے ان کو خلق عظیم کا حامل قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ ان کی ہر طرح سے تعظیم کی جائے۔

آپ کے شرف تعظیم، تجیل اور تکریم کیلئے یہ ہی کافی ہے کہ اللہ ﷻ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا﴾

القرآن الحکیم الاحزاب ۳۳:۵٦

ترجمہ : بیشک اللہ ﷻ اور اس کے فرشتے اس نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبت سے) سلام عرض کیا کرو۔

اے اللہ ﷻ! درود بھیج، رحمتیں بھیج اور برکتیں نازل فرما۔ آپ ﷺ پر، آپ کی پاکیزہ آل پر، آپ کے صحابہ پر اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ اے رحمت کرنے والے۔

اَمّا بَعد

اس امت محمد یہ میں ہمیشہ ایسے لوگ رہیں گے جو حق کو ظاہر کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے جھڑکیں گے اور ملحدوں کو زبانی تلواروں سے قطع کریں گے۔ اس راہ میں کچھ زبان سے جہاد کرنے والے ہیں۔ کچھ قلم اور بیان سے جہاد کرنے والے ہیں۔ اس میدان کے شہسواروں سے ایک علامہ محقق مدقق سید **اسمعیل بن مهدی غربانی** ہیں جو''**اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت**،، کے مصنف ہیں۔

انہوں نے افادہ کیا اور خوب کیا۔ مراد کو لائے اور خوب لائے۔ مقصود کو فصیح ترین عبارت سے واضح کیا۔ لطیف اشارے کئے۔ ان اولیاء کرام کے مقام رفیع اور جاہ وسیع کو خوب بیان کیا جس کی طرف قرآن حکیم کی بہت سی آیات نے اشارہ کیا۔

﴿ افمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ط لَا يَسْتَوٗنَ ﴾

القرآن الحکیم السجدہ ۳۲:۱۸

ترجمہ : تو کیا جو شخص ایماندار ہو وہ اس کی مانند ہوسکتا ہے جو فاسق ہو؟ (نہیں) یہ یکساں نہیں۔

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الجاثیہ ۴۵:۲۱

ترجمہ : یا برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں نے گمان کر رکھا ہے کہ ہم ان کو ایمان والوں اور صالحین کی طرح بنادیں گے کہ ان کی زندگی اور موت برابر ہوجائے۔ کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

یہ کیونکر نہ ہو جبکہ سارے جہانوں کا پروردگار اور ساری کائنات کو قائم کرنے والا مدد و نصرت کے اعتبار سے ان کے ساتھ ہے۔ ان کے ساتھ محبت کرنے والوں کا کفیل ہے۔ ان سے عداوت رکھنے والوں کے ساتھ جنگ کرنے والا ہے۔

یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے یکتا و بلند پروردگار کے لئے خالص اعمال کئے۔

مضبوط ترین راہ پر گامزن ہوئے۔ تقویٰ کا لباس زیب تن کیا۔ اللہ ﷻ ان سے راضی ہوا، ان کو راضی کیا اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنایا۔

قصہ مختصر

اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت جس کی خوشبو ہمیں **بلد یمان** کی جانب سے آئی ہے۔ ایک نفیس کتاب ہے جو ضیا بار حوالوں اور یقینی دلیلوں سے آراستہ ہے۔ حق کی جستجو کرنے والے کے لئے کافی اور سچ کی تلاش کرنے والوں کے لئے وافی ہے۔

ہر صاحب ایمان جو اپنے ایمان کو مضبوط کرنا چاہتا ہے اور انبیاء کرام، اولیاء کرام عظام، احبابِ خدا اور مقربین حق کے بارے میں اپنا عقیدہ صحیح کرنا چاہتا ہے وہ اسے ضرور پڑھے۔

مصنف علیہ الرحمۃ کو اللہ ﷻ جزاء خیر عطا کرے۔ امت محمدیہ میں اس کے امثال کثرت سے پیدا کرے۔ اس کتاب کا نفع تمام اہل ایمان کے لئے عام کرے۔

اپنے مولا کا محتاج

محمد بن سالم بن حفیظ بن الشیخ ابی بکر

بن سالم

علوی حسینی، حضرمی

دس محرم ۱۳۸۰

عدن

تقریظ

علامہ ، محدث شہیر ،سادات مالکیہ کے ایک سرکردہ عظیم عالم

السید محمد المکی الشنقیطی اطال اللہ عمرہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اہل محبت پر فیض، احسان اور انعام کی بارش کرنیوالا ہے۔اہل مودت کو جواہر عرفان ،خلعت توفیق اور معونت ورضوان عطا فرمانے والا ہے۔

ان احباب کو بنی نوع انسان میں وہ رفعت اور علوشان نصیب ہوئی جو قلبی گمان سے وراء ہے اور جس کی توصیف زبان سے ممکن نہیں ہے۔اور یہ معیت رحمٰن ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں وارد ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے اور جسے یہ معیت حق حاصل ہو اس کے قلب وزبان پر ہدایت ونور کے سورج روشن رہتے ہیں۔باطل کی ظلمتیں منہدم ہو جاتی ہیں اور ذلت ورسوائی کی دلدل میں لتھڑی رہتی ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔وہ بہت مہربان ہے۔اس نے انسان کو پیدا کیا اور دولت بیان سے نوازا۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ساری مخلوق فرشتوں ،جنوں اور انسانوں سے افضل ہیں۔

اے اللہ تعالیٰ ہمارے سردار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل رحمتیں نازل فرما۔

جن کے توسل سے یہ گرہیں کھلتی ہیں۔مصائب دور ہوتے ہیں۔حاجات پوری ہوتی ہیں۔پسندیدہ چیزیں اور حسن خاتمہ میسر آتا ہے۔آپ کے چہرہ اقدس کے توسل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

اور آپ کی پاکیزہ ، پاکباز آل پر (درودوسلام) اور آپ کے تمام صحابہ پر قیامت تک ایام کائنات کے برابر۔میں نے علامۃ المحقق ، فہامۃ المدقق ،حبر العلیم، سراج العظیم، بدر الکواکب، نجوم آل الکرام، جوہرۃ تاج علماء اعلام ،مولانا السید اسمعیل الغربانی رحمہ

اللہ تعالیٰ کی تصنیف اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت کا مطالعہ کیا۔
اللہ ﷻ آپ کی زندگی سے اسلام کو نفع دے۔
وہ بے شک سننے والا، قریب اور دعا قبول کرنے والا ہے۔
بے شک اس موضوع پر بڑے بڑے علماء کرام نے قلم اٹھایا۔ مختصر اور طویل قیمتی کتابیں لکھیں مگر "اولیاء کرام کی خداداد عظمت و جلالت" اپنی کمیت کے صغر اور قلت فصول کے باوجود ان سے سبقت لے گئی۔ اس کی کسی بھی فصل کو پڑھا جائے، آپ دیکھیں گے کہ مصنف نے دلکش و دلربا دھاگا میں قیمتی موتی پرو دیئے ہیں۔ لفظ و ترتیب کی جہت سے، معنی جامع کی جہت سے، روشن دلیلوں کی جہت سے، روشن حوالوں کی جہت سے کاٹ دینے والی حجتوں کی جہت سے۔
ان دلائل نے اس مخلوط گروہ کے دعوؤں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے جن کے مقدر میں ضیاء بار نصوص شرعیہ سے سراب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اور جھوٹے پارہ کے سوا کچھ نہیں۔
اس نے چٹیل میدان بنا دیا ہے۔ جس میں نہ کوئی ٹیڑھ ہے نہ کمزوری، حق آ گیا اور باطل غائب ہو گیا۔
بلا شک و شبہ یہ رسالہ حد بعید کے موافق ہے اور نہایت عمدہ ہے۔
اگر اس موضوع پر قلم اٹھانے والے اس رسالہ کے طریق کو اپنا ئیں اور اپنی تصنیفات میں اس سیدھی اور پختہ راہ پر چلیں۔ تو میں ان کی خدمت میں اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ثناء جذیل اور شکر جمیل کا ہدیہ پیش کرتا ہوں۔
میں اللہ ﷻ سے اس کے احباب کے توسل سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں اور ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور قیامت کے روز انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے زمرہ سے اٹھائے۔
بے شک وہ جو چاہے اس پر قادر ہے اور قبولیت کے زیادہ لائق ہے۔
غنی اللہ ﷻ کا محتاج محمد المکی الشنقیطی ۱۳۶۱ ہجری

تقریظ

علامہ محقق، نحریر مدقق، سادات شافیعہ کے سرکردہ علماء سے ایک عظیم عالم سابق قاضی عدن محمد بن داؤد البطاح حَفِظَهُ اللهُ

اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے نازل کردہ احکام پر ایمان لائے اور رسول اکرم ﷺ کی پیروی کی، ہمیں شاہدین کے ساتھ لکھ لے۔

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے جس نے عرفاء کے دلوں کو اپنے نور سے منور فرمایا اور احکام دین پر عمل کے لئے ان کے سینوں کو کشادہ کیا۔

اشرف الانبیاء والمرسلین **سیدنا محمد** ﷺ پر درود وسلام ہو اور آپ کے تمام اصحاب پر۔ میں نے صاحب الفضیلہ، علامۃ الغنی **السید اسمعیل بن مهدی الغربانی** کی کتاب "**اولیا کرم کی خداداد عظمت و جلالت**" کا مطالعہ کیا۔

اس رسالہ کی شان عظیم ہے۔ اس کے دلائل صحیح ہیں۔ اس کی اساس مضبوط ہے۔ اس کے مشمولات حق کو زندہ کرنے والے ہیں۔ باطل کو نیست و نابود کرنے والے ہیں۔ اس میں ایسے عقائد کا بیان ہے جس کی معرفت لازم ہے۔ اس میں ارباب عنائت میں سے علماء اہل السنت والجماعت کے افکار ہیں۔ اس میں اس ذات اقدس کے حقوق کا بیان ہے جن کو دنیا میں اللہ عزوجل نے اپنی ساری رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور آخرت میں اپنی شفاعت کے لئے۔

یہ کتاب اللہ عزوجل اور یوم آخرت سے پر امید شخص کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ گمراہ اور پریشان کے لئے حجۃ البالغہ اور مرشد کامل ہے۔ اس کی عبارات قابل فہم ہیں۔ اس کے اشارات واضح اور ٹھوس ہیں۔ نہ اکتانے والی طوالت پر مبنی ہے، نہ خلل اندازی کرنے والے اختصار پر مشتمل ہے۔ اللہ عزوجل مؤلف کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ اس کے عمل کو مقبول فرمائے اس کے گناہ کی بخشش فرمائے۔ اس کو تکلیف ومشقت میں خود ہی کافی ہو۔

اے اللہ عزوجل! ہمارے سردار **سیدنا محمد** ﷺ آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر خوب رحمتیں نازل فرما۔

اپنے پروردگار کا محتاج

محمد بن داؤد بن محمد احمد البطاح الاهدل

تقریظ

بحر علامۃ، جہبذ فہامۃ، جمال الدین الشیخ علی محمد باحمیش رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق قاضی عدن

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندوں میں سے ہدایت یافتہ راہنماؤں کو منتخب فرمایا جو حق کی حمایت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہیں کرتے رحمتیں ہوں نبی الانبیاء اللہ تعالیٰ کے منتخب رسولوں سے افضل، ہمارے سردار اور ہمارے آقا سیدنا محمد ﷺ پر جو رب عظیم کے منتخب ہیں۔ سید الوجود علی الاطلاق ہیں۔ آپ کی آل پر، آپ کے اصحاب پر، علماء عاملین میں سے آپ کے انصار اور ورثاء پر، ان پر جو ان کی ہدایت کے پیروکار رہیں اور ان کے ارشاد پر قائم ہیں۔ قیامت کے دن تک۔

میں نے سید جلیل، ذکی، تقی، عالم نبیل ربانی اسماعیل بن مہدی غربانی کی تالیف کا مطالعہ کیا۔ بلاشبہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو دلوں کے روگوں اور بیماریوں کو شفا دیتی ہے، عقول کو رشد و ہدایت کی طرف لوٹاتی ہے۔ اس میں مباحث و تحقیقات کو دلیل و برہان کے ساتھ پختہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے راہ ہدایت کے طلبگاروں کے لئے ہدایت ہے اہل ایمان کے یقین کے لئے تقویت ہے۔ بدعتی عنادی لوگوں کے فریبوں کا رد ہے۔ جو زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں۔ کیا ان چند فریب زدہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے لوگوں کی نگاہ میں قدس وجلال کی جگہ میں وہ حیرت انگیز محاورہ پوشیدہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے علم سے اپنے احباب کو منتخب کر لیا ہے۔ انہیں اپنی ذات کے لئے خالص کر لیا

ہے۔آیت فضل وتکریم سے ان کی تعریف کی ہے۔ابلیس رجیم کے بہکاوے سے ان کی حفاظت کی ہے۔

خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ ط وَ كَفٰی بِرَبِّکَ وَكِیْلًا﴾

القرآن الحکیم بنی اسرائیل ۱۷:٦٥

ترجمہ : بےشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہیں ہوسکتا۔اور (اے محبوب!) تیرا رب اپنے بندوں کی کارسازی کے لئے کافی ہے۔

اس لعین کا جواب تھا۔

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۞ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ﴾

القرآن الحکیم ص ۳۸:۸۳۔۸۲

ترجمہ : کہنے لگا تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں ان میں سے تو نے چن لیا ہے۔

کیا یہ بے بنیاد لغو خبریں اڑانے والے شیطان سے زیادہ شریر ہیں کہ ان اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو بتوں کے ساتھ تشبیہ دی۔ان کو پکارنے والوں اور ان سے توسل کرنے والوں کو مشرک و بت پرست قرار دیا۔یہ بہت برے کلمات ان کے منہ سے نکلتے ہیں۔وہ نرا جھوٹ بکتے ہیں ان بدمغزوں پر تعجب ہے۔یہ صالحین کی زیارت اور ان سے توسل کو حرام قرار دیتے ہیں۔بلکہ اس کو شرک قرار دیتے ہیں اور اسے مذہب امام احمد بن حنبل گردانتے ہیں۔حالانکہ لوگوں نے امام احمد بن حنبل کی رحلت کے بعد ان کی زیارت کے لئے سفر کیا اور توسل بھی کیا۔حافظ عبدالرحمن بن الجوزی نے مناقب امام احمد بن حنبل میں اپنی سند کے ساتھ ابوبکر محمد بن عیسیٰ

تک ۔ارشاد فرمایا:

مجھ سے عبداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا ہے۔اور وہ اہل سنت سے ہیں۔میں اور میرے والد گرامی ایک تاریک رات میں امام احمد بن حنبل کی زیارت کو نکلے۔رات کی تاریکی میں اضافہ ہو گیا۔

والد گرامی نے ارشاد فرمایا:

اے میرے بیٹے ادھر آ! اللہ ﷻ کی بارگاہ میں اس نیک بندے کا توسل پیش کریں تاکہ ہمارے لئے راستہ روشن ہو جائے۔بتیس برس سے میں نے جب بھی ان سے توسل کیا میری حاجت برآئی۔ والد گرامی نے دعا کی ۔میں نے اُس پر آمین کہی ۔تو پورا آسمان روشن ہو گیا۔گویا کہ چاندنی رات ہے ۔ہم آپ کی بارگاہ میں پہنچے اور اس حاجت برآری کا ذکر کیا جو آپ کے توسل سے ہوئی۔اللہ ﷻ کا شکر ہے آپ نے ملاحظہ کیا۔حافظ ابن جوزی کے ذکر کے مطابق اللہ ﷻ کے احباب کی زیارت کے لئے سفر اور ان سے توسل امر مندوب ومعروف ہے۔یہ ابن تیمیہ کے آنے سے قبل ایسا ہی رہا ہے۔اس فتنہ پرور گروہ کی عادت یہ ہے کہ یہ اپنے خلاف ہر دلیل کو رد کر دیتے ہیں۔جیسے مغالط وہی قبول کرتا ہے جو اس کی رائے اور خواہش نفس کے مطابق ہو اور یہ نقص فی الایمان ہے۔

لَایُؤْ مِنُ اَحَدُ کُم حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبِعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ

شرح السنه للبغوی ، ۲۱۳:۱	مشکوۃ المصابیح ، ۱۶۷
تاریخ بغداد ، ۳۶۹:٤	السنه لابن ابی عاصم ، ۱۲:۱
کنز العمال ، ۱۰۸٤	فتح الباری ، ۲۸۹:۱۳
الصحیح البخاری ،	الصحیح للمسلم ،

ترجمہ : کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دستور کے مطابق نہ ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ مصنف کو دین کی نصرت کی راہ میں اس جہاد پر احسن جزاء سے نوازے۔ مخلصین کے لئے ثواب واجر کی جہت سے یہ ہی کافی ہے کہ ان سے اس طرح کا واجب مقدس کام لیا گیا۔ ان کی ارواح مسرت سے لبریز ہیں۔ ان کے ضمائر فرحاں و شاداں ہیں۔

پوری جزاء تو اس بارگاہ میں ہے جس سے کوئی امر بھی پوشیدہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ عمل کرنے والوں کا کارساز ہے۔

نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اُمَّتِیْ لَنْ تَجْتَمِعَ عَلٰی ضَلَالَةٍ فَاِذَا رَأَیْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَم ۔

سنن ابنِ ماجه ، فتن۸ مسند احمد بن حنبل ، ٤:٢٧٨،٢٨٢٢٥٧

ترجمہ : بے شک میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ جب تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کے ساتھ ہوجاؤ۔

وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ وَ مُصْطَفَاهُ سَیِّدِ نَا وَ مَوْ لَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

علی محمد باحمیش قاضی شرعی عدن ۷صفر ۱۳۸۰ھ

۳۱ جولائی ۱۹۶۰ء

تقریظ

قاسم محمد نعمان

اے علم کی جنت! اے رضوان اوطان! میں نے اپنے ایمان کو اولیاء کرام کی خداداد عظمت وجلالت سے زندہ کرلیا ہے۔

علم کے باغات میں شاخیں پھلوں سے لدی پڑی ہیں۔ عبرتیں ہیں، تبیان ہے اور عرفان ہے۔

اس کے منطق سے الفاظ میرے کانوں پر لوٹ رہے ہیں۔ سو اب میں نے محسوس کیا کہ میں روحانی ہوں۔

میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ یہ تصنیف وطنوں کے اوپر سورج بن کر چمکتی رہے گی۔

قاسم

محمد نعمان

۸ محرم ۱۳۹۳ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

دیباچۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں۔ رحمتیں نازل ہوں اس کے بندوں پر۔ اللہ عزوجل کا درود وسلام ہو ہمارے سردار سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی باصفا وباوفا آل پر اور خلفاء وغیر خلفاء راہنما صحابہ پر۔

اَمَّا بَعْد

ہمارے بعض مسلمان بھائی (اللہ عزوجل ہماری اور ان کی بخشش فرمائے) اللہ عزوجل کے صالحین بندوں کی تعظیم وتکریم سے ناواقف رہے۔ ان کو اولیاء کرام کی قدر و منزلت کی معرفت حاصل نہ ہوئی، انہوں نے غمزدہ اور بے غم۔ ولی اور غیر ولی میں فرق نہ کیا۔ ان کے اسلامی بھائیوں اور اسلم لوگوں کے حق کی رعایت نہ کی۔ انہوں نے بغیر تامل وتفکر کے اپنے مسلمان بھائیوں کی تکفیر میں جلدی کی۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں واردشدہ نصوص میں غور نہ کیا اور نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ و السلام اور اولیاء کرام کی زیارت اور ان سے توسل وتبرک اور استغاثہ کو شرک قرار دیا۔ اپنے بھائیوں کے حق میں نازیبا اور نامناسب کلمات کہے۔ جھوٹ اور بے بنیاد الزام لگائے۔ تو میں نے چاہا کہ ایک مختصر رسالہ ترتیب دوں جس میں اللہ عزوجل کے صالحین اور منتخب بندوں کی قدر ومنزلت کے بارے عقیدہ اہل سنت کا بیان ہو اللہ عزوجل کے اجلال ومحبت کی جہت سے ان کے ادب کا ذکر ہو ان کے اشکالات کو بیان کروں۔ جس سے وہ ناواقف رہے اسے بیان کروں۔

مجھے امید ہے کہ صاحب عنایت وہدایت اس سے نفع حاصل کرے گا۔ ہمارے منکر بھائی اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اہل اسلام کی تکفیر اور اہل ایمان کی ہتک سے باز رہیں گے۔ اگرچہ میں تصنیف وتالیف کا اہل نہیں ہوں۔ لیکن اہل اسلام کے درمیان اختلاف کی

تلافی اوران کے اتحاد واتفاق کی امید کرتا ہوں۔میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں۔اوراس کے نبی کریم ﷺ سے توسل کرتا ہوں کہ وہ ذات میرے اعمال کواخلاص وتوفیق سے مقترن کرلے۔صراط مستقیم کی جانب میری راہنمائی فرمائے۔میرے دل کواشراق واسفار کی جہت سے مطلع انوار بنائے۔مجھے کتابوں سے لدے ہوئے گدھے کی طرح نہ کرےاورمیرے تمام اہل اسلام بھائیوں کوواضح صحیح قول اورصراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطافرمائے جواللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں، انبیاء،صدیقین،شہداءاورصالحین کاراستہ ہے۔میں نے اس کانام ''نفس الرّحمٰن فِی بَیانِ مَالِاَحبَابِ اللہِ مِنْ عُلُوِّ الشّانِ'' رکھاہے۔میں امید کرتاہوں کہ جوشخص کسی کوتاہی وقصورکودیکھے گاوہ عیب پر پردہ ڈالے گااوراس کوتاہی کی تلافی کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اس پردہ پوش کودنیامیں بھرپوربہترین جزاءاورآخرت میں محلات عطافرمائے۔

بلاشبہ نقائص کی پردہ پوشی اہل سخاوکمال میں سے اکابرکاوطیرہ ہے۔

میں نے اس کتاب میں اختصارکاالتزام کیاہےتاکہ مطالعہ کرنے والاملول نہ ہو اوراس کی طرف رجوع کرنے والااس کےفوائد کے بےمثال موتی جلدچن لے۔

الحمد للہ تعالیٰ یہ کتاب الفاظ کےلحاظ سےقلیل اورمفاہیم کےاعتبارسے کثیرہے۔پھلوں سےلداہوابرز،رخت ہے۔ٹوکریوں کوبھردےگااس کےپھلوں کوچکھنے والااپنی آرزوئیں حاصل کرے گاجواس کےرس کونچوڑلےگاوہ برتنوں کولبریزکرےگا۔

کامل عقل والاکسی چیزکی انتہائی باریک بینی سے جانچ پڑتال سے پہلے اسےعیب نہیں لگاتاجس نےکسی کونہ جانااس نےعیب لگایایااوردشمنی رچائی۔جس نےتعصب کی تابعداری کی اس نےاس چادرکواوڑھ لیا۔

اختصارکےباوصف اس کی ترتیب ایک مقدمہ پرہےاس میں بیان کیاگیاہےکہ اسم ولایت کاحقدارکون ہے؟ ولی کون ہےتاکہ یہ گروہ اللہ تعالیٰ کےدوستوں کاواضح وروشن حق پہچان سکے۔پھرمیں نےاس کتاب کوپندرہ فصلوں پرتقسیم کیاہے۔ان میں کتاب اللہ

اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مستنبط اصول بیان کیے گئے ہیں آخر کتاب میں خاتمہ ہے۔

کتاب وسنت کے دلائل کو کافی جانتے ہوئے صالحین اور علماء عاملین کا بہت کم کلام واقع کیا ہے۔بعض احادیث کے بعد سلف صالحین سے آئمہ کرام کا کلام ذکر کروں گا تا کہ بعض مواضع کی تقریر ہو جائے کہ سلف صالحین کس راہ پر تھے۔ان پر یہ گروہ جن امور کا دعویٰ کرتا ہے وہ اس کے خلاف پر تھے۔

پہلی فصل:

انبیاء واولیاء سے توسل کی بنا پر اہل اسلام کی تکفیر کرنے والوں کا رد۔

دوسری فصل:

انبیاء واولیاء کی تعظیم اور اس کا انکار کرنے والوں کا رد۔

تیسری فصل:

میلاد النبی ﷺ۔

چوتھی فصل:

عباد الصالحین کی خداداد عظمت وجلالت ،حیات اور بعد از وفات ان کے لئے اللہ ﷻ کی مراعات ان کی اولاد کی دنیا وآخرت میں مراعات۔

پانچویں فصل:

اللہ ﷻ کے برگزیدہ بندوں کی زندگی میں تبرک۔

چھٹی فصل:

اللہ ﷻ کے برگزیدہ بندوں کے آثار سے بعد از وفات تبرک۔

ساتویں فصل:

اللہ ﷻ کے زندہ برگزیدہ بندوں کی زندگی میں زیارت، ان کی صحبت اور محبت کی ترغیب اور ان سے دعا کی درخواست۔

آٹھویں فصل:

فوت شدگان اہل اسلام کی زیارت۔

نویں فصل:

نبی انور ﷺ کی زیارت۔

دسویں فصل:

انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور اولیاء کرام کی زندگی۔

گیارہویں فصل:

عالم بیداری اور خواب میں نبی انور ﷺ کی زیارت۔

بارہویں فصل:

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے عقیدہ اہل السنّت والجماعت۔

تیرہویں فصل:

زندگی میں اولیاء کرام کی کرامات۔

چودہویں فصل:

بعد از وفات اولیاء کرام کی کرامات۔

پندرہویں فصل:

تصدیق اصل ایمان ہے۔

خاتمہ:

شرک کی اقسام۔مشرک کون ہے؟

تاکہ خاتمہ کا مقدمہ سے مقابلہ ہو جائے کیوں کہ مقدمہ میں بیان تھا کہ اسم ولایت کا مستحق کون ہے اور ولی کون ہے اس طرح فائدہ مکمل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور اہل اسلام کو شرک اور برے اخلاق سے محفوظ رکھے وہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔قبول کرنے کے زیادہ لائق ہے۔اب مقصود میں شروع ہونے کے لمحات ہیں۔اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں عرض کرتا ہوں۔

مقدمہ

اسم ولایت کا مستحق کون ہے؟

ولی کون ہے؟

اسم ولایت کا مستحق کون ہے؟
ولی کون ہے؟

ولی کی اصل و . ہے۔ اس میں لام ساکن ہے اس کا معنی قرب ہے۔ اس معنی کی جہت سے ولی وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی وجہ سے اور اس کے نواہی سے اجتناب کی وجہ سے اس کے قریب ہے۔ کیونکہ اس سے نبی انور ﷺ کی سنت کی اتباع کی وجہ سے محبت الٰہی کے حامل ہوتے ہیں۔

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾

القرآن الحکیم آلِ عمران ۳:۳۱

ترجمہ: اے محبوب ﷺ آپ فرمادیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

یا لفظ ولی کی اصل ولاءٌ ہے اس کا معنی نصرت ہے اس معنی کی جہت سے ولی وہ شخص ہے۔ جس کی اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی، توفیق اور تسدید سے نصرت کرے یہ دونوں معنی ولی میں موجود ہیں۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض کی ادائی سے تقرب حاصل کرلے پھر نوافل کی ادائی سے قرب حاصل کرتا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوجائے۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کے کان بن جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کی ٹانگیں بن جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے۔

صحیح بخاری میں اسی طرح وارد ہے۔

الصحیح البخاری الرقاق ۶۵۰۲

ایک روایت میں ہے:

میں اس کے کان، آنکھ، زبان، دل، عقل اور ہاتھ بن جاتا ہوں۔ اس وقت دل اللہ تعالیٰ سے مشغول ہوجاتا ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کے نور کے جلال کی معرفت میں ڈوب جاتا

ہے۔ یہ اللہ ﷻ کے ذکر سے کمزور نہیں پڑتا۔ اس لئے دل سے کسی غیر اللہ کو نہیں دیکھتا۔

ذکر، ولایت کا منشور ہے۔ جس کو ذکر عطا ہوا۔ اسے ولایت کا منشور عطا ہوا۔

روح السنہ میں نبی انور ﷺ سے روایت ہے:

قَالَ مُوْسٰی : یَا رَبِّ وَدِدْتُ اَنِّیْ اَعْلَمُ مَنْ تُحِبُّہٗ مِنْ عِبَادِکَ فَاُحِبُّہٗ۔ فَقَالَ لَہٗ عَزَّوَجَلَّ : اِذَا رَأَیْتَ عَبْدِیْ یُکْثِرُ ذِکْرِیْ فَاَنَا آذَنْتُ لَہٗ فِیْ ذٰلِکَ وَاَنَا اُحِبُّہٗ وَاِذَا رَأَیْتَ عَبْدِیْ لَا یَذْکُرُنِیْ فَاَنَا حَجَبْتُہٗ عَنْ ذٰلِکَ وَاَنَا اَبْغَضُہٗ

روح السنہ،

ترجمہ: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

اے میرے پروردگار میں چاہتا ہوں کہ جانوں کہ اپنے بندوں میں سے تو کس سے محبت کرتا ہے تاکہ میں بھی اس سے محبت کروں۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

جب تو میرے کسی بندے کو کثرت سے میرا ذکر کرتے دیکھے تو اسے میں نے ہی اس کا اذن دیا ہوتا ہے اور میں اسے محبوب رکھتا ہوں۔

اور جب تو میرے کسی ایسے بندے کو دیکھے جو مجھے یاد نہیں کرتا۔ تو میں نے ہی اسے محجوب رکھا ہے اور میں اس سے بغض رکھتا ہوں۔

اولیاء کرام کثرت سے اللہ ﷻ کا ذکر کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ ﷻ کی فرماں برداری کرتے ہیں اور اللہ ﷻ ان کو کرامات سے نوازتا ہے۔ یہ اللہ ﷻ کی نازل کردہ ہدایات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اللہ ﷻ کے حق کی پاسداری کرتے ہیں اور اس کی مخلوق پر رحمت کرتے ہیں۔ ان کی زیارت سے اللہ ﷻ یاد آتا ہے یہ رحمی اور مالی رشتوں کے علاوہ محض اللہ ﷻ کی خاطر محبت کرتے ہیں۔ ان کا ذکر اللہ ﷻ کے ذکر سے ہوتا ہے۔ اور اللہ ﷻ کا ذکر ان کے ذکر سے ہوتا ہے۔ یہ ایسا خوش بخت گروہ جن کا ہم نشیں

بھی کبھی بد بخت نہیں ہوسکتا۔ رہی ان کی فضیلت ذکر کی جہت سے تو اس کے بیان میں کثیر احادیث وارد ہیں۔

نبی انور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِنْ ذَکَرَنِیْ ...فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَ اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْہُ

الصحیح البخاری التوحید ۷۵۳۷ الصحیح للمسلم ، توبہ ۱۔ ذکر ۲۔۱۹

ترجمہ: میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرے، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے تنہائی میں یاد کرے تو میں بھی اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے اجتماع میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر اجتماع میں اسے یاد کرتا ہوں۔

اس کو امام بخاری اور امام مسلم علیہما الرحمۃ نے ذکر کیا ہے۔ یہ دلیل سنت سے ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ ﴾

القرآن الحکیم البقرۃ۲:۱۵۲

ترجمہ: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

کیسے ممکن ہے کہ جو شخص ایک لحہ بھر بھی ذکر الٰہی سے غافل نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ابدی طور پر مذکور نہ ہو جائے۔

حقیقت میں اللہ تعالیٰ کسی کو بھی نہیں بھولتا یہ ذکر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذاکر کے لئے منقبت عظیمہ ہے۔ ایسی بلند خصوصیت ہے جس سے بڑھ کر منقبت کا تصور ہی نہیں۔ ذاکر کے لئے اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید عنائت، اکرام، فضل اور احسان کیا ہوسکتا ہے۔

نبی انور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اَلا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَ اَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَ اَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَ خَیْرٍ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَ الْوَرِقِ وَ خَیْرٍ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ؟ قَالُوْا بَلٰی ، قَالَ: ذِکْرُ اللّٰہِ (تَعَالٰی)

الترمذی ، دعوات ٦،حدیث ٣٦٠١ مسند احمد بن حنبل ، ٤٤٧:٦

ترجمہ: کیا میں تمہیں تمہارے اس عمل سے آگاہ نہ کروں جو سب سے بہتر ہو۔ تمہارے بادشاہ حقیقی کے ہاں پاکیزہ تر ہو۔ تمہارے درجات میں سب سے بلند ہو۔ سونے اور چاندی کے خرچ کرنے سے بہتر ہو۔ دشمنوں سے جنگ کرنے سے اور جہنم رسید کرنے اور شہید ہونے سے بہتر ہو؟

عرض کی کہ کیوں نہیں اے اللہ ﷻ کے محبوب رسول ﷺ!

ارشاد فرمایا۔ اللہ ﷻ کا ذکر۔

اسے امام احمد، امام ترمذی اور امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی انور ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن کن لوگوں کا درجہ اللہ ﷻ کے ہاں سب سے بلند ہوگا:

فرمایا: اللہ ﷻ کا کثرت سے ذکر کرنے والوں کا۔

عرض کی: یارسول اللہ! اللہ ﷻ کی راہ میں غازی کا درجہ؟

ارشاد فرمایا: اگر وہ مسلسل کفار اور مشرکین سے برسر پیکار رہے یہاں تک کہ خون سے شرابور ہو جائے تو درجہ کے اعتبار سے ذاکرین پھر بھی اس سے افضل ہیں۔

امام احمد اور طبرانی نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی: کونسا مجاہد اجر کے لحاظ سے عظیم ہے؟

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والا۔
عرض کی:
کونسا صالح اجر کے لحاظ سے عظیم ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والا۔

پھر نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ کا ذکر ہوا۔ ہر ایک کا جواب نبی انور ﷺ نے یہ ہی دیا۔

اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والا۔

مسند احمد بن حنبل ۳:۴۲۸ الطبرانی ،

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
ذَهَبَ الذَّاكِرُوْنَ بِكُلِّ خَيْرٍ.
ترجمہ: ذکر کرنے والے تو ساری خیر لے گئے۔
نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:
مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ عَمَلاً اَنْجٰى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ.
قَالُوْا: وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؟
قَالَ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا اَنْ يَّضْرِبَ بِسَيْفِهٖ حَتّٰى يَنْقَطِعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

الدر المنثور ، ۱:۱۵۱ تفسیر ابن کثیر ، ٦:٤١٦

مصنف ابن ابی شیبه ، ۱۳:٤٥٥ الطبرانی الکبیر

اتحاف السادة المتقین ، ٥:٥ التمهید لابن عبد البر ، ٦:٥٧

کنز العمال ، ۱۸۱٤ تذکرة الموضوعات لابن القیسرانی ، ٦٩٩

ترجمہ: انسان کا کیا ہوا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات دینے والا نہیں۔

عرض کی: جہاد فی سبیل اللہ بھی؟

فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی۔ مگر یہ کہ وہ تلوار سے لڑے یہاں تک کہ وہ تین بار ٹوٹ جائے۔

اس حدیث پاک کو طبرانی نے کبیر میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ثابت یہ ہوا کہ تمام حالات میں ہمیشہ ذکر الٰہی میں مستغرق رہنے والے کے مرتبہ کے کوئی بھی قریب نہیں ہو سکتا چاہے وہ کیسے بھی جہاد کرے، کونسا بھی صدقہ کرے، نماز پڑھے، زکواۃ دے، حج کرے یا جیسے بھی قربانی کرے۔ سو یہ ذکر الٰہی ولایت عظمیٰ ہے۔ جس طرح سنت میں فضائل ذکر وارد ہیں اسی نوعیت کے فضائل قرآن عزیز میں وارد ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ولذکر اللہ اکبر ﴾

القرآن الحکیم العنکبوت ۲۹:۴۵

ترجمہ: آپ کی طرف جو کتاب وحی کی گئی اُس کی تلاوت کیجئے۔ اور نماز قائم کیجئے۔ بے شک نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔

اور اللہ عزوجل کا ذکر تو سب سے بڑا ہے یعنی اللہ عزوجل کا ذکر تمام نیک اعمال سے بڑا ہے۔ حالانکہ اس آیت مقدسہ میں طاعات میں سے اعظم وافضل طاعت (نماز) کا ذکر ہے۔

نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ .

الصحیح البخاری، الدعوات ٦٦ الصحیح للمسلم، المسافرین ۲۱۱

ترجمہ: اللہ عزوجل کو یاد کرنے والے اور یاد نہ کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے زندہ

اور مردہ۔

اس حدیث پاک کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے حقیقی زندہ ہیں اور اس کو یاد نہ کرنے والے ان کی نسبت سے مردہ ہیں۔اگر چہ ان کے اجسام تعجب میں ڈالنے والے ہوں، ان کے بدن خوب طاقت ور ہوں۔ان کی زبانیں عمدہ کلام کریں اور تفاخر و تکاثر کی جہت سے ان کی شہرت زمیں کے آخری کنارے تک پہنچ جائے۔

خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ﴾

القرآن الحکیم فاطر ۳۵:۲۲

ترجمہ : اور نابینا و بینا ہرگز برابر نہیں۔نہ اندھیرا اور روشنی۔نہ سایہ اور دھوپ اور زندہ لوگ اور مردہ لوگ بھی ہرگز برابر نہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

مَا مِنْ آدَمِيٍّ اِلَّا لِقَلْبِهٖ بَيْتَانِ فِيْ اَحَدِهِمَا الْمَلَكُ وَفِي الْآخَرِ الشَّيْطَانُ .فَاِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ. وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ وَضَعَ الشَّيْطَانُ مِنْقَارَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ وَ وَسْوَسَ لَهٗ۔

مصنف ابی ابن شیبہ ،

ترجمہ : ہر ایک آدمی کے دل میں دو گھر ہیں۔ان میں سے ایک میں فرشتہ رہتا ہے اور دوسرے میں شیطان رہتا ہے۔جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان ایک طرف ہو جاتا ہے اور جب وہ یاد الٰہی سے غافل ہوتا ہے تو شیطان اپنی چونچ اس غافل کے دل پر رکھتا ہے اور وسوسہ اندازی کرتا ہے۔

اس حدیث پاک کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔

آپ کا کیا خیال ہے جو شخص ایک لمحہ کے لئے بھی یادالٰہی سے غافل نہیں ہوتا تو شیطان کی اس پر کوئی چال ہوتی ہے؟ یا اس کے قریب جانے کی قدرت رکھتا ہے؟ نہیں نہیں۔ وہ اس سے دور رہتا ہے اس سے بھاگتا پھرتا ہے۔ نادان کو غور کرنا چاہیے کہ شیطان اس سے کس قدر دور رہتا ہے۔

نبی انور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "مفردون" سبقت لے گے۔

صحابہ کرام ﷺ نے عرض کی: مفردون کون ہیں؟

فرمایا۔ اللہ ﷻ کا کثرت سے ذکر کرنے والے اور کرنے والیاں۔

حق یہ ہے کہ اولیاء اللہ مفردون سابقون ہیں۔ کیونکہ وہی اللہ ﷻ کا ذکر کرنے والے اور کرنے والیاں ہیں۔

اللہ ﷻ کے ذکر سے ہی کائنات قائم ہے۔ جب زمین اللہ ﷻ کے ذکر کرنیوالوں سے خالی ہو جائے گی، کائنات نیست و نابود ہو جائے گی۔ آسمان لپیٹ دیا جائے گا۔ ستارے بکھر جائیں گے۔ سمندر خشک ہو جائیں گے۔ زمین میں زلزلہ برپا ہو جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی لَا يُقَالَ فِيْ الْاَرْضِ اَللّٰه اَللّٰه .

مسند احمد بن حنبل، ۳:۱۰۷۔۲۰۱ الصحیح للمسلم، الایمان ۲۳٤

الترمذی فتن ۳۵

ترجمہ : قیامت تب قائم ہوگی جب زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔

اس حدیث کو امام احمد، امام مسلم اور امام ترمذی رحمھم اللہ تعالیٰ نے سیدنا انس ﷛ سے روایت کیا ہے۔

اللہ اللہ کرنے والوں سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے دل سے اللہ اللہ کرتا

ہے کیونکہ زبان دل کی ترجمانی کرتی ہے اور زبان دل کی ہی تصدیق کرتی ہے۔ اس وقت اس شخص کے تمام اعضاء ظاہری اور باطنی فرماں بردار ہو جاتے ہیں اور وہ شخص سراپا ذاکر بن جاتا ہے۔

جو شخص ذکر کے ارادہ سے فقط زبانی ذکر کرے وہ بھی ماجور ہے۔ مگر وہ شخص جو بغیر قصد و ارادہ کے حروف زبان سے ذکر کرے اور دل اس کا غافل ہو وہ ذاکر شمار نہیں کیا جائے گا۔ اگر کافر منافق اور زندیق اللہ اللہ کرے تو وہ ذاکر شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ قصد و ارادہ سے نہیں کرتا۔

پایہ تحقیق کو یہ بات پہنچی کہ جب کوئی بھی حقیقی ذاکر نہ رہے گا کائنات مٹ جائے گی اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ تو اہل ذکر ہی ساری بھلائی لے گئے۔ ہم اپنے مولا کریم سے التماس کرتے ہیں کہ وہ اپنی قدرت اور طاقت سے ہمیں اُن خوش بخت لوگوں سے کر دے۔

درود و سلام کی فضیلت

نبی انور ﷺ پر درود پاک بھیجنے والے بھی ذاکرین ہیں۔ درود پاک افضل القربات ہے۔ یہ بھی اللہ ﷻ کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس کی ابتداء میں تو کہتا ہے اَللّٰھُمَّ

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ جب تم اذان سنو تو انہیں کلمات کو دہراؤ۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔

فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا ۔

الدارمی ، الرقاق ۵۸

ترجمہ : بے شک جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا۔ اللہ ﷻ نے اس شخص پر دس بار درود بھیجا۔

تحقیق اس امر کی یہ ہے کہ اللہ ﷻ اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کرنے والے کا خود ذکر کرتا ہے۔

عراقی نے کہا: فقط یہ ہی نہیں بلکہ دس نیکیاں لکھتا ہے، دس گناہ معاف کرتا ہے اور دس درجے بلند کرتا ہے۔

جس طرح احادیث میں وارد ہے۔ پوری حدیث پاک اس طرح ہے۔

ثُمَّ سَلُوْا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّھَا مَنْزِلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ لَاتَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِاللّٰہِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ عَلَیْہِ شَفَاعَتِیْ۔

مسند احمدبن حنبل ، ۱۶۸:۲ الصحیح للمسلم ، الصلوۃ ۱۱

السنن ابو داؤد ، الصلوۃ ۳۶ الجامع الترمذی ، المناقب ۱

السنن النسائی ، الاذان ۳۷

ترجمہ : پھر میرے وسیلے سے دعا کرو۔ بے شک یہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جس کے لائق اللہ ﷻ کے بندوں میں سے کوئی بھی بندہ نہیں مگر مجھے امید ہے وہ میں ہوں گا۔ جس نے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی میری شفاعت اس کے لئے واجب ہوگی۔

اسے **امام احمد ،امام مسلم ،ابو داؤد ،امام ترمذی اور امام نسائی** رحمہم اللہ تعالیٰ نے **عبداللہ بن عمر بن العاص** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نبی انور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔

اَکْثِرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ تَشْھَدُہُ الْمَلٰئِکَۃُ وَاِنْ اَحَدًا لَنْ یُصَلِّیَ عَلَیَّ اِلَّاعُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا۔

ترجمہ : جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ یہ یوم مشہود ہے۔اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور ہر شخص کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے۔

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اور وصال کے بعد یارسول اللہ ﷺ!

آپ نے ارشاد فرمایا:

وَبَعْدَالْمَوْتِ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَالْاَنْبِیَاءِ۔

السنن ابن ماجہ ، ۱۶۳۷ السنن للنسائی ، ۱۳۷۵ جلاء الافهام ، ۶۳

ترجمہ : ہاں موت کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کوئی گزند پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں۔رزق دیئے جاتے ہیں۔

اسے **ابن ماجہ** نے **ابو درداء** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔اس کے رجال ثقہ ہیں۔

نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَکْثِرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلَیَّ فِیْ اللَّیْلَۃِ الْغَرَّاءِ وَالْیَوْمِ الْاَزْھَرِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ۔

الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتهرة للسیوطی ، ۴۲ شعب الایمان ،
السنن سعید بن منصور ، الطبرانی ، ابن عدی ،

ترجمہ : جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھجو۔ بے شک تمہارا درود

پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

ایک غلام کے لئے کیا یہ شرف اور فخر کم ہے کہ اس کا نام نبی اکرم ﷺ کے سامنے لیا جائے۔

اسے امام بیھقی نے شعب میں اور ابن عدی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ اور خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے مرسلا اور امام طبرانی نے سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نبی انور ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

اَكْثِرُوامِنَ الصَّلٰوةِ عَلَيَّ فِيْ كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ فَاِنَّ صَلَاةَ اُمَّتِيْ تُعْرَضُ عَلَيَّ فِيْ كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ فَمَنْ كَانَ اَكْثَرَهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً كَانَ اَقْرَبَهُمْ مِنِّيْ مَنْزِلَةً .

السنن الكبرى للبيهقي ، ٣:٢٤٩ الترغيب و الترهيب ، ٢:٥٠٣

النسائي ، ٣:٩١ تفسير الطبري ، ٣٠:٨٤ شعب الايمان ،

ترجمہ : ہر جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ بیشک میری امت کا درود ہر جمعہ کو مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ پس جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا وہ مرتبہ کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ قریب ہوگا۔

اسے امام بیھقی نے شعب الایمان میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن قرآن کی تلاوت سے درود پاک پڑھنا بہتر ہے۔ جس طرح دونوں عیدوں کی راتوں میں تکبیر، طواف، سعی اور یوم عرفہ کے دن ماثورہ دعائیں پڑھنا تلاوت قرآن حکیم سے افضل ہے۔ ہر وقت کے لئے ورد مخصوص ہے۔ جیسے نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں وارد اخبار کی پیروی میں دوسری طاعات پر ان ہی امور کو مقدم جاننا چاہیئے۔

نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ عَلَیَّ مَغْفِرَۃٌ لِذُنُوْبِکُمْ وَاطْلُبُوْا لِیَ الدَّرَجَۃَ وَالْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّ وَسِیْلَتِیْ عِنْدَ رَبِّیْ شَفَاعَتِیْ لَکُمْ.

ابن عساکر،

ترجمہ : مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ مجھ پر تمہارا درود پڑھنا تمہارے گناہوں کی بخشش ہے اور میرے لئے درجہ اور وسیلہ طلب کرو۔ بے شک میرا وسیلہ میرے رب کے ہاں تمہارے لئے شفاعت ہے۔

یعنی تم میں سے گناہ گار اہل ایمان کے لئے عذاب کو روک دے گا۔ یا دوامی عذاب کو روک دے گا۔ اور جنت میں داخل ہونے والوں کے لئے درجات کی بلندی کا باعث ہوگا۔

اس حدیث پاک کو ابن عساکر نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بن امیر المؤمنین علی ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث پاک میں دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا ہر وقت امت سے مطلوب ہے مگر جمعہ کے دن کے لئے زیادہ تاکید ہے جیسے کہ ابھی گزرا اور آئے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَکْثِرُوا مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلَیَّ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَلَیْلَۃِ الْجُمُعَۃِ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ کُنْتُ لَہٗ شَہِیْدًا وَشَافِعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.

ترجمہ : جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھو جس نے ایسا کیا اُس کا میں قیامت کے دن گواہ اور شفیع ہوں گا۔

امام مناوی نے ارشاد فرمایا:

درود پاک پڑھنے کو جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کے ساتھ مخصوص کیا۔ کیونکہ جمعہ سید الایام ہے اور مصطفیٰ ﷺ سید الانام ہیں۔ تو اس میں درود پاک پڑھنا زیادہ اجر کا

باعث ہے۔

نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا.

مسند احمد بن حنبل ، ۲:۱۶۸_ ۳:۱۰۲_۱۰۲_۲۶۱ الصحیح للمسم

السنن ابو داود وتر ۲۶ الترمذی ، ۴۸۴ السنن النسائی ، ۱۲۹۷

المعجم الکبیر ، ۱۲:۳۳۳ مستدرک للحاکم ، ۱:۵۵۰

شرح السنہ للبغوی ، ۵:۲۳۵ المعجم الکبیر ، ۵:۱۰۳

مصنف عبد الرزاق ، ۳۱۱۵ المعجم الصغیر ، ۱:۲۰۹_۲:۴۸

حلیۃ الاولیاء ، ۱:۱۸۰ مجمع الزوائد ، ۱۰:۱۶۲_۱۶۳

اتحاف السادۃ المتقین ، ۳:۲۹۸_۴۸ امالی الشجری ، ۱:۱۳۰

کنز العمال ، ۲۱۶۶_۲۲۰۳ التاریخ الکبیر للبخاری ، ۴:۷

الاذکار النبویہ ، ۱۰۶ الفوائد المجموعہ للشوکانی ، ۳۲۹

علل الحدیث لابن ابی حاتم الرازی ، ۲۰۰۱

تنزیہ الشریعہ لابن عراق ، ۱:۲۶۰_۳۳۵ کشف الخفا للعجلونی ، ۲:۳۵۶

ترجمہ : جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود پاک بھیجا۔ اللہ ﷻ نے اس پر دس بار درود بھیجا۔

اسے امام احمد ،امام مسلم ،امام ابو داؤد،امام ترمذی اور امام نسائی نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ بِھَا عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحَطَّ عَنْہُ عَشْرَ خَطِیْئَاتٍ وَرَفَعَ لَہٗ عَشْرَ دَرَجَاتٍ .

مسند احمد بن حنبل ، ۳:۱۰۲_۲۶۱

ادب المفرد، صفحه ۱۷٤ ـ باب: ۲٥٠ ـ حدیث: ٤۹۹

السنن النسائی ۱۲۹۸، المستدرك للحاكم ۱: ٥٥٠

ترجمہ: جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا۔ اس کے بدلہ میں اللہ ﷻ نے اس پر دس رحمتیں نازل کیں۔ اس کی دس خطائیں معاف کیں اور اس کے لئے دس درجات بلند کئے۔

اسے امام احمد نے اپنی مسند میں۔ امام بخاری نے ادب المفرد میں امام نسائی نے اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔

امام علقمی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ ابن عربی نے فرمایا: اگر یہ سوال کیا جائے کہ خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ﴾

القرآن الحكيم الانعام ٦: ١٦٠

ترجمہ: جس شخص نے ایک نیکی کی اس کے لئے دس نیکیاں ہیں۔

تو پھر اس حدیث پاک کا کیا معنی وفائدہ ہے۔

ہم کہیں گے قرآن حکیم کی اس آیت مقدسہ کا اقتضاء یہ ہے کہ جو ایک نیکی کرے گا اسے دس گنا اجر ملے گا۔ تو نبی اکرم ﷺ پر درود پاک پڑھنا بھی ایک نیکی ہے۔ اقتضائے قرآن یہ ہے کہ اس شخص کو جنت میں دس درجات عطا کئے جائیں تو خبر دی گئی کہ نبی انور ﷺ پر درود پڑھنے والے پر اللہ ﷻ دس بار درود پڑھتا ہے۔[1]

[1] (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بندے کا ذکر الٰہی کرنا کئی گنا بڑی نیکی ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی جزا ذکر سے عطا کی۔ اس طرح ذکر مصطفیٰ ﷺ کا اجر اپنا ذکر قرار دیا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے الشفا میں اپنی سند کے ساتھ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

...رم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ رَمَضَانَ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُغْفَرَلَہٗ

وَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ عِنْدَہٗ اَبَوَیْہِ الْکِبَرَ فَلَمْ یُدْخِلَاہُ الْجَنَّۃَ

...حیح البخاری ، لباس ٣٤ — الصحیح للمسلم ، الایمان ١٥٤

...و الترمذی ، الدعوات ١٠٠ — مسند احمد بن حنبل ، ٢:٢٥٤

...جمہ :

اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر ...ود نہ بھیجا۔

اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو کہ رمضان کا مہینہ آیا اور اس کی بخشش سے قبل ... کیا۔

اور اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس نے اپنی موجودگی میں اپنے بوڑھے ...الدین کو پایا اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہ کیا۔

اس حدیث پاک کے ایک راوی عبدالرحمن بن اسحاق نے کہا۔ میں گمان کرتا ...ہوں کہ فرمایا:

اَوْ احدھما

اپنے والدین یا ان دونوں میں سے ایک۔

... اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْ نَ عَلٰی مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ ﷺ سَبْعِیْنَ صَلَاۃً

ترجمہ : جس شخص نے نبی انور ﷺ پر درود پڑھا اللہ ﷻ اور اس کے فرشتے اس پر

۷۰ بار درود بھیجتے ہیں۔

جیسا کہ امام احمد نے اپنی مسند میں اسناد حسن کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

مَنْ صلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَ مَلَائِکَتَہٗ سَبْعِیْنَ صَلاۃً.

ترجمہ : جس نے نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجا تو اللہ جل جلالہ اور اس کے فرشتوں نے اس پر ۷۰ مرتبہ درود بھیجا۔

یہ روایت حکماً مرفوع ہے کیونکہ نہ تو اس میں اجتہاد کے لئے جگہ ہے اور نہ رائے کا دخل ہے۔

ایک دوسری حدیث پاک میں ہے:

نبی اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا آمین، پھر فرمایا آمین، پھر فرمایا آمین۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں سوال کیا تو نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ جِبْرِیْلَ اَتَانِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ مَنْ سُمِّیْتَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ فَاَبْعَدَہُ اللّٰہُ قُلْ آمِیْن فَقُلْتُ آمِیْن.

وَقَالَ فِیْمَنْ اَدْرَکَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُقْبَلْ مِنْہُ فَمَاتَ مِثْلَ ذٰلِکَ وَمَنْ اَدْرَکَ اَبَوَیْہِ اَوْاَحَدَھُمَا فَلَمْ یَبَرَّ ھُمَا فَمَاتَ مِثْلَہٗ.

ترجمہ : بے شک جبرائیل امین میرے پاس آئے اور کہا: یا محمد ﷺ!

جس شخص کے روبرو آپ کا نام لیا گیا اس نے آپ پر درود نہ بھیجا پھر اسی روش پر مرگیا وہ جہنم میں داخل ہو۔ آپ فرمایئے آمین، تو میں نے کہا آمین۔

پھر کہا جس نے ماہ رمضان پایا اور وہ قبول نہ ہوا وہ اسی طرح مرا۔ پھر کہا اور جس شخص نے اپنے والدین یا اُن میں سے ایک کو پایا اور ان سے نیکی نہ کی وہ بھی اسی طرح مرا۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْبَخِيلُ الَّذِیْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ.

السنن الترمذی، الدعوات ۱۰۰ مسند احمدبن حنبل، ۱:۱ ۲۰

ترجمہ: بخیل وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔

سیدنا جعفر بن محمد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ اَخْطَأَ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ.

الکامل فی الضعفاء لابن عدی، ۶:۲۳۱۶

کنز العمال، ۲۲۰۸_۲۱۵۹_۲۱۵۸_۲۱۵۷

المعجم الکبیر، ۳:۱۳۸ الترغیب و الترھیب، ۲:۵۰۸

ترجمہ: جس شخص کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود پاک نہ پڑھا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْبَخِيْلَ كُلَّ الْبَخِيْلِ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ

مسند احمد بن حنبل، ۲:۲۵۴

ترجمہ: سب سے بڑا بخیل شخص وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَنْ نَسِیَ الصَّلٰوةَ عَلَیَّ نَسِیَ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ.

السنن ابن ماجہ، اقامہ ۲۵

ترجمہ : جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کی راہ بھول گیا۔

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مِنَ الْجَفَا اَنْ اُذْکَرَ عِنْدَ الرَّجُلِ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ .

ترجمہ : یہ بے وفائی ہے کہ کسی شخص کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

اسی لئے بعض آئمہ نے ارشاد فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے ذکر کے وقت درود پاک پڑھنا واجب ہے کیونکہ احادیث طیبہ میں پڑھنے والے کے لئے خوشخبری ہے اور نہ پڑھنے والوں کے لئے وعید شدید ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر درود پاک پڑھنے والے کے لئے سب سے بڑی بشارت یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ درود پاک پڑھتا ہے اور یہ کہ کثرت سے درود پاک پڑھنے والا قیامت کے روز نبی اکرم ﷺ کے زیادہ قریب ہوگا اور یہ ولایت کبریٰ ہے۔

علماء کرام نے فرمایا کہ

کثرت کی قلیل مقدار ۳۰۰ ہے اور اکثر کی کوئی حد نہیں۔

فضائل اولیاء اللہ:

غیر ذکر کی جہت سے ان کے فضائل:

طبرانی نے مرسلاً **سیدنا سعید بن جبیر** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نبی انور ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اولیاء کون ہیں؟

فرمایا:

هُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰه.

الاولیاء لابن ابی الدنیا ، ۲۷ الطبرانی ،

ترجمہ : یہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے۔

حکیم نے **ابن عباس** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُ وْا ذُکِرَ اللّٰہ تعالیٰ

السلسلة الصحيحه للالباني ، ١٧٣٣_١٦٤٦

ترجمہ : اولیاء اللہ وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ ﷻ یاد آجائے۔

آپ نے نبی انور ﷺ سے روایت کی ہے ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً روایت کی ہے۔

اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُذْکَرُ اللّٰہُ عِنْدَ رُؤْیَتِھِمْ.

مصنف ابن ابی شیبه ،

ترجمہ : اولیاء اللہ وہ ہیں جن کی زیارت سے اللہ ﷻ یاد آجاتا ہے۔

دیلمی نے مسند فردوس میں روایت کی ہے۔

اَلَااُخْبِرُکُمْ بِخِیَارِکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُ وْا ذُکِرَ اللّٰہ.

مسند الفردوس ،

ترجمہ : کیا میں تمہارے بہترین لوگوں کی خبر نہ دوں وہ جن کی زیارت سے خدا یاد آجاتا ہے؟

بعض صالحین سے اس جملے کا معنی پوچھا گیا۔

اِذَا رُءُ وْا ذُکِرَ اللّٰہ.

ارشاد فرمایا۔ جب تو نے یہ سمجھ لیا کہ لشکری کو دیکھنے سے بادشاہ یاد آجاتا ہے تو اس حدیث کا معنی سمجھ جائے گا۔

جس طرح لشکری بادشاہ کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔ اسی طرح اللہ ﷻ کا ولی اللہ ﷻ کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔ اس کے بندوں پر اس کی علامات اور نشانیوں سے ہے۔ اس کے لشکر اور اس کے گروہ سے ہے۔

نبی انور ﷺ نے فرمایا کہ خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اَوْلِیَائِیْ مِنْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یُذْکَرُوْنَ بِذِکْرِیْ وَ اُذْکَرُ بِذِکْرِھِمْ ﴾

بغوی،

ترجمہ : بے شک میرے اولیاء میرے ان بندوں سے ہیں کہ ان کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہوتا ہے۔

امام بغوی نے اس کی تخریج کی ہے۔

سبحان اللہ۔ یہ کیسا مرتبہ ہے۔ اس سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

وہ اہل اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احباء ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے محبت ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبل نے عطا بن یسار سے روایت کی ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا:

عرض کی: اے میرے پروردگار! مجھے ان لوگوں کی خبر دے جو تیرے اہل ہیں۔ جن کو تو اپنے عرش کے سایہ تلے جگہ عنایت فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ پاکیزہ دلوں والے ہیں۔ بَری ہاتھوں والے ہیں۔ ان سے میرے جلال کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے۔ جب میرا ذکر ہوتا ہے تو ان کا میرے ساتھ ذکر ہوتا ہے۔ جب ان کا ذکر ہوتا ہے۔ تو میرا ان کے ساتھ ذکر ہوتا ہے۔ ناپسندیدگی میں بھی خوب اچھی طرح وضو کرتے ہیں۔ میری یاد کی طرف یوں لوٹتے ہیں جیسے پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹتے ہیں۔ میری حرام کردہ چیزوں کو جب حلال سمجھا جانے لگے تو یوں بھڑک اٹھتے ہیں جیسے چیتا غضبناک ہوتا ہے اور میری محبت کے یوں شوقین ہوتے ہیں۔ جیسے بچے بڑے لوگوں کے۔

اس حدیث پاک کو **ابن عساکر** نے بھی روایت کیا ہے اور ان کلمات کا اضافہ ذکر کیا ہے۔

وہ لوگ میری مساجد کو آباد رکھتے ہیں اور سحری کے وقت مجھ سے مغفرت طلب

کرتے ہیں۔ رات کو بہت کم سوتے ہیں۔ اور سحری کے وقت مجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: خدا کی قسم! یہ اہل اللہ کی صفت ہے۔ اسی سے ہم نے ان کو پہچانا ہے۔

اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

نبی انور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَھْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ

قَالُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

قَالَ اَھْلُ الْقُرْآن ھُمْ اَھْلُ اللّٰہ و خاصَّتُہٗ

مسند احمد بن حنبل، ۳:۱۲۸ـ۱۲۷ـ۲۴۲ المستدرك للحاكم، ۲۰۴٦

الدارمی، ۲:۴۳۳ كنز العمال، ۲۲۷۷

المطالب العاليه لابن حجر، ۳۵۰۰ الترغيب و الترهيب، ۲:۳۵٤

حلية الاولياء، ۳:۷٤ـ۹:۴٤ كشف الخفا للعجلونی، ۱:۲۹۳

تاريخ بغداد، ۲:۳۱۱ ميزان الاعتدال، ۷۸۵۷

لسان الميزان، ۵:۸۷۲ ابن ماجه، ۲۱۵

النسائی،

ترجمہ: بے شک لوگوں میں سے کچھ لوگ اہل اللہ ہیں۔

صحابہ کرام نے عرض کی وہ کون لوگ ہیں؟ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ!

فرمایا: اہل القرآن ہیں، اہل اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔

اس حدیثِ پاک کو امام احمد، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ اور امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

اہل قرآن وہ لوگ ہیں جو قرآن حکیم پر قول، عمل اور اعتقاد کی جہت سے عمل کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں:

ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما۔ راہ اپنے انعام یافتہ بندوں کی ،انبیاء ،صدیقین، شہداء اور صالحین کی نہ کہ اپنے غضب یافتوں کی جو تیری ناراضی کے سزاوار ہوئے خواہ کسی بھی اُمت سے ہوں اور نہ گمراہوں کی جو صراط مستقیم سے بھٹک گئے اور وہ راہ راست سے ہٹ گئے ہیں۔

ان لوگوں کے قرآن حکیم پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ قرآن حکیم جن کے گلوں سے نیچے نہیں اُترتا، جو کوئی اہل ایمان ان کی نمازوں سے اپنی نمازیں اوران کے روزوں سے اپنے روزے حقیر ہی کیوں نہ جانیں۔ کیونکہ وہ دین سے اس طرح نکل گئے ہیں جس طرح تیر کمان سے۔ پھر وہ اس کی طرف کبھی نہیں لوٹ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام عالم اسلام کو ان سے محفوظ رکھے۔

ہر قرآن حکیم پڑھنے والا قرآن والا نہیں ہوتا۔

بہت سارے تلاوت قرآن پاک کرنیوالے ہیں حالانکہ قرآن پاک ان پر لعنت کرتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایسے اہل قرآن سے بنائے جو اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی نصیحت کو مانتے ہیں جو راسخ فی العلم ہیں اور اس کی تاویل سے آشنا ہیں۔

اس طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَاهُمْ بِاَنْبِيَآءِ وَلَا شُهَدَاءِ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ .

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا بِاَمْرِهِمْ .

قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا فِي اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٌ يَتَعَاطُوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ

النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرءَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ
﴿ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾

السنن ابو داوٗد ، ۳۵۲۷ مشکوۃ المصابیح ، ۵۰۱۲ــ۵۰۱۳

کنز العمال ، ۲۴۷۰۱ الترغیب و الترھیب ، ۴:۲۱

اتحاف السادۃ المتقین ، ۶:۱۷۵ ابن حبان ، ۱:۱۹۰

بے شک اللہ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء ہیں مگر قیامت کے دن اللہ ﷻ کے دربار میں ان کی عزت افزائی کو انبیاء اور شہداء حیرت سے تکیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ان کی ہمیں خبر دیں۔

ارشاد فرمایا:

وہ رحمی اور مالی رشتوں سے قطع نظر صرف اللہ ﷻ کے لئے دوسرں سے محبت کرتے ہیں۔

خدا کی قسم اُن کے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور پر جلوہ افروز ہوں گے جب لوگ خوفزدہ ہوں گے اُن کو کوئی خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے اُن کو کوئی غم نہ ہوگا۔

پھر آپ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت کی:

آگاہ رہو بے شک اللہ ﷻ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس حدیث پاک کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قیامت کے روز اللہ ﷻ اعلان فرمائے گا:

اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِىْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِىْ ظِلِّىْ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلِّىْ

الصحیح للمسلم ، البر ۲۷ الترمذی ، الزھد ۵۳

الدارمی ، الرقاق ٤٤ الموطا، الشعر ١٤ ابن حبان ، ١:١٩٠

الترغیب و الترھیب ، ٤:٢١ مسند احمد بن حنبل ، ٢:٢٢٧_٢٢٨_٢٧٠

ترجمہ : میرے جلال سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج جب کہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں میں ان کو اپنا سایہ عطا کروں گا۔

اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

سیدنامعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایات ہے۔

میں نے نبی اکرم ﷺ کوفرماتے سُنا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ لَهُمْ مَنَابِرٌ مِّنْ نُّوْرٍ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالشُّهَدَاءُ.

الجامع الترمذی ، زھد ٥٣

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: میرے جلال کی وجہ سے باہم محبت کرنے والوں کے لئے نور کے منبر ہیں جن کوانبیاء اورشہداء بھی رشک سے تکیں گے۔

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

امام بغوی نے اپنی سند سے **ابو مالک اشعری** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میں نبی انور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ارشادفرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ عِبَيْدًا لَيْسُوْا بِاَنْبِيَاء وَلَا شُهَدَآء يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَآءُ بِقُرْبِهِمْ وَ مَقْعَدِهِمْ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

قَالَ: وَفِى الْقَوْمِ اَعْرَابِیٌّ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَرَمٰى بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ: حَدِّثْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْهُمْ مَنْ هُمْ؟

قَالَ: فَرَأَيْتُ فِیْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلْبِشْرَ.

ثُمَّ قَالَ عِبَادٌ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَمِنْ بُلْدَانٍ شَتّٰى لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمْ اَرْحَامٌ يَتَوَاصَلُوْنَ بِهَا وَلَا دُنْيَا يَتَبَاذَلُوْنَ بِهَا يَتَحَابُّوْنَ بِرُوْحِ اللّٰهِ يَجْعَلُ اللّٰهُ

وُجُوْهَهُمْ نُوْرًا وَ يَجْعَلُ لَهُمْ مَنَابِرَ مِنْ لُؤْلُؤٍ قُدَّامَ الرَّحْمٰنِ يَفْزَعُ النَّاسُ وَلَا يَفْزَعُوْنَ وَيَخَافُ النَّاسُ وَلَا يَخَافُوْنَ.

الامام بغوی،

ترجمہ: بے شک اللہ ﷻ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو انبیاء اور شہداء نہیں ہیں مگر قیامت کے روز ان کے قرب اور مرتبہ کو انبیاء اور شہداء حیرت سے تکیں گے۔ لوگوں میں ایک اعرابی تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا۔ اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اُن کے بارے میں ہمیں بتائیں وہ کون ہیں؟ میں نے نبی انور ﷺ کے روئے زیبا پر مسرت کے آثار دیکھے۔ ارشاد فرمایا:

اللہ ﷻ کے بندوں میں کچھ بندے ہیں جو مختلف شہروں سے ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان رحمی اور دنیاوی رشتے نہیں ہوتے۔ وہ اللہ ﷻ کی رضا کے لئے محبت کرتے ہیں۔

اللہ ﷻ ان کے چہروں کو نور کر دے گا۔ ان کے لئے رحمٰن کے سامنے موتیوں کے منبر بچھائے جائیں گے۔ لوگ گھبرائیں گے مگر وہ نہیں گھبرائیں گے۔ لوگ خوفزدہ ہوں گے اور وہ نہیں ہوں گے۔

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ عِبَادًا لَيْسُوْا بِاَنْبِيَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ، قِيْلَ: مَنْ هُمْ لَعَلَّنَا نُحِبُّهُمْ؟ قَالَ: هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِنُوْرِ اللّٰهِ مِنْ غَيْرِ اَرْحَامٍ وَلَا اَنْسَابٍ، وُجُوْهُهُمْ نُوْرٌ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ. لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ، وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ ثُمَّ قَرَءَ:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾

یونس ۱۰:۶۲ النسائی، ۸:۲۷ المعجم الکبیر، ۳:۳۲۹

ابن حبان، ۱:۱۹۰ الترغیب و الترهیب، ۴:۲۰

الدر المنثور، ۲:۳۳۶۔ ۳:۳۱۰

مجمع الزوائد، ۱۰:۲۸۶،۲۷۷ مصنف عبد الرزاق، ۲۰۳۲۴

شرح السنه للبغوی، ۱۳:۵۰ اتحاف السادة المتقین، ۶:۱۷۴

الزهد لابن المبارک، ۲۴۸ الاسماء و الصفات للبیهقی، ۴۶۷

کنز العمال، ۲۴۶۹۷، ۲۴۶۹۹ المغنی عن حمل الاسفار للعراقی، ۲:۱۵۶

ترجمہ : بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں سے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو انبیاء اور شہداء حیرت سے تکیں گے۔ عرض کی گئی وہ کون ہیں یارسول اللہ ﷺ شاید کہ ہم ان سے محبت کریں۔

ارشاد فرمایا۔ وہ ایسی قوم ہیں جو مالی اور نسبی رشتوں کے علاوہ محض اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں۔ ان کے چہرے نور ہوں گے۔ یہ نور کے منبروں پر رونق افروز ہوں گے۔ جب لوگ خوفزدہ ہوں گے یہ خوفزدہ نہ ہوں گے۔ جب لوگ غمزدہ ہوں گے یہ غمگین نہ ہوں گے۔

پھر نبی انور ﷺ نے تلاوت فرمائی:

خبردار! اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے۔ نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔

بِحَمْدِاللّٰہِ تَعَالٰی میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں۔ جو مختلف خطوں سے ہیں۔ مختلف قبیلوں سے ہیں۔ اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ میل جول رکھتے ہیں۔ باہم خرچ کرتے ہیں حالانکہ ان کے درمیان کوئی رحمی رشتہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں بنائے۔

یہ وہ خوش نصیب ہے جن کو رسولوں کی سچی اتباع کے تصدق سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی۔ ہر شئی نے ان کی

فرماں برداری کی۔ ہر کرامت جو ان کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتی ہے وہ نبی انور ﷺ کا معجزہ ہوتا ہے۔

ان کے بارے کسی نے کہا:

مُلُوکٌ عَلَی التَّحقِیقِ لَیسَ لِغَیرِ ھِمُ
مِنَ المُلکِ اِلَّا اِثمُہٗ وَ عِقَابُہٗ

ترجمہ: علی التحقیق یہ ہی بادشاہ ہیں۔ دوسروں کے لئے تو بادشاہی سے گناہ اور عقاب ہے۔ یہ لوگ اسلام اور اہل اسلام سے ہر بدعت دور رکھتے ہیں۔

نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ لِلّٰہِ عِندَ کُلِّ بِدعَۃٍ تَکِیدُ الاِسلَامَ وَ اَھلَہٗ مَن یَّذُبُّ عَنہُ وَ یَتَکَلَّمُ بِعَلَامَاتِہٖ فَاغتَنِمُوا تِلکَ المَجَالِسِ بِالذَّبِّ عَنِ الضُّعَفَاءِ ،وَ تَوَکَّلُوا عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیلاً۔

حلیۃ الاولیاء، ۱۰:۳۴ ؛ لسان المیزان، ۲:۱۹۳۱

ترجمہ: ہر بدعت جو اسلام اور اہل اسلام کو درپیش ہوتی ہے اس کے ساتھ ایک نیک ولی ہوتا ہے۔ جو اس کو دور رکھتا ہے۔ اس کی نشانیاں بیان کرتا ہے۔ ان مجالس کو غنیمت جانو۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ وہ ہی کافی کارساز ہے۔

اس حدیث پاک ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابو بکر اصم رحمہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

اولیاء اللہ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماتا ہے۔ یہ حق عبودیت ادا کرتے ہیں۔ اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے۔ جب بندہ اس طرح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ولی۔ مددگار اور ناصر ہو جاتا ہے۔ اس کے غضبناک ہونے سے غضبناک ہوتا ہے۔ ان سے دشمنی کرنے والے سے جنگ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا...... ﴾

القرآن الحکیم البقرۃ ۲:۲۵۷

ترجمہ : اللہ مسلمانوں کا ولی ہے۔

ان ہی لوگوں کے پاس علم کتاب ہوتا ہے۔ ان ہی لوگوں میں سے وہ تھا جس کے بارے ارشاد فرمایا:

﴿ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ اَنَا آتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ﴾

القرآن الحکیم النمل ۲۷:۳۹

ترجمہ : اس شخص نے کہا جس کے پاس علم کتاب تھا۔ کہ میں (تخت بلقیس) کو چشم زدن میں لے آتا ہوں۔

یہ آصف بن برخیا تھے۔ جو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے اتباع میں سے صدیقین میں سے تھے۔ ان کی پیروی میں سچے تھے۔ سو ان کو مقام صدیقیت سے نوازا گیا۔

ہمارے نبی محتشم ﷺ تو سارے انبیاء سے افضل ہیں آپ کی امّت ساری اُمتوں سے افضل ہے اور آپ کے صدیقین سارے انبیاء کے صدیقوں سے افضل ہیں۔

ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی سچی اتباع کی۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ ہو گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے پکڑتے ہیں۔ اسی ہاتھ نے چشم زدن میں عرش بلقیس، یمن سے شام میں پہنچا دیا تھا۔

اسی قوت سے ہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے باب خیبر اکھاڑا تھا اور مرحب کو قتل کیا تھا۔ جب آپ نے رکھ دیا۔ تو دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے کافی لوگ شریک ہوئے۔ اس سلسلہ میں کرامات اولیاء کے بیان میں کچھ حقائق وارد کریں گے۔

امتِ محمدیہ اوران کے صدیقوں کی فضیلت ساری امتوں پر واضح ہے۔ نبی انور ﷺ کا مندرجہ ذیل فرمان اس امر پر دلیل ہے کہ اس امت کا صدیق پہلی امتوں سے افضل ہے۔

اَلصِّدِّيْقُوْنَ ثَلَاثَةٌ حَبِيْبُ النَّجَّارُ مُؤْمِنُ آلِ يَاسِيْنَ الَّذِىْ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوْا الْمُرْسَلِيْنَ. حِزْقِيْلُ مُؤْمِنُ آلِ فِرْعَوْنَ الَّذِىْ قَالَ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَعَلِىُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ وَّهُوَ اَفْضَلُهُمْ.

المعرفه لابی نعیم ، الامام ابن عساکر ، ابن نجار ،

ترجمہ: صدیق تین ہیں۔

حبیب نجار مومن ال یسن ۔جس نے کہا اے میری قوم رسولوں کی فرمانبرداری کرو۔

حزقیل مومن آل فرعون جس نے کہا کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔

اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور یہ ان سے افضل ہیں۔

اس حدیث کو ابو نعیم نے "معرفه" میں اور ابنِ عساکر نے ابو لیلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث حسن ہے۔

اوراسے ابنِ نجار نے سیدنا ابنِ مبارک سے روایت کیا ہے۔

اسی لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَنَا الصِّدِّيْقُ الْاَكْبَرُ وَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَهَا غَيْرِىْ

ترجمہ: میں سب سے بڑا صدیق ہوں۔ اور میرے سوا کسی کے لئے روا نہیں کہ وہ ایسے کہے یعنی آپ کے زمانہ میں۔ آپ نے یہ اپنے خلافت کے زمانہ میں کہا۔

اور یہ اولیاء اللہ علم لدنی کے حامل ہیں۔ اسی قبیل سے سیدنا خضر علیہ السلام

ہیں۔

ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾

القرآن الحکیم الکھف ۱۸:۶۵

ترجمہ : تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک ایسے بندہ کو پایا۔ جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے اپنے پاس سے (خاص) علم سکھایا تھا۔

تقویٰ میں وہ راست باز رہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق علم سے نوازا۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿...... وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰهُ ﴾

القرآن الحکیم البقرہ ۲:۲۸۲

ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ سے ڈرکرو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں (آداب معاشرت) سکھاتا ہے۔

ان لوگوں نے اپنے علم پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس علم سے آگاہ کیا جس پر وہ آگاہ نہیں تھے۔

جس طرح نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ.

اتحاف السادة المتقین، ۱:۴۰۳ الدر المنثور، ۱:۳۷۲

المغنی عن حمل الاسفار للعراقی، ۱:۷۱ الاسرار المرفوعه لعلی القاری، ۳۲۵

تذکرة الموضوعات للفتنی، ۲۰ الطبرانی،

الفوائد المجموعه للشوکانی، ۳۸۹ کشف الخفا للعجلونی، ۲:۳۶۵

تفسیر القرطبی، ۱۳:۳۶۴ حلیة الاولیاء، ۱۰:۱۵

ترجمہ : جس نے اپنے علم پر عمل کیا اسے اللہ تعالیٰ نے ایسے علم سے نوازا جس سے وہ آ

گاہ نہ تھا۔

اس حدیث پاک کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

نبی انور ﷺ نے اپنی دعا میں ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُکَ اَسْئَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ مِنْ خَلْقِکَ اَوِسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَ نُوْرَ بَصَرِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَذِهَابَ هَمِّیْ وَغَمِّیْ۔

مسند احمد بن حنبل، ۱:۳۹۱، ۴۵۲ مستدرك للحاكم، ۱:۵۰۹

الطب النبوی للذهبی، ۲۵ علل الحدیث لابن ابی حاتم الرازی، ۴۷۲

الدر المنثور، ۳:۱۴۹ تفسیر ابن کثیر، ۳:۵۱۷

موارد الظمآن للهیثمی، ۲۳۷۲ عمل الیوم و اللیة لابن السنی، ۳۳۵

مجمع الزوائد، ۱۰:۱۷۶ المغنی عن حمل الاسفار للعراقی، ۱:۳۲۹

کنز العمال، ۱۴۳۶_۳۴۳۵ اتحاف السادة المتقین، ۵:۱۰۵،۱۰۶

الترغیب و الترهیب، ۲:۶۱۶ الاسماء و الصفات للبیهقی، ۶

المعجم الکبیر، ۱۰:۲۱۰ مسند ابن حبان،

مسند بزار

ترجمہ: اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، مجھ میں تیرا حکم جاری ہے، مجھ میں تیرا فیصلہ نافذ ہے، میں تجھ سے تیرے ہر نام کا صدقہ سوال کرتا ہوں، جس سے تو نے اپنی ذات کو مسمی کیا ، یا تو نے اسے اپنی کتاب میں نازل کیا یا اپنی مخلوق کو اس کی تعلیم دی، یا اپنے علم غیب کے ساتھ اسے مخصوص کیا کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار کر دے، میری آنکھوں کا نور کر

دے، میرے غم کو کافور کرنے والا کردے، میرے ہم وغم کو اس سے دور کردے

اس حدیث پاک کو ابن حبان، امام محمد اور بزار نے روایت کیا ہے یہ غم کو دور کرنے کے لئے حدیث ابن مسعود ہے۔

اس دعا میں دلیل ہے کہ کچھ علوم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل کئے ہیں اور کچھ علوم اپنی کتاب میں نازل نہیں فرمائے ۔ بلکہ اپنے بعض بندوں کے لئے مخصوص کئے ہیں اور کچھ ایسے علوم ہیں جس کو اپنی کتاب میں نازل نہیں کیا اور نہ ہی اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو ان کی تعلیم دی ہے بلکہ ان کو اپنے علم غیب کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

پس اولیاء کرام وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جن علوم خاص سے چاہا نوازا ہے۔ جیسے سیدنا خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے خاص علم عطا فرمایا ہے۔

تو کیا عالم اور جاہل برابر ہوسکتے ہیں؟

جس شخص کو اپنے زمانہ کے اولیاء میں سے شیخ کی صحبت نصیب ہوگئی اس کے ہاتھ پوشیدہ خزانہ اور چھپا ہوا کنز آگیا۔ اس شخص پر شیخ کی متابعت لازم ہے۔ اسے اس کی اقتداء کو خوب مضبوطی سے تھام لینا چاہیئے اور اس کے روبرو خود کو لپیٹ دینا چاہیے۔ اسے ایسا ہونا چاہیئے جیسے طبیب کے سامنے مریض ہے۔ وہ جیسے چاہے مریض کو الٹ دیتا ہے اسے شیخ کے سامنے اختیار نہیں ہونا چاہیے اور اسے شیخ کے کسی امر پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کے واقعہ سے یہ ہی سبق سکھایا اور قصہ حدیبیہ سے یہ ہی ادب سنت نے سکھایا کہ صحابہ کرام نے نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شرائط کو قبول کرلیا۔ ظاہر میں جسے نہ عقل قبول کرتی تھی اور نہ شرع، جیسے کفار کو تو کفار کے حوالے کردیا جائے گا۔ مگر جو مسلمان ان کی طرف جائے گا اسے وہ نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ نہیں کریں گے۔

یہاں تک کہا گیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حالانکہ وہ ایسے شخص تھے کہ ان کی

قوت ایمان کی صفت ممکن نہیں۔ میں کبھی اسلام کے بارے میں مشکوک نہیں ہوا۔ مگر اس دن تمام صحابہ کرام کے دل مکدر ہو گئے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس معاہدہ کے پیچھے کیا راز ہے۔

مگر اس صلح کا انجام سراسر خیر تھا۔ اس کا انجام فتح مکہ تھا اور تمام قریش کا اسلام تھا اور جزیرہ عرب میں اسلام کا پھیلنا تھا۔ اس طرح صاحبان علم لدنی کے ساتھ ادب چاہیئے اور تسلیم چاہیئے۔ ان پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے اگر چہ قدم پھسل جائیں (اللہ کی پناہ)۔ کیونکہ وہ وہ کچھ جانتے ہیں جو ہم نہیں جانتے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ آنِيَةً وَ آنِيَةُ رَبِّكُمْ قُلُوْبُ عِبَادِهِ الصّٰلِحِيْنَ وَاَحَبُّهَا اِلَيْهِ اَلْيَنُهَا وَاَرَقُّهَا.

الطبرانی ،

ترجمہ : بے شک اہل زمین سے کچھ اللہ تعالیٰ کے برتن ہیں۔ اور تمہارے رب کے برتن اس کے نیکو کار بندوں کے دل ہیں۔ ان میں زیادہ محبوب اسے زیادہ نرم اور زیادہ رقیق ہیں۔

اسے امام طبرانی نے سیدنا ابو عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جس شخص کا دل اللہ رب العلمین کا برتن ہو۔ تو وہ معدن اسرار ہے اور مطلع انوار ہے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور وہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾

القرآن الحکیم فاطر ۳۵:۲۸

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔

تو یہ اہل خشیت ہیں۔ دوسرے لوگوں کی خشیت ان کی خشیت جیسی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کی حقیقی خشیت ان علماء باللہ پر ہی محصور و مقصود ہے یہ معنی اسم جلالت کے منصوب ہونے کی بناء پر ہے۔

اسم جلالت کو اگر مرفوع پڑھا جائے۔تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان علماء کے علاوہ کسی کو عظمت سے نہیں نوازتا۔

یہ اور بڑی فضیلت ہے اور اصطفائیت سے زیادہ اکرم ہے۔

اور علماء سے مقصود خشیت سے عاری لوگ نہیں ہیں۔

نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ یُحِبُّھُمْ اَھْلُ السَّمَآءِ.

الامام ابن نجار ،

ترجمہ: علماء کرام انبیاء عظام کے وارث ہیں۔آسمان والے ان کو محبوب رکھتے ہیں۔

اس حدیث پاک کو ابن نجار نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نبی انور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اَلْعُلَمَآءُ مَصَابِیْحُ الْجَنَّۃِ وَ خُلَفَاءُ الْاَنْبِیَآءِ

مختارہ ، الامام ضیاء مقدسی

ترجمہ: علماء جنت کے چراغ ہیں اور انبیاء کے خلفاء ہیں۔

اس حدیث پاک کو ضیاء مقدسی نے مختارہ میں روایت کیا ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ و السلام کے وارث اور خلفاء وہ علماء ہیں جو اہل خشیت ہیں۔ان کی زندگی انبیاء کی کامل اتباع ہوتی ہے۔وہ نہیں جس کی تصنیفات زیادہ ہوں، بلیغ و فصیح ہوں، علم کو جدل کا ذریعہ بنائیں اور باطل طریق سے لوگوں کا مال کھانے کا

ذریعہ بنائیں۔

حقیقی عالم وہ جو عارف باللہ ہو، اللہ ﷻ سے ڈرنے والا اور نبی انور ﷺ کا کامل متبع ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْعُلَمَآءُ اُمَنَاءُ الرُّسُلِ مَالَمْ يُخَالِطُوا السُّلْطَانَ وَيُدَاخِلُو الدُّنْيَا فَاِذَا خَالَطُوا السُّلْطَانَ وَدَاخَلُوا الدُّنْيَا فَقَدْ خَانُوا الرُّسُلَ.

ضعفاء، الامام عقیلی،

ترجمہ: علماء رسل کرام کے امین ہیں جب تک بادشاہ کی سنگت اختیار نہ کریں اور دنیا میں داخل نہ ہوں جب وہ بادشاہ کی سنگت اختیار کرلیں اور دنیا میں منہمک ہو جائیں تو یقیناً وہ رسل کرام سے خیانت کے مرتکب ہوئے۔

اس حدیث پاک کو حسن بن سفیان اور عقیلی نے ضعفاء میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

علماء کرام پر فرض ہے کہ وہ اس امانت شریفہ اور قیمتی موتی کو ضائع نہ کریں اور اس کے بدلہ میں شیشہ کو اختیار نہ کریں۔

خداوند قدوس ہمیں باعمل علماء سے کرے۔

یہی خیرات میں سبقت کرنے والے ہیں اور یہی فرمان الٰہی میں تیسرے مرتبہ کے حامل ہیں۔

﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ج فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ج وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ج وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ م بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾

القرآن الحکیم فاطر ۳۵:۳۲

ترجمہ: پھر ہم نے اس کتاب کا ان کو وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں سے چن لیا تھا۔ پس ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیانہ رو ہیں اور بعض

اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔

عوام، خواص اور خواص الخواص

یہ ہی لوگ اس فرمان الٰہی میں سابقون اور مقربین ہیں۔

﴿ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ لا مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۞ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِلا مَآاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۞ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الواقعه ٥٦:١١_١٠_٩_٨

ترجمہ : پس (ایک گروہ) دائیں ہاتھ والوں کا ہوگا کیا شان ہوگی دائیں ہاتھ والوں کی اور (دوسرا گروہ) بائیں ہاتھ والوں کا ہوگا کیا (خستہ) حال ہوگا بائیں ہاتھ والوں کا۔

یہ ہی لوگ اسلام، ایمان اور احسان سے تیسرے مرتبہ کے حامل محسنین ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

الصحیح البخاری ، الایمان ٤٧ الصحیح للمسلم ، ایمان ٥٧

ابو داؤد ، سنه ١٦ الترمذی ، ایمان ٤

ابن ماجه ، مقدمه ٩ مسند احمد بن حنبل ،١:٢٧_٥١_٥٣

ترجمہ : احسان یہ ہے کہ تو اس حال میں اللہ ﷻ کی عبادت کرے کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ دیکھے تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

چونکہ یہ لوگ دائمی ذکر میں ہوتے ہیں۔ اس لئے دائمی عبادت میں ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ لوگ ہمیشہ شہود حق میں غرق رہتے ہیں۔ گویا اسے دیکھتے ہیں اور جو مرتبہ شہود میں نہ ہو وہ مقام مراقبہ میں ہوتے ہیں گویا وہ انہیں دیکھ رہا ہے اور یہ ہی اس فرمان خداوندی میں صاحبان علم ہیں۔

﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَلا وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًام بِالْقِسْطِ ..... ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ٣:١٨

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی) شہادت دی کہ بیشک کوئی خدا نہیں سوائے اس کے اور فرشتوں نے (یہی گواہی دی) اور اہل علم نے (کہ وہ) عدل وانصاف کو قائم فرمانے والا ہے۔

عالم باللہ تو انبیاء کرام اور اولیائے عظام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے حجابات اُٹھا دیئے ہیں۔ ان کو عالم ملکوت و جبروت میں اپنی قدرت کے عجائب دکھا دیئے ہیں۔

انہوں نے عالم بالا اور زیریں کے ہر ذرہ میں قدرت کا انصاف پسند قیام کا مشاہدہ کرلیا ہے۔
وہی فقط وجوب واجب کی صفت کے ساتھ منصف ہے۔

شہادت کا درجہ علم سے بلند ہے۔ اسی لئے ان کو شہادت کے ساتھ مختص کیا ہے اور اپنی شہادت میں ان کا تیسرا درجہ رکھا ہے۔ اس شہادت کی عظمت کا ادراک ہر ایک کیلئے ممکن نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ان اولیائے عظام کو اپنی شہادت میں شریک کیا ہے۔
ایمان والے نہیں کہا اس حقیقت کو خوب سمجھیں۔

یہاں سے ان کی علو مرتبت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر حقائق کو منکشف کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کو اس امر کا سزاوار ٹھہرایا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی شہادت کے ہمراہ شہادت دیں۔ یہ بلند ترین مقام ومرتبہ ہے۔

اللہ تعالیٰ بابرکت ہے۔ صاحب فضل عظیم ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے وہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔

یہ اولیائے عظام وہ بلند رتبہ اصحاب ہیں کہ ان کا ہم نشین بد بخت نہیں رہتا اگرچہ غیر ارادی طور پر ان کا ہم نشیں ہو۔

شہنشاہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ (غَيْرَ الْكَتَبَةِ) يَطُوْفُوْنَ فِيْ

الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَاتِكُمْ فَيُحِفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا ...... يَقُوْلُ اللّٰهُ اُشْهِدُكُمْ اَنِّىْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ فِيْهِمْ فُلَانٌ وَلَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ فَيَقُوْلُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ.

مسند احمدبن حنبل ، ۲:۳۵۸ الصحیح البخاری ، الدعوات ۱۲۹

الصحیح للمسلم ، کتاب ٤٨ ، باب ٨ ، حدیث ٢٥

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں۔ جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں۔ راستوں کے چکر لگاتے ہیں۔ اور مجالسِ ذکر تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ ایسے لوگوں کو پالیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہے ہوں۔ تو آوازیں دیتے ہیں: ادھر اپنی حاجات کی طرف آؤ۔

تو وہ فرشتے اس حلقہ ذکر کو آسمانِ دنیا تک اپنے نورانی پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا ہے۔ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے۔ ان میں ایک ایسا شخص تھا جو ان میں سے نہیں تھا۔ وہ کسی اور ضرورت سے آیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وہ ایسی قوم ہیں جن کا ہم نشیں بد بخت نہیں ہوسکتا۔

اس طویل حدیث کو **امام احمد بن حنبل** نے اپنی **مسند** میں اور **امام بخاری وامام مسلم** نے **سیدنا ابو ھریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا اعزاز عطا کیا ہے۔ سو ان کو اور ان کے ہم نشینوں کو مبارک ہو۔ تمام تعریفیں اس بزرگ و برتر ذات کے لئے ہیں جس نے اپنے اولیاء پر دلیل اپنی ذات پر دلیل قرار دی ہے۔ ان اولیائے کرام تک وصول کے بغیر اس تک وصول ممکن نہیں۔

یہ ہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ حیا فرماتا ہے۔ ان کے اجلال اور تعظیم شان

کے پیش نظر ان کی برائیوں کو ناپسند کرتا ہے۔ ان کے دشمنوں کے لئے اعلان جنگ کرتا ہے۔

نبی انور ﷺ نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا:

مَنْ عادَ لِی وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُه' بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَیْهِ وَمَا زَالَ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبَ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهُ فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَأَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهُ وَاِنِ اسْتَعَاذَنِیْ بِیْ لَاُعِیْذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِیْ فِیْ قَبْضِ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَکْرَهُ مَسَاءَ تَهُ.

الصحیح البخاری، الرقاق ۳۸: ۶۵۰۲ مسند احمد بن حنبل ۶:۲۵٦

ترجمہ: جس شخص نے میرے دوست کے ساتھ دشمنی کی میں نے اس سے اعلان جنگ کیا۔ میری طرف میرا بندہ میری جس محبوب شئی سے قریب ہوتا ہے۔ وہ فرائض کی ادائی ہے۔ اور نوافل کی ادائی سے وہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کی ٹانگیں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اگر مجھ سے سوال کرے تو ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو ضرور عطا کرتا ہوں۔ اور میں اس مومن کی روح کو قبض کرنے میں سب سے زیادہ تردد کرتا ہوں۔ جو موت کو ناپسند کرتا ہو اور میں اس کی ناخوشی کو ناپسند کرتا ہوں۔

اسے امام بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

غور فرمائیں کہ اس ذات نے کیسے تردد سے تعبیر کیا جو اس کے جملہ تصرفات میں اس کی شان سے نہیں ہے۔

صاحب ذوقِ سلیم کو اس شفقت رحمانی سے لطف اندوز ہونا چاہیئے۔

یہ کس قدر بلند ہے، یہ کس قدر قیمتی ہے، یہ کس قدر جلیل ہے اور کس قدر شیریں ہے اور کیسے نہیں۔

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش الٰہی کانپ اٹھا۔

﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم المائدہ ۵:۵۶-۵۵

ترجمہ : تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک) ہے۔ اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوۃ دیا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہ الٰہی میں جھکنے والے ہیں۔ اور (یاد رکھو) جس نے اللہ کو اور اس کے رسول کریم کو اور ایمان والوں کو مددگار بنایا (تو وہ اللہ کے گروہ ہیں) بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے۔

سو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان ان کے ولی ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت، اپنے رسول کی ولایت اور اہل ایمان کی ولایت کو ایک ہی درجہ اور ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے اور اس شخص کی ناک کو خاک آلودہ کیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کی ولایت میں فرق کیا ہے۔

یہ اہل ایمان اولیاء کرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے۔

جس کی آزمائش کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تو اللہ نے اسے کسی چیز کا مالک نہیں بنایا۔ یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کی پاکیزگی کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا ہے۔

ان لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم ہے۔

اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے خواص ہیں۔

نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ ضَنَائِنُ مِنْ خَلْقِهِ اَلْبَسَهُمُ النُّوْرَ السَّاطِعَ يُحْيِيْهِمْ فِيْ عَافِيَةٍ

وَيُمِيتُهُمْ فِي عَافِيَةٍ.

المعجم الکبیر، ۱۲:۳۸۵ ۔ کنز العمال، ۱۱۲۴۲

الاولیاء لابن ابی الدنیا، ۳ مجمع الزوائد، ۱۰:۲۶۵

ترجمہ: بے شک اللہ ﷻ کی مخلوق میں سے کچھ خواص ہیں۔ اللہ ﷻ نے ان کو نورانی پیکر بنایا ہے۔ ان کو عافیت کے ساتھ زندگی کے مراحل سے گزارتا ہے اور عافیت کے ساتھ موت سے ہمکنار کرتا ہے۔

اور نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ ضَنَائِنَ مِنْ خَلْقِهٖ يَغْذُوْهُمْ مِنْ رَّحْمَتِهٖ يُحْيِيْهِمْ فِيْ عَافِيَةٍ وَيُمِيْتُهُمْ فِيْ عَافِيَةٍ. وَاِذَا تَوَفَّاهُمْ تَوَفَّاهُمْ اِلٰى جَنَّتِهٖ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ تَمُرُّ عَلَيْهِمُ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ وَهُمْ مِنْهَا فِيْ عَافِيَةٍ.

المعجم الکبیر، ۱۲:۳۸۵ حلیۃ الاولیا، ۱:۳۷ کنز العمال، ۱۱۲۴۲

الاولیاء لابن ابی الدنیا، ۳ مجمع الزوائد، ۱۰:۲۶۵

ترجمہ: بے شک اللہ ﷻ کی مخلوق میں سے کچھ خواص ہیں۔ اللہ ﷻ ان کو اپنی رحمت سے غذا عطا فرماتا ہے۔ ان کو عافیت کے ساتھ زندگی کے مراحل سے گزارتا ہے اور عافیت کے ساتھ موت سے ہمکنار کرتا ہے۔ جب وہ ان کی زندگی کو تمام کرتا ہے تو ان کی آخری منزل جنت ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر فتنے تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند گزرتے ہیں مگر یہ عافیت میں رہتے ہیں۔

اس حدیث پاک کو طبرانی نے کبیر میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اولیاء کرام وہ ہیں کہ ان کے زمانہ میں فسادات کے انبوہ کثیر بھی اگر ظاہر ہو جائیں کہ ساری روئے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں پھر بھی ان پر نہ اثر انداز ہوتے ہیں نہ ان کے قریب پھٹکتے ہیں۔ بلکہ یہ ان کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان سے

اپنے کسی مقصد کو حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔

اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف اضافت تشریفی عطا کی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾

القرآن الحکیم الفرقان ٢٥:٦٣

ترجمہ: اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل گفتگو کرتے ہیں تو وہ ''سلام'' کہہ دیتے ہیں۔

سورۃ فرقان کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے بہت سارے اوصاف کو جمع کر دیا ہے۔

بطور خاص اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے۔ شیطان کے غلبہ سے ان کو مامون رکھا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اپنی کی طرف نسبت دی ہے۔

نبی کائنات ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اَلْيَوْمَ اَضَعُ اَنْسَابَكُمْ وَاَرْفَعُ نَسَبِيْ

فَيَقُوْلُ اَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ؟

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا:

آج میں تمہارے نسبوں کو گراتا ہوں اور اپنے نسب کو اٹھاتا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ پکارے گا:

متقی لوگ کہاں ہیں؟

سبحان اللہ! یہ کس قدر بلند نسب ہے۔

اور اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾

القرآن الحكيم يونس ١٠:٦٢

ترجمہ: سنو! بیشک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہ لوگ رَبَّانِيُّوْن اور رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْم ہیں جن کو اللہ ﷻ نے اپنے ساتھ شریک کیا ہے۔

ارشاد گرامی ہے:

﴿...... وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴾

القرآن الحكيم ال عمران ٣:٧٩

ترجمہ: (وہ تو یہ کہے گا کہ) اللہ والے بن جاؤ اس لئے کہ تم دوسروں کو کتاب کی تعلیم دیتے رہتے تھے اور بوجہ اس کے تم خود بھی اسے پڑھتے تھے۔

اس طرح ارشادِ الٰہی ہے:

﴿..... وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ م وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ ﴾

القرآن الحكيم ال عمران ٣:٧

ترجمہ: ان (متشابہات) کی تاویل صرف اللہ ﷻ اور راسخین فی العلم جانتے ہیں۔

یہ ترجمہ ایک قرأت پر ہے۔

یہی مخبتون (صاحبانِ خشوع) ہیں۔

ارشاد گرامی ہے:

﴿...... وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ لا وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾

القرآن الحكيم الحج ٢٢:٣٥-٣٤

ترجمہ: اور (اے محبوب!) تواضع کرنے والوں کو خوش خبری سنایئے۔ جب اللہ ﷻ کا

ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں۔ اور جو ان (مصائب وآلام) پر صبر کرنے والے ہیں جو انہیں پہنچتے ہیں۔ اور جو نماز کو صحیح ادا کرنے والے ہیں اور ان چیزوں سے جو ہم نے انہیں عطا فرمائی ہیں وہ خرچ کرتے ہیں۔

یہ صفات کسی اور میں جمع نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور آخرت میں ان کی سنگت عطا کرے۔

ان ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم کیا ہے کہ ان کی سلامتی کے خواہاں رہیں جس طرح یہ لازم کیا کہ اس کی حمد وثنا کریں۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ﴾

القرآن الحکیم النمل ٢٧:٥٩

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور سلام ہو اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے چن لیا۔

اپنی تعریف کے امر کے ساتھ ان پر سلام کے حکم کو یکجا کر دیا ہے۔
یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں غیرت کی بنا پر ان کو اغیار سے اللہ تعالیٰ نے چھپا رکھا ہے۔
حدیث قدسی ہے۔

اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ اَحَدٌ غَیْرِیْ

ترجمہ: میرے دوست میری قباء کے نیچے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔
یہ کہا گیا ہے کہ ولی کی معرفت اللہ تعالیٰ کی معرفت سے زیادہ مشکل ہے۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کی جہت سے استدلال سے پہچانا جاتا ہے۔ مگر ولی تو بشر ہے۔ وہ کھاتا ہے جس طرح ہم کھاتے ہیں۔ وہ پیتا ہے جس طرح ہم پیتے ہیں۔ وہ نکاح کرتا ہے جس طرح ہم نکاح کرتے ہیں۔ اسے بشری عوارض سے واسطہ پڑتا ہے۔ امراض جسمانی لاحق ہوتی ہیں جس طرح ہم کو لاحق ہوتی ہیں۔ ان کو صرف وہ پہچانتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے۔

ابن عطاء اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

سُبْحَانَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ الدَّلِيْلَ عَلٰى اَوْلِيَآئِهٖ اِلَّا مِنْ حَيْثُ الدَّلِيْلِ عَلَيْهِ وَلَمْ يُوْصِلْ اِلَيْهِمْ اِلَّا مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّوْصِلَهٗ اِلَيْهِ.

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے اولیاء کرام پر صرف اپنی ذات پر دلیل کی حیثیت سے دلیل قائم کی ہے۔ ان تک فقط اس کی رسائی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ارادہ کرتا ہے۔

اللہ بھلا کرے امام مذکور کا۔ جن نے اولیائے کرام کی معرفت کی حسین، بے مثال تعبیر فرمائی۔

یہ ہی اولیائے کرام وہ نمازی ہیں جو اپنے تمام اوقات، احوال، حرکات اور سکنات میں تمام پر قائم رہنے والے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۞ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۞ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۞ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۞ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم المعارج ۷۰: ۲۳ تا ۱۹

ترجمہ: بیشک انسان بہت لالچی پیدا ہوا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچے تو سخت گھبرا جانے والا، اور جب اسے دولت ملے تو حد درجہ بخیل، بجز ان نمازیوں کے جو اپنی نماز پر پابندی کرتے ہیں۔

ایسی نماز جو حرص، بے صبری اور بخل سے پاک ہو۔ ان کے سوا کسی نے ادا نہیں کی۔ یہ ہمیشہ نماز میں رہتے ہیں۔ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں۔

یہ اولیائے کرام ہی خوشحالی اور تنگدستی میں خرچ کرنے والے ہیں۔ غصہ کو پینے والے ہیں۔ لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت

فرماتا ہے۔

حکایت میں ہے۔

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک امام نے اپنے غلام سے گرم پانی مانگا۔ وہ ایک برتن میں گرم پانی لایا۔ جب وہ خادم امام صاحب کے قریب پہنچا۔ وہ پھسلا اور پانی امام صاحب کے معصوم فرزند پر گرا جو آپ کے سامنے موجود تھا اور اسی حال میں فوت ہو گیا۔

امام صاحب نے غلام کی طرف دیکھا۔

اس نے عرض کی: وہ غصہ کو پینے والے ہیں۔

آپ نے فرمایا: میں غصہ کو پی گیا۔

عرض کی: وہ لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔

فرمایا: میں نے معاف کر دیا۔

عرض کی: اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ جا تو رضائے الٰہی کے لئے آزاد ہے۔

اللہ والے اس طرح حیا کرتے ہیں جب ان کے سامنے آیات ربانی کی تلاوت ہوتی ہے یہ تمام حالات میں اس کی خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں۔ جب یہ غضبناک ہوں تو معاف کر دیتے ہیں۔

ابن عطاء اللہ نے "حکم" میں فرمایا:

عظمت یہ نہیں کہ انسان غضبناک ہی نہ ہو۔ عظمت یہ ہے کہ حالتِ غضب میں معاف کر دیا جائے۔

یہ عادتِ شریفہ فقط اولیاء کرام کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے اخلاق عطا فرمائے۔

یہ اولیاء کرام بندگان الٰہی سے محل نظر ہیں۔ کیونکہ یہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں

...ہتے ہیں کیونکہ ہمیشہ کرتے ہیں۔ خداوند قدوس ان کو محبوب بنالیتا ہے۔ پھر ان کے کان
آنکھ، اور ہاتھ بن جاتا ہے۔

اولیاء کرام اللہ ﷻ سے بالشت بھر قریب ہوتے ہے اور اللہ ﷻ ان سے ہاتھ
بھر قریب ہوجاتا ہے۔ یہ ایک ہاتھ بھر قریب ہوتے ہیں اور وہ ایک گز قریب ہوجاتا ہے۔
یہ چلتے ہوئے جاتے ہیں وہ بھاگ کر قریب ہوتا ہے۔

کسی نے کہا ہے:

اللہ ﷻ کے بعض بندے اللہ ﷻ سے اعراض کرتے ہیں وہ بھی ان سے
اعراض فرمالیتا ہے اور کبھی ان کے چہرے اللہ ﷻ کے مقابل نہیں ہوتے۔ اور بعض بندگان
الٰہی ایسے ہیں وہ اللہ ﷻ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اللہ ﷻ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے
اور ان سے کبھی چہرہ نہیں پھیرتا۔ جو ان کے پاس آتا ہے۔ اللہ ﷻ اس کی طرف متوجہ ہوتا
ہے اور اس کی حاجت پوری کردیتا ہے۔

اسی بناء پر جن لوگوں نے اللہ ﷻ سے اعراض کیا اور ان سے اعراض کیا وہ
کافر ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں میں وہ کچھ سما جاتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں
نہیں سما سکتا۔

حدیث قدسی میں ہے:

ترجمہ: مجھے نہ میری زمین نے سمویا، نہ میرے آسمانوں نے۔ مگر میرے مومن، صلح جو
اور نرم خو کے دل نے سمولیا۔

اتحاف السادۃ المتقین، ۷:۲۳۴ الاسرار المرفوعہ لعلی القاری،
۲۶۰_۳۱۰_۳۷۶ تذکرۃ الموضوعات للفتنی، ۳۰
کشف الخفا للعجلونی، ۲:۲۸۳ الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المنتثرہ
للسیوطی، ۱۳۹

امام احمد نے اسے ”کتاب الذھد“ میں روایت کیا ہے۔

دل جس کی یہ شان ہو اس کی حقیقت اللہ ﷻ ہی جانتا ہے۔ یہ وسعت وسعتِ مکانی نہیں۔ وسعت ایمانی اور عرفانی ہے۔

بعض عارفین نے فرمایا ہے۔

اگر عرش الٰہی کسی عارف کے دل کے گوشوں میں سے ایک گوشہ میں رکھ دیا جائے تو اس کا احساس بھی نہ ہو۔ یہ اولیائے کرام وہ برگزیدہ لوگ ہیں کہ زمین بھر لوگ بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔

سیدنا سھل بنی سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی اکرم ﷺ کے قریب سے ایک شخص گزرا۔ آپ ﷺ اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے۔ اس نے عرض کی:

یہ اشرف الناس ہے۔ یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ نکاح کا پیغام دے تو اس کا نکاح ہو۔ اگر یہ کسی کی سفارش کرے تو اسے قبول کر لیا جائے۔ اگر یہ کچھ کہے تو سنا جائے۔

نبی اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔

پھر ایک اور شخص گزرا۔

نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس شخص کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟

عرض کی:

یہ شخص فقراء سے ہے۔ اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو قبول نہ کیا جائے۔ اگر سفارش کرے تو نہ مانی جائے۔ اگر کچھ کہے تو نہ سنا جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: زمین بھر کے لوگوں سے یہ بہتر ہے۔

الصحیح البخاری، نکاح ۱۵ الصحیح للمسلم

السنن ابن ماجه ، زهد ٥ | السنن نسائی ،
الصحیح ابن حبان | مسند احمد ،

اسے بخاری ، مسلم ، ابن ماجه اور نسائی نے سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

امام احمد نے بھی سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ اولیائے کرام ہی ساداتِ صوفیہ ہیں۔ ان کے دل کدورتوں سے پاک ہیں۔ ان کے ہاں سونا اور گارا برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے یہ روگرداں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے دلوں میں کچھ باقی نہیں۔ یہ دنیا سے بے رغبت ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا محبوب بنالیا ہے۔ یہ لوگوں کے مال ومنال سے بھی بے نیاز ہیں۔ اس لئے لوگوں نے بھی ان کو اپنا محبوب بنالیا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ مقدس کے مظہر ہیں۔

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ﴾

القرآن الحکیم مریم ۹٦:۱۹

ترجمہ : بیشک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے دلوں میں محبت پیدا فرمادے گا۔

یہ تمام مذکورہ صفات کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فضل ونعمت سے شروع کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور ہدایت کے سزاوار ہیں۔ یہ ہدایت یافتہ ہیں، ہدایت دینے والے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کے مظہر ہیں۔

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَہُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنۡہَا مُبۡعَدُوۡنَ ۙ لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَہَا ۚ وَ ہُمۡ فِیۡ مَا اشۡتَہَتۡ اَنۡفُسُہُمۡ خٰلِدُوۡنَ ۚ لَا یَحۡزُنُہُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ وَ تَتَلَقّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ؕ ہٰذَا یَوۡمُکُمُ الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴾

القرآن الحکیم الانبیاء ۲۱:۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱

ترجمہ: بلاشبہ وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے تو وہی اس جہنم سے دور رکھیں جائیں گے وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے۔اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہیں گے جن کی انہوں نے خواہش کی تھی۔وہ بڑی گھبراہٹ انہیں غمناک نہ کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔(انہیں بتائیں گے) یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

مخلوق ان کی طرف متوجہ ہو مگر وہ ان سے روگرداں ہیں۔ان کے ہاں مخلوق کا اقبال وادبار برابر ہے۔کیونکہ وہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھتے ہیں۔اگر وہ عطا کریں تو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔اگر وہ روکیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔یہ نہ کسی چیز کا اشتیاق رکھتے ہیں نہ کسی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾

القرآن الحکیم الفرقان ۲۵:۶۷

ترجمہ: اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی (بلکہ) ان کا خرچ کرنا اسراف اور بخل کے بین بین اعتدال سے ہوتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف درہم ہو یا دانق خرچ کرنے میں بخیل ہوتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو سارا مال ومتاع لٹا دیتے ہیں۔کیونکہ یہ صدق عبودیت میں غرق ہوتے ہیں۔غلام اور غلام کی ملکیت سب کچھ اسی کا ہوتا ہے۔ان کو کوئی پرواہ نہیں کہ لوگ ان کے بخل کی وجہ سے ان کی مذمت کریں یا سخاوت کی بنا پر ان کی تعریف کریں۔یہ لوگوں کے روبرو تحسین عبادت کے ساتھ ریاکاری نہیں کرتے۔

یہ اس فرمان کے مصداق ہیں۔

﴿..... قُلِ اللّٰهُ لا ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ﴾

القرآن الحکیم الانعام ٦:٩١

ترجمہ: آپ فرما دیجئے اللہ! پھر انہیں چھوڑ دیجئے (تاکہ) وہ اپنی بیہودہ باتوں میں کھیلتے رہیں۔

یہ ہر دعوٰی سے خالی ہوتے ہیں۔ ان سے قطب چاہتا ہے کہ اسے کتا کہا جائے اور قطب نہ کہا جائے۔ اللہ ﷻ کے ساتھ نہ ان کا اختیار ہوتا ہے نہ ارادہ۔

جو اللہ ﷻ چاہتا ہے یہ چاہتے ہیں اور جو یہ چاہتے ہیں وہ اللہ ﷻ فیصلہ فرماتا ہے۔ ان کے ظواہر خلق کے ساتھ ہوتے ہیں اور بواطن اللہ ﷻ کے ساتھ ہوتے ہیں۔

یہ اللہ ﷻ کا گروہ ہیں اور اللہ ﷻ کا گروہ ہی کامیاب ہے۔

اولیائے کرام کی عظمت میں یہ مختصر مجموعہ ہے۔

جو لوگ ان مذکورہ صفات سے متصف ہوں۔ کیا ان سے عداوت کسی مسلمان کے لئے جائز ہے۔ کہ ان لوگوں سے محبت حرام یا کفر ہے؟

اے اللہ! تیری پناہ تیری پناہ۔

اولیائے کرام کے مراتب کا تنوع:

احوال و مراتب کے اعتبار سے اولیاء کی بہت سی اقسام ہیں۔ ہم اپنے علم و توفیق کے مطابق جمع کرتے ہیں۔ اللہ ﷻ ہی توفیق دینے والا ہے۔ وہی کارساز ہے۔

انبیاء کرام:

نبوت وہ بلند ترین منصب ہے جو کسب اور کثرت طاعات اور عبادات سے میسر نہیں ہوتا۔

جوھرۃ التوحید کے مصنف نے کیا خوب کہا ہے:

نبوت کسبی امر نہیں ہے چاہے کوئی فضیلت کی انتہاء کو پہنچ جائے۔

انبیاء کرام اگرچہ بشر ہوتے ہیں مگر وحی سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے وحی کی جہت سے اپنے محبوب ﷺ پر احسان کیا ہے اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ...... ﴾

القرآن الحکیم الشوریٰ ۴۲:۵۲

ترجمہ : اور اسی طرح ہم نے بذریعہ وحی اپنے حکم سے آپ کی طرف ایک جانفزا کلام بھیجا۔

یہ روح جو اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ یہ ایک بے مثال منقبت ہے۔ بے نظیر بلندی ہے۔ بے عدیل شرف ہے۔ یہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ اس کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس کے سب سے زیادہ اعظم ہیں۔ اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ربوبیت والوہیت کی جہت سے واحد ہے اور یہ مراتب عبودیت میں واحد ہیں۔ جس طرح عبودیت میں کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں اسی طرح عبودیت میں کوئی نبی کا شریک نہیں۔

انبیاء، صالحین کے اعلیٰ مراتب پر ہیں۔ ان کے بعد ''صدیقین'' کا طریقہ ہے۔

صدیقین:

انبیاء کرام کے بعد یہ سب سے اعلیٰ طبقہ ہے۔ یہ انبیاء کرام کے ورثاء ہیں۔ ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ سوائے قدم نبوت کے۔ نبی کے ہر قدم پر ان کا قدم ہوتا ہے۔

صدیقین کے بعد شہداء ہیں۔

شہداء:

پھر انواع، طبقات علوم اور معارف کے اختلاف کے ساتھ صالحین ہیں۔ نوع انسانی میں سے اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں ان کا ذکر کیا

ہے۔

﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾

القرآن الحكيم النساء ٤:٦٩

ترجمہ : اور جو اللہ کی اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔

مجذوب ، سالک:

طریق الی اللہ میں سیر کی حیثیت سے ان کی دو قسمیں ہیں۔

مجذوب اور سالک:

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو اچانک اپنی بارگاہ میں پہنچا دینا جذب ہے۔ اس میں پہلے سے ارادہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فی الفور اس کی صفات بدل دیتا ہے۔

وہ پیتل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی عنایات کی اکسیر اس پر ڈالتا ہے تو اچانک وہ سونا بن جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور پہلے قدم پر ہی مستغرق ہو جاتا ہے۔

شیخ احمد بن ناصر الدین بن بنت میلق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدة السلوک الی ملک الملوک میں کہا ہے۔

وَالْجذبُ اخْذَةُ عَبْدٍ بغْتة بيدى عناية نحو امر ليس ينويه

ترجمہ : جذب بندہ کو اچانک اپنی بارگاہ میں دست عنایت سے کھینچ لینا ہے۔ جس میں بندہ کا ارادہ نہیں ہوتا۔

سالک وہ ہے جس کو عنایت ایسے شیخ کامل واصل کی بارگاہ میں لے جاتی ہے جو موصل ہوتا ہے اور قدم محمدی کا وارث ہوتا ہے۔ وہ اسے ہر حال میں کتاب وسنت اور دوام

ذکر کی راہ پر چلاتا ہے اور اسے ان کمالات غیر متناہیہ تک پہنچا دیتا ہے۔ جن کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔

سالک کے لئے سلوک کے بعد جذب ضروری ہوتا ہے۔ اور سالک ایسے مجذوب سے افضل ہوتا ہے جو سلوک سے پہلے ہی مرتبہ جذب پر فائز ہو جاتا ہے۔

شیخ احمد بن ناصر نے ارشاد فرمایا:

وَالْجَذْبُ اِنْ جَاءَ مِنْ بَعْدِ السُّلُوْکِ لَهٗ فَضْلٌ عَلَی الْجَذْبِ مِمَّا السَّعْیُ تَالِیْهِ

ترجمہ: اور جذب اگر سلوک کے بعد حاصل ہو تو یہ ایسے جذب سے بہتر ہے جو سلوک کے بغیر ہو۔

شیخ نے اس شعر میں "السعی" سے سلوک کا ارادہ فرمایا ہے۔ کیونکہ سالک کا سلوک جب مکمل ہو جاتا ہے تو وہ ارشاد اور رسولوں کی جانشینی کا اہل ہو جاتا ہے۔

اور مجذوب اگر شیخ کامل کے ہاتھ پر حال سے باہر نکلے اور سلوک کا حامل ہو تو وہ بھی اس طرح ہو۔ اگر اس کو استغراق میں ہی دوام حاصل رہے تو کبھی بھی صاحب ارشاد نہ ہو۔

مجذوب کی مثال اس حاجی کی ہے جس نے دور دراز کی مسافت فضا میں جہاز پر طے کی ہو۔ اس نے اثنائے سفر میں کسی جگہ اور کسی شہر کو نہ پہچانا ہو۔ اُسے اس وقت ہی خبر ہو جب وہ مکہ پہنچ جائے۔

سالک کی مثال اُس مسافر کی ہے جس نے خشکی اور دریا کا سفر کیا ہو اور ہر جگہ سے گزرا ہو۔ ہر مقام پر ٹھہرا ہو۔ آسان مشکل، دور قریب، نشیب و فراز، نرم و سخت جگہوں اور امن و خوف کے مقام پر آگاہی حاصل کی ہو اور یہ بھی پہچانتا ہو کہ ڈاکوؤں اور چوروں سے کس طرح بچا اور ان سے محفوظ رہا جاتا ہے۔ ان معارف کے بعد وہ مکہ میں پہنچے۔

تو جو شخص جہاز پر سوار ہو کر مکۃ المکرمہ پہنچا ہو۔ وہ لوگوں کو شہر مکہ کی راہ نہیں بتلا سکتا۔ کیونکہ وہ اس راہ پر ہی نہیں چلا اور اس نے اس راہ کو پہچانا ہی نہیں۔ بری و بحری مسافر اس امر پر قادر ہے کہ وہ لوگوں کو راہ بتلا سکے اور آسان اور کم راہ کی خبر دے۔ ان کو

راہ امن سے گزارے اور راہ خوف سے بچالے۔ اور شہر مکہ تک پہنچا دے۔ یہ دونوں حاجی سالک اور مجذوب کی مثال ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ میں نے تو وہی ذکر کیا ہے جو اپنے مشائخ سے سنا ہے۔ وگرنہ نہ میں سالکین سے ہوں نہ مجذوبین سے۔

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں اپنے مشائخ کا توسل پیش کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ان مشائخ کی راہ پر گامزن کرے اور ان کی مخالفت سے بچائے۔ بے شک وہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔ ان اولیاء کرام میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ان سے پردہ اٹھ جائے تو یقین میں اضافہ ہو جائے۔ ان میں سے کچھ اولیاء کرام ایسے ہیں کہ اگر وہ قسم یاد کریں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ

الصحیح البخاری ، صلح ۸	الصحیح للمسلم ، ۱۳۰۲
الترمذی ، جھنم ۱۳	ابو داؤد ، دیات ۲۸
النسائی ، ٤٧٥٩	ابن ماجه ، ٢٦٤٩
مشکوۃ المصابیح ، ٣٤٦٠	مسند احمد بن حنبل ، ١٢٨:٣
السنن الکبری ، ٢٥:٨	شرح معانی الاثار ، ٢٧١:٤
مسند الشهاب ، ١٠٠٢	کنز العمال ، ٥٩٣٢
شرح السنه للبغوی ، ٦٦:١٠	فتح الباری ، ٣٠٦:٥
تفسیر ابن کثیر ، ١١٣:٣	الاولیاء لابن ابی الدنیا ، ٤٤
مشکل الاثار للطحاوی ، ٢٩٣:١	اتحاف السادة المتقین ، ٦٤٢:٩
تذکرة الموضوعات للفتنی ، ١٩٣	الفوائد المجموعه للشوکانی ، ٢٥٣

ترجمہ : بے شک بندگان الٰہی میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھائیں تو وہ اسے ضرور پورا کر دے۔

اس حدیث پاک کو امام بخاری ،امام مسلم ،امام ابو داؤد،امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے سیدنا ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

ان اولیاء کرام میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو انبیاء ومرسلین کے قدموں پر ہیں۔ یہ ہدایت یافتہ علماء ہیں۔ اللہ ﷻ کی طرف دعوت دینے والے ہیں اس پر دلیل بننے والے ہیں۔ بارگاہ خداوندی سے خود واصل ہیں اوروں کو واصل کرنے والے ہیں، صاحبان ارشاد ہیں۔

عوارف میں فرمایا:

نبی اکرم ﷺ سے خبر وارد ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَئِنْ شِئْتُمْ لَاُ قْسِمَنَّ لَکُمْ اَنَّ اَحَبَّ عِبَادِاللّٰہِ تَعَالٰی اِلَی اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُحَبِّبُوْنَ اللّٰہَ اِلٰی عِبَادِہٖ وَیُحَبِّبُوْنَ عِبَادَ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ وَیَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ بِالنَّصِیْحَۃِ

عوارف المعارف ، الباب العاشر فی شرح رتبۃ المشیخۃ ۵۳

ترجمہ : مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے قسم یاد کراوں۔ اللہ ﷻ کے محبوب ترین بندے وہ ہیں جو اللہ ﷻ سے اس کے بندوں کی طرف محبت کرتے ہیں اور اللہ ﷻ کے بندوں سے اس کی طرف محبت کرتے ہیں اور زمین پر نصیحت سے چلتے ہیں۔

کچھ اولیاء کرام ایسے ہیں جن کو اللہ ﷻ ظاہر فرماتا ہے۔ مگر ان کو ظہور سے رغبت نہیں ہوتی۔ کچھ اولیاء کرام ایسے ہیں جن کو اللہ ﷻ پوشیدہ رکھتا ہے۔ مگر ان کو پوشیدگی سے کوئی رغبت نہیں ہوتی۔ یہ سب اللہ ﷻ کے ارادہ کے تابع ہوتے ہیں۔

آپ کا رب جو چاہے پیدا کرتا ہے اور ان کے لئے جو بہتر ہو اسے منتخب کرتا ہے۔

سادات صوفیہ کے ہاں جو ظہور کا طالب ہو وہ بندۂ ظہور ہوتا ہے۔ اور جو خفاء کا طالب ہو وہ بندۂ خفاء ہوتا ہے۔ اور جس کا کوئی ارادہ نہ ہو وہ بندہ الٰہی ہوتا ہے۔

اگر اللہ ﷻ چاہے تو ظاہر کر دے۔ اور اگر پسند کرے تو پوشیدہ رکھے۔

ان اولیاء کرام میں سے ہی قطب وغوث فرد جامع ہوتا ہے۔

انہیں سے دو امام ہوتے ہیں۔ قطب کی دائیں جانب اور قطب کی بائیں جانب۔

انہیں میں سے بقیہ چار قطب ہیں۔

انہیں میں سے اوتاد ہیں۔

انہیں میں سے ابدال ہیں انہیں میں سے نقباء ہیں۔

انہیں میں سے نجباء ہیں۔ انہیں میں سے افراد ہیں۔

انہیں میں سے رجال الغیب ہیں۔

انہیں میں سے رجبیون ہیں۔ جن کا ظہور اور تصرف فقط رجب کے مہینہ میں ہوتا ہے۔ دقائق تقوی میں اولیاء کرام کے اجتہاد کے اعتبار سے مقامات ولایت میں ان کے مراتب میں اختلاف ہے۔ ان میں افضل غوث ہے۔ جس سے بندگان الٰہی مدد حاصل کرتے ہیں۔ اس کے وسیلہ سے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ پھر غوث کے بعد دونوں اماموں کا رتبہ ہے۔ اسی طرح ان کی ترتیب ہے۔

تمام قطب سے مدد حاصل کرتے ہیں۔ تمام قطب کی نگاہ میں رہتے ہیں۔ ان کا وجود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک ہر زمانہ میں ضروری ہے۔

شیخ عبداللہ بن اسعد یافعی نے اس سلسلہ میں ایک حدیث پاک بیان کی ہے اور اس کی تخریج ذکر نہیں کی۔ اگرچہ کافی احادیث اسی امر کا فائدہ دیتی ہیں۔ بعض روایات مختلف بھی ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ اختلاف اصطلاحات میں ہے اور اصطلاح میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تمام علماء کرام جنہوں نے ان احادیث کا اعتبار کیا ہے۔ وہ ان مراتب کے وجود پر متفق ہیں۔ بہت کم علماء نے اختلاف کیا ہے۔

ہم بعض احادیث ابھی وارد کریں گے۔

ابو نعیم نے **حلیۃ الاولیاء** میں اور **ابن عساکر** نے **تاریخ دمشق** میں **سیدنا ابن مسعود** رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو افراد ایسے ہیں جن کے دل **سیدنا آدم** علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ چالیس افراد کے دل **سیدنا موسیٰ** علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ سات افراد کے دل **سیدنا ابراھیم** علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ پانچ افراد کے دل **سیدنا جبرائیل** علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ تین افراد کے دل **میکائیل** علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ ایک فرد کا دل **سیدنا اسرافیل** علیہ السلام کے دل پر ہے۔

جب ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک کو اس کی جگہ پر مقرر کر دیتا ہے۔ اور جب تین میں سے کوئی انتقال کر جائے۔ تو اللہ تعالیٰ پانچ میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر فرماتا ہے۔ اور جب پانچ میں سے کوئی انتقال کر جائے تو اللہ تعالیٰ سات میں سے کسی کو اس کی جگہ پر مقرر کر دیتا ہے۔ اور جب سات میں سے کوئی رحلت فرما جائے تو اللہ تعالیٰ چالیس میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے۔ اور جب چالیس میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تین سو میں سے کسی کو اس کی جگہ پر مقرر کر دیتا ہے اور جب تین سو میں سے کوئی کوچ کر جائے تو اللہ تعالیٰ عامۃ الناس میں سے کسی کو اس کی جگہ پر فائز کر دیتا ہے۔ ان کے تصدق سے ہی بارش ہوتی ہے، فصلیں اگتی ہیں اور بلائیں دور ہوتی ہیں۔

حلیۃ الاولیاء، ۱:۴۰ تاریخ دمشق لابن عساکر،

میزان الاعتدال، ۵۵۴۹ الموضوعات لابن جوزی، ۳:۱۵۰

امام احمد بن حنبل نے **الزھد** و **الخلال فی کراماتِ الاولیاء** کے ضمن میں سند صحیح کے ساتھ شیخین کی شرط پر **سیدنا ابن عباس** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا خَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ علیہ السلام مِنْ سَبْعَةٍ يَدْفَعُ اللّٰهُ بِهِمْ عَنْ اَهْلِ الْاَرْضِ.

الزهد و الخلال فی کرامات الاولیاء

ترجمہ: روئے زمین سیدنا نوح علیہ السلام کے بعد کبھی بھی ایسے سات افراد سے خالی نہیں ہوئی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین پر (بلائیں) دور کرتا ہے۔

اور اسی طرح مستغفری نے دلائل النبوۃ میں امام بخاری کی مثل روایت کی ہے۔ اور یہ سات وہی اقطاب ہیں جن سے زمین کبھی خالی نہیں ہوتی۔

اور امام احمد نے الزھد و الخلال فی کراماتِ الاولیاء میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْاَبْدَالُ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا ، وَاَرْبَعُوْنَ اِمْرَأَةً كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ رَجُلًا وَكُلَّمَا مَاتَتْ اِمْرَأَةٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهَا اِمْرَأَةً

الزهد و الخلال فی کرامات الاولیاء ، مسند الفردوس ،

ترجمہ: ابدال چالیس مرد ہوتے ہیں اور چالیس عورتیں ہوتی ہیں۔ کوئی مرد انتقال کر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر مرد مقرر کر دیتا ہے۔ اور جب کوئی عورت فوت ہو جائے تو اس کی جگہ عورت مقرر فرما دیتا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خِيَارُ اُمَّتِيْ فِيْ كُلِّ قَرْنٍ خَمْسُمِائَةٍ وَالْاَبْدَالُ اَرْبَعُوْنَ فَلَا الْخَمْسُمِائَةِ يَنْقُصُوْنَ وَلَا الْاَرْبَعُوْنَ. فَكُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْخَمْسُمِائَةِ مَكَانَهٗ وَاَدْخَلَ مِنَ الْاَرْبَعِيْنَ مَكَانَهُمْ. قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنَا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ. قَالَ : يَعْفُوْنَ عَمَّنْ ظَلَمَهُمْ يُحْسِنُوْنَ اِلٰى مَنْ اَسَاءَ اِلَيْهِمْ وَيَتَوَاسَوْنَ فِيْمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ.

حلیة الاولیاء ، ۱:۳۹ الموضوعات لابن جوزی ، ۳:۱۵۱

الفوائد المجموعه للشوکانی ، ۲٤٥ واللآلی المصنوعه للسیوطی ، ۲:۱۷۷
کنز العمال ، ۳٤٥۹۱ اتحاف السادة المتقین ، ٦:۲۹٤ـ۸:۳۸٦
تذکرة الموضوعات للفتنی ، ۹۲٥ فیض القدیر للمناوی ، ۳:٤٦١

ترجمہ : ہر صدی میں میری امت کے پسندیدہ افراد پانچ سو ہوتے ہیں۔ابدال چالیس ہوتے ہیں۔ نہ پانچ سو میں کمی ہوتی ہے نہ چالیس میں ۔جب کوئی شخص انتقال کرتا ہے اللہ تعالیٰ پانچ سو میں سے کسی کو اس کی جگہ فائز فرماتا ہے۔اور چالیس میں سے اس کی جگہ پر قائم کر دیتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ ہمیں ان کے اعمال کے بارے رہنمائی فرمائیں۔

یہ پاکیزہ صفت لوگ ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیتے ہیں، برائی کرنے والوں سے احسان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو انہیں عطا کیا ہے اس میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔

اسے ابو نعیم نے حلیة الاولیاء میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث حسن ہے۔ ان بلند صفات سے اولیاء کرام ہی آراستہ ہوتے ہیں۔

آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلَا بْدَالُ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ثَلاثُوْنَ مِثْلُ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ الرَّحْمٰنِ. عَزَّ وَ جَلَّ. کُلَّمَامَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ . تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی .مَکَانَهٗ رَجُلًا.

مسند احمد بن حنبل ، ٥:۳۲۲

ترجمہ : اس امت میں ابدال تیس مرد ہیں۔سیدنا ابراهیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی طرح۔جب ان میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر کسی اور کو مقرر فرما دیتا ہے۔

اسے امام احمد نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔

نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْاَبْدَالُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ بِھِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ، وَبِھِمْ یُمْطَرُوْنَ، وَبِھِمْ یُنْصَرُوْنَ.

الطبرانی،

ترجمہ: میری امت میں ابدال تیس ہیں۔ ان کی وجہ سے زمین قائم ہے۔ ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہے ان کی وجہ سے مدد و نصرت ہوتی ہے۔

طبرانی نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

اَلْاَبْدَالُ فِیْ اَھْلِ الشَّامِ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ کُلَّمَامَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلًا یُسْقٰی بِھِمُ الْغَیْثُ وَیُنْتَصَرُ بِھِمْ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَیُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الشَّامِ بِھِمُ الْعَذَابُ.

الطبرانی، مسند احمد بن حنبل ۱۱۲:۱

ترجمہ: ابدال اہل شام سے ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ جب بھی کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ ﷻ اس کی جگہ پر کسی کو فائز فرما دیتا ہے۔ ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ دشمنوں پر ان کی وجہ سے مدد ہوتی ہے۔ اہل شام سے عذاب ان کی وجہ سے ٹلتا ہے۔

امام احمد نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

ابن عساکر نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اِنَّ الْاَبْدَالَ بِالشَّامِ یَکُوْنُوْنَ اَرْبَعِیْنَ رَجُلًا بِھِمْ تُسْقَوْنَ الْغَیْثَ وَبِھِمْ تُنْصَرُوْنَ عَلٰی اَعْدَائِکُمْ وَیُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الْاَرْضِ الْبَلَاءُ وَالْغَرَقُ

الامام ابن عساکر .

ترجمہ : ابدال شام میں ہوتے ہیں۔ یہ چالیس مرد ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ ان کی وجہ سے دشمنوں پر مدد حاصل ہوتی ہے اور اہل زمین سے بلا اور غرق دور رہتی ہے۔

امام احمد، امام ترمذی اور امام حاکم نے مستدرک میں سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ **سے روایت کی ہے۔**

آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَغْبَطُ النَّاسِ عَبْدِی الْمُؤْمِنُ خَفِیْفُ الحَاذِ ذُوْحَظٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ، اَحْسَنُ عِبَادَۃِ رَبِّہٖ وَاَطَاعَهُ فِی السِّرِّ غَامِضًا فِی النَّاسِ لَا یُشَارُ اِلَیْهِ بِالْاَصَابِعِ، وَکَانَ رِزْقُهُ کِفَافًا فَصَبَرَ عَلٰی ذٰلِکَ عَجِلَتْ مُنِیَّتُهُ وَقَلَّتْ بَوَاکِیْهِ، وَقَلَّ تُرَاثُهُ. مسند احمد بن حنبل، ۵:۲۵۲-۲۵۵ الجامع الترمذی، زهد ۳۵ المستدرك للحاكم،

ترجمہ : لوگوں میں سب سے زیادہ رشک انگیز میرا وہ مومن غلام ہے جو قلیل العیال اور قلیل المال ہے نمازوں کا پابند ہے۔ اپنے پروردگار کی عمدہ عبادت کرتا ہے لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر پوشیدگی میں اطاعت کرتا ہے۔ انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اس کا رزق بھی پورا ہی ہوتا ہے وہ اس پر صبر کرتا ہے۔ اس کی موت جلد آتی ہے۔ اس پر رونے والے کم ہوتے ہیں۔ اور اس کی وراثت کم ہوتی ہے۔

امام مناوی نے کہا:

امام حاکم ارشاد فرماتے ہیں:

یہ **سیدنا اویس قرنی** رضی اللہ عنہ اور ان کی امثال کے اوصاف ہیں۔ اور اولیاء میں ان سے بھی بلند مرتبہ وہ شخص ہے جو اللہ ﷻ کے قبضہ میں ہے، اسی سے بولتا ہے، اسی سے دیکھتا ہے، اسی سے سنتا ہے، اسی سے پکڑتا ہے۔ اللہ ﷻ نے اسے **صَاحِبُ لِوَاءِ**

اَلْاَوْلِیَـــــــاء بنایا ہے۔ یہ اہل زمین کے لئے امان ہے۔ اہل آسمان کے لئے محل نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص ہے۔ اس کی توجہ کا مرکز ہے۔ اس کے راز کا معدن ہے اس کا کوڑا ہے اس سے اپنی مخلوق کو ادب سکھاتا ہے۔ اس کی زیارت سے دل زندہ ہوتے ہیں۔ یہ اولیاء کا امیر ہے ان کا قائد ہے۔ یہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے پروردگار کی ثنا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر فرشتوں کے روبرو فخر کرتا ہے اور یہ قطب ہے۔ بسا اوقات قطب ہم میں ظاہر ہوتا ہے۔ مگر اسے پہچانتا وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ کی عنایت حاصل ہو۔ اس کی معرفت اور اس تک رسائی فقط اسے ہی حاصل ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا سرِ مکنون، کنزِ مستور اور رمزِ اعلیٰ ہوتا ہے۔

بسا اوقات لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اور حقیر جانتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت سے بے خبر ہوتے ہیں۔

حکایت ہے کہ اہل بسطام ایک بار بارش کی طلب میں نکلے۔ وہ واپس لوٹے اور بارش نہ ہوئی پھر ایک نوجوان شخص نکلا اور اس نے اپنے سر کو اشارہ کرتے ہوئے کہا:

اے اللہ اس کے صدقہ سے جو اس سر میں ہے بارش عطا فرما! اس کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے بارش عطا کر دی۔

بعض علماءِ شہر اس کلام کو سن رہے تھے۔ انہوں نے اس سے کہا تیرے سر میں کیا ہے۔؟

فرمایا:

دو آنکھیں، جس نے بایزید کو دیکھا ہے۔

لوگوں کہا:

اے مردِ درویش۔ ابو جھل نے اپنی دونوں آنکھوں سے نبی معظم ﷺ کو دیکھا اور اسے اس رؤیت سے فائدہ نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور افضل جہاں ہیں۔

اس مردِ حق نے جواب دیا:

ابو جہل نے نبی اکرم ﷺ کو نہیں دیکھا۔ اس نے تو یتیم ابو طالب کو دیکھا۔ تو وہ شخص خاموش ہو گیا۔

یہ کتنا حسین جواب تھا۔

یعنی ابو جہل نے تعظیم و تکریم کی نظر سے نہیں دیکھا۔ اگر وہ تعظیم کی نگاہ سے دیکھتا تو مسلمان ہو جاتا اور مخالفت پر قادر نہ رہتا۔ اور اس کو اطاعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔ اس نے حقارت کی نظر سے دیکھا۔ فرماں برداروں کی صف سے گر گیا اور خوش بختی کے دروازے اس سے بند ہو گئے۔ کیونکہ سعادت مندی کی چابی نبی انور ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ اس بنا پر بدبختی کی منازل کی طرف اسے دھتکار دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس سے پناہ عطا فرمائے۔ ہمیں اولیائے کرام کے طریق پر چلائے اور ہمارا حشر ان کے ساتھ کرے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور یہ پاک باز لوگ کتنے اچھے رفیق ہیں۔

کسی نے قدرت الٰہیہ کی کیا خوب ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے۔

اور یہ عز بن عبد السلام معروف با مام مجاھد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

أَيُّهَا الْخَاطِبُ مَعْنَى حُسْنِنَا مَهْرُنَا غَالٍ لِمَنْ يَخْطُبُنَا
جَسَدٌ يَفْنِيْ وَ رُوْحٌ لِلْعَنَاءِ وَ عُيُوْنٌ لَا تَذُوْقُ الْوَسْنَا
وَ فُؤَادٌ لَيْسَ فِيْهِ غَيْرُنَا فَاذَا مَا شِئْتَ اَدِّ الثَّمَنَا
فَافْنِ اِنْ شِئْتَ فَنَاءً سَرْمَدًا فَالْفَنَا يُدْنِيْ اِلٰى ذَاكَ الْفَنَاءِ
وَاخْلَعِ النَّعْلَيْنِ اِنْ جِئْتَ اِلٰى ذٰلِكَ الْوَادِيْ فَفِيْهِ قُدْسُنَا
وَ عَنِ الْكَوْنَيْنِ كُنْ مُنْخَلِعًا وَ ازِلْ مَا بَيْنَنَا مِنْ بَيْنِنَا

وَاِذَا مَا قِیْلَ مَنْ تُھْوٰی فَقُلْ اَنَا مَنْ اَھْوٰی وَمَنْ اَھْوٰی اَنَا
وَصَلٰوۃُ اللّٰہِ تَغْشَی الْمُصْطَفٰی وَکَذَا اٰلِ وَ صَحْبٍ فَطَنًا

ترجمہ: اے ہمارے حسن کے طالب۔ پیغام دینے والوں کے لئے ہمارا مہر بہت زیادہ ہے۔ جسم فنا ہو جاتا ہے اور روح کے لئے مشقت ہے۔ آنکھیں نیند کا ذائقہ نہیں چکھتیں اور دل اس میں ہمارا غیر نہیں ہے سو جب آپ کا دل چاہے قیمت ادا کرو فنا ہو جاؤ اگر تو فنائے ابدی کا طالب ہے۔ سو یہ فنا اس فنا کے قریب لے جاتے ہیں۔ اگر تو اس وادی کی طرف آئے تو جوتے اتار دے۔ کیونکہ اس میں ہماری قدس ہے دونوں جہانوں سے جدا ہو جا۔ اور ہمیشہ ہمارے درمیان رہ۔ اور جب تجھ سے کہا جائے تو کس سے محبت کرتا ہے تو کہہ کہ میں محبت کرتا ہوں اور جس سے محبت کرتا ہوں وہ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چھائی رہیں اسی طرح آل اور ذہین صحابہ رضی اللہ عنہم پر۔

پہلی فصل

ان لوگوں کے رد میں جنہوں نے صالحین سے توسل واستغاثہ کے سبب مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور ان کے دلائل کے بطلان میں

توسل واستغاثہ

شیخ ابو بکر باقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

شبہ کی بنیاد پر ایک ہزار کافر کو اسلام میں داخل کرنا ہزار شبہ کی بنا پر ایک مسلمان کو کافر قرار دینے سے بہتر ہے۔ اس سے آپ تکفیر کی خطر عظیم اور اہل اسلام کی تعظیم اور مزلہ خطیرہ میں وقوع سے علماء کی احتیاط کا اندازہ کریں۔

ہمارے بعض مسلمان بھائیوں نے کہا: اللہ ﷻ ہمیں اور انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

''پہلی جہالت یہ تھی کہ وہ تقرب الٰہی کی خاطر بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اور ہمارے زمانے کی جاہلیت یعنی جاہلیت اسلام وہ اہل السنّت والجماعت ہیں جو تقرب الٰہی کی خاطر زندوں اور مردوں کی عبادت کرتے ہیں۔ یعنی مسلمان زندہ اور فوت شدہ اولیاء وانبیاء کرام کی زیارت کرتے ہیں۔ ان سے توسل کرتے ہیں اور ان کے آثار سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ وہ اس حالت میں انبیاء واولیاء کی عبادت کرتے ہیں''۔

اختلافِ مذاہب کے باوجود ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے غیر اللہ کو معبود بنایا ہو اور عبادت کا مستحق قرار دیا ہو۔ ہاں اسحاقیہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے قائل تھے اور ان کا نام ونشان مٹ گیا ہے۔

اور تمام تعریفیں دونوں جہاں کے پالنے والے اللہ ﷻ کے لئے ہیں۔ بعض مسلمانوں نے اپنے بھائیوں کی تکفیر کی پیش قدمی کی ہے۔ کیونکہ وہ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں انبیاء واولیاء کا توسل پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کی مخلوق سے خاص ہیں۔

ان لوگوں نے فرمان الٰہی سے استدلال کیا ہے جو بت پرستوں اہل شرک سے حکایت ہے۔

○ ..... وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ م مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ

زُلفی ......❁

القرآن الحکیم الزمر ۳:۳۹

ترجمہ : اور جنہوں نے اس کے سوا اور والی بنا لیے (اور کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر محض اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنادیں۔

ان لوگوں نے گمان کیا کہ مسلمان صالحین کی زیارت، ان سے توسل، ان کے آثار سے تبرک اور ان کے مزارات کے پاس دعا عبادت ہے جیسے بت پرست بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان لوگوں نے حق اور باطل کے مابین فرق نہیں کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی بت پرستی پر انکار فرمایا ہے کہ وہ غیر اللہ کو معبود بناتے ہیں اور ان کو ربوبیت کے دعویٰ میں شریک کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ مشرک لوگ بتوں کی ہی عبادت کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جائیں۔ ان کا کفر و شرک ان بتوں کی عبادت کی وجہ سے ہے اور اس وجہ سے کہ ان کا اعتقاد ہے کہ یہ بت ارباب من دون اللہ ہیں ان کا کفر و شرک اس بنا پر نہیں ہے کہ یہ ان سے توسل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ بت انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔

اس مقام پر ایک اہم بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ آیت مقدسہ اس امر پر شہادت دیتی ہے کہ وہ بت پرست جو بت پرستی کا جواز پیش کرتے تھے اس میں راست اور صادق نہ تھے۔ اگر وہ سچے ہوتے اور وہ بت پرستی اللہ تعالیٰ کے تقرب کی خاطر کرتے تو یقیناً باری تعالیٰ ان بت پرستوں کے ہاں ان بتوں سے زیادہ جلیل ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے اصنام کو گالیاں دینے سے منع فرمایا ہے۔

❁ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًام بِغَیْرِ عِلْمٍ ط كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ص ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ❁

القرآن الحکیم الانعام ۶:۱۰۸

ترجمہ : اور تم انہیں برا بھلا نہ کہو جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں (ایسا نہ ہو) کہ وہ بھی زیادتی کرتے ہوئے جہالت سے اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں۔ یونہی ہم نے ہر امت کے لئے ان کا عمل آراستہ کر دیا ہے۔ انہوں نے پھر اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ پھر وہ انہیں بتائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

عبدالرزاق ، عبدبن حمید ، ابن جریر ، ابن منذر ، ابن ابی حاتم اور ابو شیخ نے **سیدنا قتادہ** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مسلمان کفار کے بتوں کو گالیاں دیتے تھے اور وہ جواباً اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم جاری کیا۔

اے مسلمانو! تم ان کے معبودان باطلہ کو گالیاں نہ دو۔ کیونکہ وہ انتقاماً نادانی میں اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں گے۔

اس آیت مقدسہ کے نزول کا یہ سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو انتہائی سختی سے روک دیا کہ وہ ان پتھروں کے بارے میں کوئی کلمہ نقص نہ کہیں جن کے بت پرست مکۃ المکرمہ میں عبادت کرتے تھے کیونکہ یہ بت پرست ان پتھروں کی غیرت کھاتے ہیں جن کے بارے میں وہ صمیم قلب سے اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ان کے معبود ہیں۔ وہ نفع بھی دیتے ہیں اور نقصان بھی۔ اس طرح وہ غضب ناک ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ اسی نوعیت کا برتاؤ کیا۔ وہ ان کے معبود حقیقی کو گالیاں بکتے حالانکہ وہ تو رب العلمین ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نقائص بیان کرتے حالانکہ وہ ہر نقص سے پاک ہے۔

تو اگر یہ لوگ اس دعویٰ میں سچے ہوتے کہ ہم بت پرستی تقرب الی اللہ کے لئے کرتے ہیں تو اُن لوگوں کے انتقام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو کبھی بھی گالیاں نہ بکتے جو ان کے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ ان کا یہ گالیاں بکنا اس امر پر دلیل ہے کہ ان کے نفوس میں اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت ان بتوں سے بھی کم ہے۔

یہ ہی امر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی دلیل ہے۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ...... ﴾

القرآن الحکیم العنکبوت ٢٩:٦١

ترجمہ : اور (اے حبیب!) اگر آپ ان (مشرکوں) سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے فرمانبردار بنایا ہے تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

اگر یہ لوگ اپنے عقیدہ میں سچے ہوتے کہ تنہا اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے اور ان کے بت ہرگز خالق نہیں ہیں تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے یا کم از کم ان پتھروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا احترام کرتے

اور کیا یہ صحیح ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے پتھروں پر غیرت کھاتے ہوئے اور انتقام لیتے ہوئے اُن پر ستم کیا ہے۔

ہدایت کا فیصلہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے ایک آیت بھی اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ اُن مشرک لوگوں کے ہاں اللہ تعالیٰ اُن کے بتوں سے ہرگز کم وقعت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ج فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ج وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ط سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الانعام ٦:١٣٦

ترجمہ : اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر حصہ بنا رکھا ہے اس سے جو فصلوں اور مویشیوں سے پیدا فرماتا ہے اور کہتے ہیں یہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے۔ تو وہ (حصہ) جو ان کے شریکوں کے لئے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو (حصہ) اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے۔ کیا ہی برا

فیصلہ کرتے ہیں۔

سواگر اللہ تعالیٰ ان کے ذہنوں میں ان پتھروں سے کم وقعت نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ پر یہ مشرکین ان پتھروں کو یہ ترجیح نہ دیتے جس کی یہ آیت حکایت کرتی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے سزاوار ہوئے۔

سَآءَ مَایَحْکُمُوْنَ .

اور اسی قبیل سے اسلام سے پہلے ابو سفیان کا قول ہے:

اُعْلُ هُبَلُ ...... ہبل زندہ باد۔

جس طرح امام بخاری نے روایت کیا ہے:

ابو سفیان اس شدت میں اپنے ھبل نامی بت کو پکارتا تھا کہ وہ رب السموات والاض سے بلند ہو... تاکہ اسے اور اس کے لشکر کو اہل ایمان کے لشکر پر غلبہ حاصل ہو جو یہ چاہتا ہے کہ ان کے معبودان باطلہ پر غالب ہو۔ مشرکین کا اللہ تعالیٰ اور معبود ان باطلہ کے ساتھ یہ نظریہ تھا۔

اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ اکثر لوگ اس امر کو اس طرح نہیں سمجھتے اور اپنی نافہمی کی بنا پر کرتے ہیں جو کرتے ہیں۔

اگر وہ یہ کہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں بتوں کی نہیں کرتے ہماری بندگی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بتوں کے لئے نہیں ہے۔ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں ہم فقط اس لئے ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ ہم ان بتوں کو ربوبیت اور الوہیت میں ہرگز شریک نہیں کرتے۔ ہم تو فقط یہ ہی امید رکھتے ہیں کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کو قبول فرمائے گا اور ہماری دعا یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیں اپنا قرب عطا فرمائے یا وہ یہ کہیں ان کو تو ہم فقط قبلہ بناتے ہیں اور عبادت ہم خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں۔ تو اس وضاحت کے بعد وہ شرک نہیں۔ حرام کے ارتکاب کی بنا پر اُن کی طرف فقط جہل کی نسبت ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ

کے حکم کے بغیر ان کو ذریعہ قرب اور قبلہ کا استحقاق دیا۔ نہ اُن کے پاس علم آیا اور نہ ہی اُن کے پاس دلیل آئی لہٰذا ان بتوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے پر ان کی تکفیر نہ کی جائے گی جس طرح اس مومن کی تکفیر نہ ہوگی جو کفار کی عبادت گاہوں میں اذان دے یا ان میں فرائض ونوافل ادا کرے۔

کیا آپ جانتے نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے نماز کے دوران اہل اسلام کو استقبال قبلہ کا حکم دیا تو وہ اپنی عبادت کے دوران ہی اس طرف پھر گئے اور اسے قبلہ بنا لیا وہ عبادت اُس کے لئے نہ تھی۔

حجر اسود کا بوسہ یہ اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے۔ اگر ان میں کوئی مسلمان حجر اسود یا کعبہ کی عبادت کی نیت کرلے تو وہ بت پرستوں کی طرح مشرک ہوجائے گا۔

یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور تمام اعمال کا انحصار قصد وارادہ پر ہے۔ حجر اسود کے بوسہ کے لئے جھکنے کو اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر پیشانی اقدس رکھنے کو سجدہ قرار نہیں دیا گیا تو منکر یہ گمان کیوں کرتے ہیں کہ اہل اسلام اولیاء کرام کی دست بوسی میں اُن کو سجدہ کرتے ہیں۔ اگر یہ دست بوسی سجدہ ہے تو حجرہ اسود کا بوسہ بھی سجدہ ہے اور اس مقام پر وہ مشکل میں پھنس جاتے ہیں اور راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

اور یہ امر ثابت کہ حبر الامت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رکاب تھامی جو صحابی علماء میں سے تھے تو انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اُن کی تعلیم اور نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری کی بنا پر روکا تو آپ نے فرمایا ہمیں اپنے علماء کی اسی طرح تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تو سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ تھاما اور چوم لیا اور کہا: اہل بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی طرح تعظیم کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو چومنے کے لئے بغل کی پشت سے

جھکنے کو سجدہ قرار نہیں دیا گیا۔

اس روایت میں اس امر پر دلیل ہے کہ دونوں کو ہی دوسرے کی تعظیم کا حکم تھا۔ اور صالحین کی تعظیم اوران کی دست بوسی مشروع اور جائز ہے۔

سنن ابی داؤد میں سیدنا زارع ﷺ سے روایت ہے۔آپ عبدالقیس کے وفد سے تھے

ہم اپنی سواریوں سے اترتے تھے اور نبی انور ﷺ کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومتے تھے۔

ابو داؤد ، ادب ۱٤۹

ترمذی میں سیدہ عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے۔

سیدنا زید بن حارثہ ﷺ مدینہ منورہ آئے۔نبی انور ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے۔وہ آئے اور اُنہوں نے دستک دی تو نبی انور ﷺ کپڑے کو گھسیٹتے ہوئے ان کی طرف گئے تو اُنہوں نے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔

الجامع الترمذی ، استئذان ۳۲

امام ترمذی نے ارشاد فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔

یہ حدیث پاک بھی اس امر پر دلیل ہے کہ صالحین کی دست بوسی سنن مرسلین میں سے سنت مشروعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقربین سے توسل شرک نہیں ہے اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا کفر ہے۔

آپ دیکھتے نہیں کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے والد گرامی کا توسل پیش کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: اے ہمارے والد گرامی ہمارے لئے گناہوں کی بخشش طلب کریں تو انہوں نے واسطہ کے بغیر اپنے گناہوں کی بخشش طلب کیوں نہ کی اور کیا وہ اس امر میں اہل ایمان تھے یا اہل شرک جس طرح یہ لوگ گمان کرتے ہیں؟

اولاد یعقوب علیہ السلام نے ان سے استغفار کی گزارش فقط اس لئے کی تا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب اور خصوصیت حاصل ہے اور ان کے گناہوں نے ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بعد پیدا کردیا اور ان کے بعد ان کی دعا کی قبولیت کے مابین حائل ہوگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے حق میں ارشاد فرمایا:

﴿......وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾

القرآن الحکیم النساء ٤: ٦٤

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جب اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کے پاس حاضر ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لئے رسول (کریم) بھی تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت
توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا پاتے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان اقدس میں غور کیجئے۔ کہ اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں یعنی جب وہ گناہوں کا ارتکاب کرلیں تو چونکہ وہ شفاعت کے مستحق ہیں اس لیے وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی شرط بارگاہ رسالت میں حاضری کی لگائی اور اس امر کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار سے پہلے بارگاہ رسالت میں تملق و خضوع کا اظہار کریں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔ تو اس سے کیا فائدہ ہے؟

کیا بارگاہ رسالت میں حاضری سے قبل استغفار ممکن نہ تھا؟

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے استغفار کریں تو یہ اللہ تعالیٰ کو تواب اور رحیم پائیں گے۔

تو نبی اکرم ﷺ کے استغفار کا کیا فائدہ ہے؟
کیا بارگاہ رسالت میں ان کی حاضری اور اپنے لئے استغفار کافی نہ تھا؟
کہ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کو تواب اور رحیم پاتے۔

کیا اس میں صرف یہ ہی راہنمائی نہیں کہ جب بھی اُن پر مصیبت آئے تو بارگاہ رسالت میں التجا کریں۔آپ سے توسل کریں اور شفاعت طلب کریں تا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت کی جس نے حضور ﷺ سے طلبِ استغفار سے روکا۔اور اُس امر پر ابھارنے والے پر شدت کی کیونکہ یہ منافقت کی بڑی علامت میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ واذا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْلَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُؤُوسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾

القرآن الحكيم المنفقون ٦٣:٥

ترجمہ : اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت طلب کرے،تو (انکار سے) اپنے سروں کو گھماتے ہیں اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ (حاضری سے) تکبر کرتے ہوئے رک رہے ہیں۔

اس سے شدید توبیخ کیا ہوسکتی ہے۔اس سے کڑوی جھڑک کیا ہوسکتی کاش وہ سمجھتے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا:

﴿...... وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ﴾

القرآن الحكيم التوبہ ٩:١٠٣

ترجمہ : اور دعا مانگیے ان کے لئے۔بیشک آپ کی دعا ان کے لئے (ہزار) تسکین کا

باعث ہے۔

یعنی اُن کے لیے رحمت ہے۔ صلوۃ کا معنی دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دیہاتی اہل ایمان کی تعریف کی:

﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ط اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ط سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

القرآن الحکیم التوبہ ۹:۹۹

ترجمہ: اور کچھ دیہاتیوں میں سے وہ ہیں جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں جو وہ خرچ کرتے ہیں قرب الٰہی اور رسول (پاک) کی دعائیں لینے کا ذریعہ ہے۔ ہاں ہاں وہ ان کے لئے باعث قرب ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

دیکھیے۔ اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت کس طرح ان کے لئے نبی اکرم ﷺ کی دعا طلب کی گئی ہے اور ہمارے لئے بیان فرمایا کہ صَلَوَاتُ الرَّسُوْل قربت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نبی اکرم ﷺ سے دعا طلب کرتا ہے اور یہ منکر لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے توسل کفر ہے۔ اور آپ سے اور صالحین سے دعا کی طلب شرک ہے۔

یہ لوگ کتاب اللہ اور نبی اکرم ﷺ کے حق اور سنت سے کس قدر جاہل ہیں حالانکہ اہل اسلام ہر نازل ہونے والی مصیبت میں نبی اکرم ﷺ سے التجا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے مصیبت کو ٹال دیتا تھا۔ اگر یہ سب کچھ کفر اور شرک ہوتا تو اس کو ثابت نہ رکھا جاتا اور ضرور اس امر سے جھڑک دیا جاتا۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو سجدہ کا ارادہ کیا۔ اسے جھڑک دیا۔ جب اُس نے عرض کی: بے شک میں نے دیکھا ہے عجمی لوگ بادشاہوں کو

سجدہ کرتے ہیں اور آپ سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں۔

توجواباً نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلسُّجُوْدُ لَایَکُوْنُ اِلَّالِلّٰہ

ترجمہ : سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے۔

دیکھئے کہ توسل اور عبادت میں کس قدر فرق ہے۔

صاف وشفاف عقول کہاں ہیں؟ کیا اہل ایمان میں سے کوئی ایسا ہے کہ جب اس نے کسی نبی یا ولی کی زیارت کی تو اسے سجدہ کیا ہو، یا ان میں کوئی اعتقاد رکھتا ہو کہ کوئی نبی یا ولی اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہے یا وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ ہرگز نہیں۔ دونوں گروہوں میں کس قدر فرق ہے۔

تو منکر لوگ انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے توسل کو کس طرح حرام قرار دیتے ہیں جب کہ توسل کتاب عزیز میں بالتصریح ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہود سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا...... ﴾

القرآن الحکیم البقرہ ۲:۸۹

ترجمہ : اور وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح مانگتے تھے (اس نبی کے وسیلہ سے)

یعنی مشرک لوگوں پر مدد طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں اُس نبی آخر الزمان کے صدقہ سے فتح عطا فرما جن کی تعریف توریت میں ہے

﴿ فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّاعَرَفُوْا کَفَرُوْا بِهٖ ﴾

القرآن الحکیم البقرہ ۲:۸۹

ترجمہ : توجب ان کے پاس وہ نبی تشریف فرما ہوا جسے وہ جانتے تھے تو اس کے ماننے سے انکار کردیا۔

یعنی سیدنا محمد ﷺ.....تو جب آپ ﷺ کے ظہور سے پہلے آپ سے توسل ثابت ہے تو ظہور کے بعد اس کا انکار کیسے ممکن ہے۔

مندرجہ ذیل روایت بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ سے طلب توسل جائز ہے اور طلب توسل انبیاء واولیاء اور صالحین کی سیرت ہے۔

امام حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب سیدنا آدم علیہ السلام سے لغزش کا ارتکاب ہوا تو آپ نے عرض کی:

يَا رَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ ﷺ اِلَّا مَا غَفَرْتَ لِيْ فَقَالَ اللّٰهُ يَا آدَمُ كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْهُ.

ترجمہ: اے میرے پروردگار! سیدنا محمد ﷺ کے صدقہ سے مجھے معاف فرما۔ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! آپ نے انہیں کیسے پہچانا حالانکہ ابھی تک تو میں نے انہیں پیدا ہی نہیں کیا؟

عرض کی:

اے میرے پروردگار جب تو نے اپنے دست قدرت سے میری تخلیق کی اور اپنے سِر کو میرے اندر پھونکا۔ تو میں نے جب اپنا سر اٹھایا تو قوائم عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

تو میں نے اس کلمہ طیبہ کو پڑھ کر پہچان لیا کہ جس ہستی کے نام کو تو نے اپنے اسم ذاتی کی اضافت عطا کی ہے یہ یقیناً مخلوق میں تیرے ہاں محبوب ترین ہستی ہے۔

یہ سن کر اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے آدم آپ نے سچ کہا ہے۔ واقعتاً میرے محبوب ہیں۔

وَاِذْ قَدْ سَأَلْتَنِيْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ

ترجمہ : اب جب کہ آپ نے ان کے صدقہ سے سوال کیا ہے تو میں نے معاف کر دیا اور اگر ان کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو آپ کو پیدا نہ کرتا۔

المستدرك للحاكم ٢:٦١٥

اس لئے بعض مفسرین نے اس فرمان الٰہی

﴿ فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ﴾

القرآن الحکیم البقرہ ٢:٣٧

ترجمہ : پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے چند کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔

کے تحت ان ہی دعائیہ کلمات کو نقل فرمایا ہے۔

خلیفہ منصور عباسی نے سیدنا امام مالک سے سوال کیا (مسجد نبوی میں) دعا کرتے وقت ہمیں کعبہ کی جانب رخ کرنا چاہے یا رسول اللہ ﷺ کے (مزار اقدس کی) طرف؟

سیدنا امام مالک نے جواب دیا:

وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَوَسِيْلَةُ اَبِيْكَ آدَمُ علیہ السلام اِلَى اللّٰهِ بَلِ اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهٖ فَيُشَفِّعُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى

نسیم الریاض ٣:٣٩٨

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

﴿ ...... وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:٦٤

ترجمہ : تو ان سے رخ کیوں پھیرے گا۔ وہ تو تیرے اور تیرے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں بلکہ دعا کرتے وقت آپ کی طرف چہرہ کر اور آپ سے شفاعت طلب کر اللہ تعالیٰ تیری دعا قبول فرمائے گا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اور اگر یہ لوگ جب اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کے پاس حاضر ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لئے رسول (کریم) بھی تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا پاتے۔

(سیدنا امام مالک کا کلام ختم ہوا)

تو جب آپ ﷺ کے ظہور سے پہلے توسل نافع ہے اور اس پر قرآن وسنت شاہد ہیں تو ظہور کے بعد تو زیادہ نافع اور قابل تعریف ہے۔

نبی اکرم ﷺ موسم حج میں مختلف قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور دعوت اسلام دیتے۔ قبیلہ بکر بن وائل جب مکہ مکرمہ آیا۔ تو نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے انہوں نے کہا: ہمارے شیخ حارثہ کو آلینے دو۔ وہ آیا تو اس نے کہا۔

ہمارے اور فرس کے مابین جنگ ہے۔ جب ہم اس سے فارغ ہو جائیں تو آپ دوبارہ تشریف لے آئیں۔ جب ان کی فرس سے مڈبھیڑ ہوئی تو اس شیخ نے قبیلہ والوں سے نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی پوچھا۔

انہوں نے کہا: (**سیدنا**) **محمد** ﷺ

شیخ کہنے لگا: وہ تمہاری عزت ہیں۔ اس قبیلہ کو فتحیابی ہوئی۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بِیْ نُصِرُوْا

ترجمہ: میرے صدقہ سے ان کو کامیابی ہوئی۔

دیکھئے اس اسم گرامی کو اللہ تعالیٰ نے کیسی عظمت سے نوازا ہے۔

لَوْ نَا سَبَتْ قَدْرُہٗ آیَاتُہٗ عِظَمًا — اَحْیَا اِسْمُہٗ حِیْنَ یُدْعٰی دَارِسَ الرِّمَمِ

ترجمہ: اور یہ ہمارے انکار کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ سے روکتے

ہیں اللہ تعالیٰ ان کو (اور ہمیں) ہدایت عطا فرمائے یہ کہتے ہیں۔طالب کے لئے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرلے اور کسی شئی سے توسل نہ کرے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے لوگوں کا رد فرمایا ہے:

﴿ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ ...... ﴾

القرآن الحکیم اسراء ۱۷:۵۷

ترجمہ : وہ لوگ جنہیں یہ مشرک پکارا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کونسا بندہ (اللہ تعالیٰ سے) زیادہ قریب ہے۔

یعنی وہ معبود جن کی اُلوہیت کا وہ اعتقاد رکھتے ہیں جیسے **سیدنا عیسیٰ** علیہ السلام، **سیدہ مریم** رضی اللہ عنہا، **سیدنا زکریا** علیہ السلام اور فرشتے۔اور طاعت سے وہ اللہ تعالیٰ کی قربت کے تلاشی ہیں۔ اَیُّهُمْ یَبْتَغُوْنَ کی واو سے بدل ہے۔یعنی وہ اس کے تلاشی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ کے اعتبار سے اقرب ہے انھیں پھر کیا ہے کہ یہ وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتے ہیں۔وہ ایک طرف ہیں اور کتاب الٰہی اور سنت نبوی دوسری طرف ہے۔گویا وہ اعتقاد ہی نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اطاعت گزاروں کی قدرو منزلت ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ مَا لَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴾

القرآن الحکیم نوح ۷۱:۱۳

ترجمہ : تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت وجلال کی پروا نہیں کرتے۔

امام قاضی بیضاوی نے اس جگہ فرمایا:

تمہیں کیا ہے کہ تم عبادت گزاروں اور اطاعت شعاروں کی تعظیم کی امید نہیں رکھتے۔

لِلّٰهِ یہ موقر کا بیان ہے اگرچہ مؤخر ہے مگر وقار سے صلہ ہے۔

اس امر پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔

مَنْ وَقَّرَ عَالِماً فَقَدْ وَقَّرَ رَبَّهٗ

مسند الفردوس ،

ترجمہ : جس نے کسی عالم کی تعظیم کی اس نے اپنے پروردگار کی تعظیم کی۔

اسے دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اَکْرِمُوا الْعُلَمَاءَ فَاِنَّهُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ فَمَنْ اَکْرَمَهُمْ فَقَدْ اَکْرَمَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه‘

تاریخ بغداد للخطیب ، ٤٣٨:٤   الامام ابن عساکر ،

ترجمہ : علماء کی تکریم کرو۔ بے شک وہ انبیاء کرام کے جانشین ہیں جس نے ان کی تکریم کی بیشک اس نے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی تکریم کی۔

خطیب نے سیدنا جابر ﷜ سے اور ابن عساکر نے سیدنا عبد اللہ بن عباس ﷜ سے روایت کیا ہے۔

نبی انور ﷺ نے ہمیں علماء کے اکرام اور توقیر کی فقط اس لئے ترغیب دلائی کہ اللہ ﷻ ان کا اکرام کرتا ہے، ان کی توقیر کرتا ہے، ان سے محبت کرتا ہے، ان سے مہربانی سے پیش آتا ہے، ان سے محبت کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور ان سے بغض رکھنے والوں سے نفرت کرتا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے الزہد والخلال فی کرامات الاولیاء میں شرط شیخین پر سند صحیح کے ساتھ سیدنا ابن عباس ﷜ سے روایت کیا ہے۔

مَا خَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ علیہ السلام مِنْ سَبْعَةٍ یَدْفَعُ اللّٰهُ بِهِمْ عَنْ اَهْلِ الْاَرْضِ

الزهد و الخلال فی کرامات الاولیاء ،   الامام احمد بن حنبل

سیدنا نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد زمین کبھی بھی ایسے سات افراد سے خالی نہیں رہی جن کے صدقہ سے اہل زمین سے (بلائیں) ٹلتی رہتی ہیں۔

اسی روایت کو **مستغفری** نے **دلا ئل النبوۃ** میں **جہۃ بخاری** سے بھی روایت کیا ہے۔

یہ سات افراد وہ اقطاب ہیں جو اہل زمین کے لئے امان ہیں ان کے ایمان اہل زمین کے کفر کی ظلمت کو دور کرتے ہیں۔ اگر ان کا وجود مسعود نہ ہوتو اللہ تعالیٰ بدکرداروں اور کافروں کی کثرت کی وجہ سے بہت جلد اہل زمین کو ہلاک کردے۔ ان اقطاب کا ایمان اور ان کی نیکیاں کافروں کے کفر اور بدکاروں کی بدکاریوں کے مقابل رہتی ہیں۔

ابن عساکر نے **سیدنا علی المرتضی** رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

اِنَّ الْاَبْدَالَ بِالشَّامِ یَکُوْنُوْنَ اَرْبَعِیْنَ رَجُلًا بِھِمْ تُسْقَوْنَ الْغَیْثَ وَبِھِمْ تُنْصَرُوْنَ عَلٰی اَعْدَآئِکُمْ وَیُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الْاَرْضِ الْبَلَاءُ وَالْغَرْقُ .

الامام ابن عساکر ،

ترجمہ : بے شک شام میں چالیس مرد ابدال ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے تمہیں بارش عطا ہوتی ہے۔ ان کی وجہ سے دشمنوں پر تمہیں فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے اہل زمین سے بلا اور غرق ٹلے رہتے ہیں

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اَلْاَبْدَالُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ بِھِمْ یُقَوَّمُ اَھْلُ الْاَرْضِ وَبِھِمْ یُمْطَرُوْنَ وَبِھِمْ یُنْصَرُوْنَ (الطبرانی ،)

ترجمہ : میری امت میں تیس ابدال ہوتے ہیں ان کی وجہ سے اہل زمین قائم ہیں۔ ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے ان کی مدد کی جاتی ہے۔

اس صحیح حدیث کو **طبرانی** **سیدنا عبادہ بن صامت** رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

تین سو اور پانچ سو اقطاب وابدال والی احادیث مقدمہ میں گزر چکی ہیں۔ ان کا بیان وہاں ہی کفایت کرنے والا ہے اور اس کے تکرار کی حاجت نہیں ہے۔

ان شواہد کی بنا پر اولیاء کرام ہر زمانہ میں موجود ہیں ان کی وجہ سے ہم سے بلائیں دور ہوتی ہیں، دشمنوں پر ہم فتحیاب ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہمیں بارشیں ملتی ہیں اور ان کی وجہ سے ہمیں اللہ ﷻ سے بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں۔ (مخالفوں اور منکروں کے ارادوں کے خلاف)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے ہم تو آپ کی ہی اقتداء کریں گے اور مخالف کے کلام کو دیوار پر دے ماریں گے...... اولیاء کرام اب بھی ہمارے درمیان موجود ہمارے اعمال وعقائد کی جانب نظر رکھتے ہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَقُلِ اعۡمَلُوۡا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَرَسُوۡلُهٗ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ط وَ سَتُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾

القرآن الحکیم التوبہ ۹:۱۰۵

ترجمہ: اور فرمایئے عمل کرتے رہو پس اللہ ﷻ تمہارے عملوں کو دیکھے گا اور اس کا رسول اور مومن (دیکھیں گے) اور لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف جو ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کا جاننے والا ہے۔ پس وہ تمہیں اس سے خبردار کرے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

اور اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ يَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِكِيۡنَ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اُولِىۡ قُرۡبٰى مِنۡ م بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ﴾

القرآن الحکیم التوبہ ۹:۱۱۳

ترجمہ: نبی کے لئے اور ایمان والوں کے لئے درست نہیں ہے کہ مشرکوں کے واسطے مغفرت طلب کریں اگرچہ وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔ جبکہ واضح ہو گیا ان پر کہ یہ دوزخی ہیں۔

اس آیت مقدسہ کا مفہوم واضح ہے کہ نبی مکرم ﷺ اور اہل ایمان کو مسلمانوں

کے لئے استغفار کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اہل ایمان کو نبی مکرم ﷺ کے ساتھ شریک کیا ہے کہ وہ مشرکوں کے علاوہ امت مصطفوی کے گناہ گار لوگوں کے لئے استغفار کریں اور ہمارے بھائی اس امر پر انکار کرتے ہیں کہ کوئی نبی اکرم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر ہو یا اولیاء کرام میں سے کسی زندہ یا فوت شدہ کے پاس حاضر ہو۔ یہ ان سے طلب استغفار میں جھگڑا کرتے ہیں نہ جانے قرآن عزیز میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔

امام قسطلانی نے اپنی شرح بخاری میں کعب الاحبار سے ذکر کیا ہے جو وسیلہ سے بارش طلب کرتے۔ تو یہاں سے معلوم ہوا کہ توسل تو گزشتہ امتوں میں بھی مشروع تھا بلکہ سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ اقدس سے ہی جائز تھا کیوں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے توسل کیا۔ اسی بنا پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تاجدار کائنات ﷺ کی قرابت کی بنا پر آپ کے چچا جان سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کی۔

سو غیر نبی سے بھی توسل کرنا معلوم ہو گیا کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں معلوم تھا اور یہ ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ سو ان کی راہ ہدایت کی ہی پیروی کرنی چاہیئے۔ یہ امر صحیح ثابت شدہ ہے کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ زمانہ بغداد میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے توسل کرتے تھے۔ ان کے مزار اقدس پر حاضر ہوتے، زیارت کرتے، سلام پیش کرتے اور اپنی حاجت براری میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا توسل کرتے۔

اور امام احمد بن حنبل کا سیدنا امام شافعی سے توسل کرنا بھی ثابت ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے صاحبزادہ سیدنا عبد اللہ نے اس امر پر اظہار تعجب فرمایا۔ تو امام احمد حنبل نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشَّافِعِیَّ کَالشَّمْسِ لِلنَّاسِ وَکَالْعَافِیَۃِ لِلْبَدَنِ

ترجمہ: بے شک امام شافعی لوگوں کے لئے سورج کی مانند اور بدن کے لئے عافیت کی مانند ہیں

اور جب امام شافعی تک یہ بات پہنچی کہ اہل مغرب سیدنا امام مالک سے توسل کرتے ہیں تو اس پر انکار نہیں فرمایا۔

ابن حجر نے اَلصَّوَاعِقُ الْمُحْرِقَه میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی نے اہل بیت نبوی سے توسل کیا۔ فرمایا:

اٰلُ النَّبِيِّ ذَرِيْعَتِيْ وَ هُمْ اِلَيْهِ وَسِيْلَتِيْ

اَرْجُوْ بِهِمْ اُعْطٰى غَدًا بِيَدِ الْيَمِيْنِ صَحِيْفَتِيْ

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی آل پاک ہی میرا ذریعہ اور میرا وسیلہ ہیں۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن ان کے وسیلہ سے مجھے اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

الصواعق المحرقه ۲:۳۳

سیدنا امام شافعی، مصر میں سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کرتے۔ ان کے آثار سے برکت حاصل کرتے۔ جب بھی بیمار ہوتے تو اپنے اصحاب میں سے کسی کو ان کے پاس بھیجتے وہ آپ کے لئے دعا کی درخواست کرتا اور عرض کرتا کہ آپ بیمار ہیں تو سیدہ رضی اللہ عنہا آپ کے لئے دعا فرماتیں تو آپ شفایاب ہو جاتے۔ جب آپ مرض الموت میں مبتلاء ہوئے تو آپ نے اپنی عادت کے مطابق اپنے اصحاب سے ایک شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ میرے لئے شفا کی دعا فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا:

مَتَّعَهُ اللّٰهُ بِالنَّظْرِ اِلٰى وَجْهِهِ الْكَرِيْم

ترجمہ: اللہ عزوجل انہیں اپنے جمال زیبا کی زیارت عطا فرمائے۔

آپ کی یہ دعا سیدنا امام شافعی تک پہنچی تو آپ جان گئے کہ ان کا وقت وصال قریب آپہنچا ہے۔

یہ آئمہ کبار اور سلف صالحین جو کتاب و سنت کے عارف تھے اسی راہ پر گامزن تھے۔ جو ان کی راہ سے ہٹا وہ جہنم کا ایندھن بنا۔

حدیث پاک میں ہے کہ جب نبی مکرم ﷺ نماز کی طرف نکلتے تو ارشاد فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَاَسْأَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایَ هٰذَا اِلَیْکَ فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِیَاءً وَلَا سُمْعَةً خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سُخْطِکَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ. فَاَسْأَلُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

ابن ماجه ، ۱۳۸۵ عمل الیوم و اللیلة لابی نعیم ،

الجامع الکبیر للسیوطی ، کتاب الدعوات للبیهقی ،

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سائلین کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف چلنے والوں کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ یقیناً میں نہ غرور سے نکلا ہوں نہ تکبر سے، نہ ریا کاری سے، نہ دکھلاوے سے۔ میں تو تیری ناراضی کے ڈر سے اور تیری خوشنودی کی تلاش میں نکلا ہوں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھے دوزخ سے بچالے۔ میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ گناہوں کو فقط تو ہی معاف کرتا ہے۔

اس روایت کو **ابن ماجہ** نے اسناد صحیح کے ساتھ **سیدنا ابو خدری** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حافظ ابو نعیم نے **عمل الیوم واللیلۃ** میں روایت کیا ہے۔ **امام جلال الدین سیوطی** نے **الجامع الکبیر** میں اور **امام بیہقی** نے **کتاب الدعوات** میں ذکر کیا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندگان الٰہی میں سے ہر سائل کا توسل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رحمت عالمین بنا کر بھیجا ہے تو ہم اس امر کے زیادہ لائق اور سزاوار ہیں۔ کیسے نہیں کہ آپ نے سائلین کے اللہ تعالیٰ پر حق کو وسیلہ بنایا ہے اور تمام انبیاء کرام، رسل عظام اور ملائکہ مقربین میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا حق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درد کی شکایت کی

تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ضَعِیْ یَدَکِ عَلَیْهِ ثُمَّ قُوْلِیْ ثَلاثَ مَرَّاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ اذْهَبْ عَنِّیْ شَرَّ مَا اَجِدُ بِدَعْوَةِ الطَّیِّبِ الْمُبَارَکِ الْمَکِیْنِ عِنْدَکَ بِسْمِ اللّٰهِ .

مکارم الاخلاق للخرائطی ، الامام ابن عساکر ،

ترجمہ : اپنا ہاتھ درد والی جگہ پر رکھ اور تین بار کہہ۔ اللہ کے نام سے، طیب بابرکت اور اپنی بارگاہ میں مکین کی دعا کے صدقہ سے اس درد کو مجھ سے دور فرما، بسم اللہ .

اس روایت کو خرائطی نے مکارم الاخلاق میں اور ''ابن عساکر'' نے حدیث حسن کے طور پر روایت کیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ تو ہمیشہ طیب مبارک اور اللہ تعالیٰ کے ہاں برگزیدہ ہیں۔ کیسے نہیں اللہ تعالیٰ نے تو ان سے وعدہ فرمایا۔

﴿ وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ﴾

القرآن الحکیم الضحی ۹۳:۵

ترجمہ : یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اس قدر عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

دنیا میں اور آخرت میں آپ تو ان امور پر راضی ہوں گے جن سے آپ کی امت مسرور ہو۔

ہم آپ ﷺ کی اقتداء میں آپ ﷺ اور تمام صالحین سے توسل کرتے ہیں آپ ﷺ نے ہی ہمیں اس امر کی تعلیم دی ہے۔ جب ہم نے آپ ﷺ کی پیروی کی اور آپ ﷺ کی راہ پر چلے تو کسی اور کی مخالفت کا ہمیں کیا نقصان ہے۔

﴿ مَنْ کَانَ یَظُنُّ اَنْ لَّنْ یَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ لْیَقْطَعْ فَلْیَنْظُرْ هَلْ یُذْهِبَنَّ کَیْدُهٗ مَا یَغِیْظُ ﴾

القرآن الحکیم الحج ۲۲:۱۵

ترجمہ : اور جو شخص یہ خیال کئے بیٹھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی مدد نہیں کرے گا نہ

دنیا میں نہ آخرت میں تو اسے چاہیئے کہ ایک رسی کے ذریعہ چھت سے لٹک جائے پھر (گلے میں پھندا ڈال کر) اسے کاٹ دے پھر دیکھے کہ کیا اس کی (خودکشی) کی تدبیر نے اس کے غم و غصہ کو دور کر دیا ہے۔

اللہ ﷻ نے سچ فرمایا ہے اور تمام تعریفیں اللہ ﷻ کے لئے ہیں۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ **سیدہ فاطمہ بنت اسد** رضی اللہ عنہا کے وصال پر نبی اکرم ﷺ کا ان کی قبر میں اترنا، وہاں لیٹنا توسل ہی تو ہے۔

اغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْاَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِیْ۔

وفاء الوفا ۳:۸۹۹ ، المعجم الکبیر ، المعجم الاوسط ،
مستدرك للحاکم ، ابن حبان ، مصنف ابن ابی شیبه ،

ترجمہ : میری ماں فاطمہ بنت اسد کی بخشش فرما، اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کے توسل سے اس کی قبر کو وسیع و فراخ فرما۔

اس حدیث پاک کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اور ابن حبان نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ابنِ ابی شیبہ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابن عبدالبر نے سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

وہ صحیح احادیث جن میں توسل و استغاثہ کی تصریح ہے ان سے ایک حدیث کو ترمذی ، نسائی ، بیہقی اور طبرانی نے اسناد صحیح کے ساتھ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اِنَّ رَجُلًا ضَرِيْرًا اَتَى النَّبِيَّ ﷺ

فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَنِیْ

فَقَالَ: اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ. وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ

قَالَ: فَادْعُهُ

فَاَمَرَهُ اَنْ يَّتَوَضَّأَ وَيُحْسِنَ وُضُوْءَهُ وَ يَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ......

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ فِیْ حَاجَتِیْ لِتُقْضٰی اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ .

فَعَادَ وَ قَدْ اَبْصَرَ

الترمذی ، ٣٥٧٨ النسائی ، مسند احمد ، ١٣٨:٤

ابن ماجه ، ١٣٨٥ البیهقی ، الطبرانی ،

مستدرك للحاكم ، ١١٨٠ تاریخ بخاری ،

المجروحین لابن حبان ، ١٩٧:١ مشكوة المصابیح ، ٢٤٩٥

جمع الجوامع ، ٩٨٥٢ الاذكار النبویه ، ١٦٧

التوسل للالبانی ، ٦٨ الترغیب و الترهیب ، ٤٧٣:١

كنز العمال ، ٣٦٤٠-١٦٨١٦ تهذیب تاریخ دمشق لابن عساكر ، ٩٨:٢

عمل الیوم و اللیه لابن السنی ، ٦٢٨ مجمع الزوائد ، ٢٧٩:٢

ترجمہ : ایک نابینا شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ عرض کی: میری بینائی کے لئے دعا فرمایئے۔

ارشاد فرمایا: اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر چاہے تو صبر کر۔

عرض کی: آپ دعا کیجئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

احسن انداز سے وضو کر اور ان کلمات سے دعا کر۔

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد نبی الرحمت کے توسل سے حاضر ہوتا ہوں۔ یا محمد ﷺ! میں اپنی حاجت میں آپ کو آپ کے رب کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں، تاکہ وہ پوری ہو۔ اے اللہ! ان کی سفارش

قبول فرما۔

(یہ دعا کر کے) وہ (نابینا) شخص واپس لوٹا تو بینا تھا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابنِ ماجہ نے اور حاکم نے مستدرک میں اسنادِ صحیحہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس روایت میں توسل واستغاثہ کے استحباب پر دلیل ہے۔

نبی انور ﷺ نے توسل واستغاثہ کی خود ایک ساتھ تعلیم دی۔ اسی بنا پر نبی اکرم ﷺ نے خود نابینا کے لئے دعا نہیں فرمائی۔ دعا اس پر دہرادی اور اسے تعلیم دی کہ وہ کس طرح دعا کرے۔ اس سے مقصود یہی تھا کہ طالبِ دعا جان لے کہ نبی اکرم ﷺ سے توسل اور استغاثہ دعا کے ہی قائم مقام ہے۔

اسی بنا پر ابتدا میں ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَتَوَجَّہُ اِلَیۡکَ

یہ توسل ہے۔

اور یا محمد ﷺ ندا اور استغاثہ ہے۔

نابینا کو دعا کی تعلیم دینا اور اسی پر اکتفا کرنا ایسا ہی ہے جیسے خود دعا فرمائی تاکہ اس سے اس وقت تک انتفاع ہو جب تک گردشِ ایام رہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی رہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

ابنِ سنی نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

نبی انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا انۡفَلَتَتۡ دَآبَّۃُ اَحَدِکُمۡ بِاَرۡضِ فَلَاۃٍ فَلۡیُنَادِ: یَا عِبَادَ اللّٰہِ احۡبُسُوۡا ،یَا عِبَادَ اللّٰہِ احۡبُسُوۡا، فَاِنَّ لِلّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ فِی الۡاَرۡضِ حَاضِراً سَیَحۡبِسُہٗ .

عمل الیوم و اللیلۃ لابن السنی ،باب : ٣٠٦ ـصفحہ : ٢٤٠ـ٢٣٩

حدیث ٥٠٨

ترجمہ: جنگل میں جب تم میں سے کسی کا جانور بھاگ جائے تو وہ آواز دے اے اللہ کے بندو اچھی طرح حفاظت کرو۔ پس بیشک اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو اس کی حاجت پوری کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں جسے طبرانی نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا ضَلَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا اَوْ اَرَادَ عَوْنًا وَ ھُوَ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ وَ لَیْسَ فِیْھَا اَنِیْسٌ فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ.

وَ فِیْ رِوَایَۃٍ......اَغِیْثُوْنِیْ

فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَا تَرَوْنَھُمْ

الطبرانی ،

ترجمہ: جب تم میں سے کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے یا وہ جنگل میں ہے اور اسے مدد کی ضرورت ہے اور وہاں کوئی انس کرنے والا بھی نہیں تو اسے چاہیئے کہ وہ آواز دے، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے۔

بہت سارے علماء اور صالحین نے اس استغاثہ کا تجربہ کیا اور اسے صحیح پایا۔ کیونکہ یہ استغاثہ اس ذاتِ اقدس کا تعلیم کردہ ہے جو اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں کرتے۔ جو شخص اس کا انکار کرے وہ بصیرتِ قلبی سے محروم ہے یا اس کا دل مریض ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی اور مرض سے ہمیں پناہ دے۔

اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ بنی حنیفہ کے جہاد کے دن صحابہ کرام کا شعار وَا مُحَمَّدَاہُ . وَا مُحَمَّدَاہُ تھا۔ تو کیا یہ ان سے کفر تھا یا خالص ایمان۔ اساطین منکرین ہمیں جواب دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

نبی انور ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے نیکوکار بندوں سے توسل و استغاثہ کا انکار فقط

وہی کر سکتا ہے جسے نورِ نبوت سے ذرہ بھی نصیب نہ ہوا اور اس فیض کی خوشبو ہی نہیں سونگھی۔ وہ چمگادڑ کی طرح ہے جو سورج کی روشنی دیکھ ہی نہیں سکتی۔ یا گبریلا کی طرح ہے جو عمدہ خوشبو سونگھ کر مر جاتا ہے۔

میں نے ایک جریدہ تو حید دیکھا۔ جس پر سال اشاعت ۱۳۵۴ ہے۔ اس پر محمدامین الشنقیطی کا نام ہے۔ اس نے اس جریدہ میں کہا:

اگر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت میں نابینا کی دعا نافع ہوتی تو اس سے ہر اندھے اور غیر اندھے کو فائدہ ہوتا۔

میں عرض کروں گا یہ کہنا جہل عظیم ہے۔ جس کے پاس معمولی سا بھی علم ہے وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

اس شخص نے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا کیونکہ حدیث صحیح ہے۔

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کیا جنہوں نے اس روایت کو ہم تک پہنچایا حالانکہ ان کی عدالت پر امت کا اجماع ہے۔

یہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور ناقلین حدیث کی قدر سے آگاہ نہیں۔ صاحبان عقل سے یہ امر کس قدر بعید ہے۔

ہم کہیں گے کہ اگر داعی اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرے اور طلب خیر یا دفع شر میں کسی سے توسل نہ کرے اور اس کی حاجت بر نہ آئے تو اس وقت یہ کیا کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے۔

العیاذ باللہ! کیا وہ اللہ تعالیٰ کے بارے شک میں مبتلا ہو جائے گا؟

دعا کی اجابت کے لئے کئی شرطیں ہیں۔

داعی کا ایمان، اخلاص، قدرت الٰہی پر صدق یقین، آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان کا یقین، اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت پر ایمان، صدق اضطرار، معاصی کا عدم ارتکاب، رزق حلال۔ داعی میں جب یہ ساری شرطیں موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ

اس کی دعا قبول کرتا ہے۔

علماء کرام کا اس امر پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا قربت ہے اور خداوند قدوس کے پیاروں کا اُس کی بارگاہ میں توسل دوسری قربت ہے۔ جب دو قربتین جمع ہو جائیں تو اجابت کی سرعت کا زیادہ امکان ہے۔ اگر ان دونوں قربتوں کے ساتھ صدقہ بھی مل جائے تو یہ تیسری قربت ہے اور اجابت کے اسباب زیادہ ہو جائیں گے۔

اسی طرح توسل کرنے والا جس قدر طاعات زیادہ کرے گا سرعت اجابت میں قوت زیادہ ہو جائے گی۔ یہ علم اور فقر ہے۔

اللہ تعالیٰ دعا کی اجابت اپنے ارادہ کے وقت فرمائے گا نہ کے تیرے ارادہ کے وقت۔ اس امر کو خوب سمجھ۔ خواہش نفس کی پیروی نہ کر۔ ورنہ یہ تمہیں راہ خدا سے پھسلا دے گی۔ اور اللہ تعالیٰ فقط متقین کی دعائیں ہی قبول فرماتا ہے: رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالیشان

﴿...... فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾

القرآن الحکیم الجن ۱۸:۷۲

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو۔

جس سے غیر اللہ کے لئے تحریم ندا کا استدلال کیا جاتا ہے۔

اس کا معنی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک نہ کر یعنی غیر اللہ کے لئے رکوع اور سجدہ نہ کر۔

جمہور علماء نے اسی طرح تفسیر کی ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ دعا تین وجھوں پر ہے۔

وجہ اول: عبادت کے معنی میں۔ دعا کا لفظ جب مِنْ دُوْنِ اللّٰہ، یَا مَعَ اللّٰہ کے ساتھ ملا ہوا اور حیات دنیوی میں ہو۔ یہ ہی اغلب ہے اور عبادت رکوع اور سجود ہے۔

وجہ ثانی۔ ندا اور استغاثہ کے معنی میں۔ یہ کبھی دنیا میں ہوتا ہے جب اجابت میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہو یا رد میں۔ العیاذ باللہ

اور اگر آخرت میں ہو تو یہ دوزخیوں کی اللہ تعالیٰ کو پکار ہوتی ہے جیسی اہل نار کا

اللہ تعالیٰ کو استغاثہ کہ ان پر عذاب ہلکا کر دیا جائے۔

وجہ ثالث۔ ہدایت و گمراہی کی طرف نداء۔

عنقریب ہم ہر طریق کے دلائل قرآن حکیم سے بیان کریں گے۔

وجہ اول......... اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿......اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ......﴾

القرآن الحکیم الانعام ٦:٥٦

ترجمہ مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں انہیں پوجوں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو یعنی وہ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

یہ وہ وجہ ہے جس میں دعا مِنْ دُوْنِ اللّٰه یا مَعَ اللّٰه سے مقترن ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ......﴾

القرآن الحکیم الزخرف ٤٣:٨٦

ترجمہ: اور جنہیں یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ یعنی وہ عبادت کرتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ......﴾

القرآن الحکیم الاعراف ٧:١٩٤

ترجمہ: (اے کفار) بیشک وہ جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا تمہاری طرح بندے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۞ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ﴾

القرآن الحکیم الجن ٧٢:١٨_١٩

ترجمہ: اور بیشک سب مسجدیں اللہ کے لئے ہیں۔ پس اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو۔ اور جب اللہ کا (خاص) بندہ کھڑا ہوتا ہے تا کہ اس کی عبادت کرے۔

یعنی نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز میں جو رکوع اور سجود والی ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑے ہوتے ہیں اور جو آپ کی قراءت سنتے ہیں تو سماعت قرآن کے لئے آپ کے پیچھے بھیڑ کر دیتے ہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ...... ﴾

القرآن الحکیم الحج ۱۲:۲۲

ترجمہ: وہ اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ اسے ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ اسے نفع پہنچا سکتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهٗ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ...... ﴾

القرآن الحکیم الحج ۱۳:۲۲

ترجمہ: وہ اسے پوجتا ہے جس کی ضرر رسانی اس کی نفع رسانی سے زیادہ قریب ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ...... ﴾

القرآن الحکیم الحج ۷۳:۲۲

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن معبودوں کو تم پکارتے ہو یہ تو مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سب اس (معمولی سے) کام کے لئے جمع ہو جائیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ...... ﴾

القرآن الحکیم المومنون ۱۱۷:۲۳

ترجمہ : اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پوجتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ اَ نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا ...... ﴾

القرآن الحکیم الانعام ٦:٧١

ترجمہ : آپ فرمائیے کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو پوجیں جو نہ ہمیں نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَايَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ...... ﴾

القرآن الحکیم الفرقان ٢٥:٦٨

ترجمہ : اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور خدا کو نہیں پوجتے اور اس نفس کو قتل نہیں کرتے جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَاكُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِط قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْامِنْ قَبْلُ شَيْئًا ...... ﴾

القرآن الحکیم المؤمن ٤٠:٧٤

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کے سوا کہیں گے وہ تو ہم سے گم ہو گئے بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کو پوجتے ہی نہ تھے۔

یہ مشرک لوگوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾

القرآن الحکیم هود ١١:١٠١

ترجمہ: پس انہیں ان کے (جھوٹے) خداؤں نے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا جن کی وہ اللہ ﷻ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے۔

اسی طرح اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ﴾

القرآن الحکیم النحل ١٦:٨٦

ترجمہ: اے ہمارے رب! یہ ہمارے بنائے ہوئے شریک ہیں جنہیں ہم تجھے چھوڑ کر پوجا کرتے تھے۔

اسی طرح اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ ...... ﴾

القرآن الحکیم فصلت ٤١:٤٨

ترجمہ: اور ان وہ گم ہو جائیں گے جن کی وہ پہلے عبادت کیا کرتے تھے۔

اسی طرح دعا جو حیات دینوی میں اہل ایمان کی طرف منسوب ہے اور وہ عبادت کے معنی میں ہے۔

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ...... ﴾

القرآن الحکیم الانعام ٦:٥٢

ترجمہ: اور انہیں دور نہ ہٹاؤ جو اپنے رب کو صبح اور شام پکارتے رہتے ہیں (فقط) اس کی رضا کے طلبگار ہیں۔

اسی طرح اصحاب کہف سے حکایت کرتے ہوئے اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ ...... لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴾

القرآن الحکیم الکهف ١٨:١٤

ترجمہ: ہم ہرگز اس کے سوا کسی معبود کو نہیں پکاریں گے (اگر ہم ایسا کریں) تو گویا ہم

نے ایسی بات کہی جو حق سے دور ہے۔

حیات دینوی میں کلمہ ''دعا'' جو کفار اور غیر کفار کے لئے وارد ہوا ہے اور عبادت کے معنی میں ہے جس طرح کہ مفسرین کرام نے ذکر فرمایا ہے۔ اُس کا بیان ختم ہوا۔

منکرین کا گمان غلط ہے کہ یہ ندا اور استغاثہ کے معنی میں ہے۔ دعا بمعنی عبادت والی جملہ آیات کا میں نے احاطہ نہیں کیا کیونکہ ایسی آیات مقدسہ بہت زیادہ ہیں۔ ان سے بطور خاص نمونہ وارد کی ہیں۔ انہی آیات مقدسہ پر اُن آیات کریمہ کو قیاس کیا جا سکتا ہے جن میں کلمہ دعا ہے اور یہ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ یا مَعَ اللّٰہ کے ساتھ مقترن ہے۔

وجہ ثانی۔ دعا بمعنی ندا اور استغاثہ۔

پہلے۔ دنیا میں

جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ قُلِ ادْعُو اللّٰهَ اَوِ ادْعُو الرَّحْمٰنَ ط اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ...... ﴾

القرآن الحکیم　الاسراء ١٧:١١٠

ترجمہ : آپ فرمایئے یا اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو۔ اسے جس نام سے پکارو اس کے سارے نام (ہی) اچھے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ... ﴾

القرآن الحکیم　فصلت ٤١:٤٩

ترجمہ : انسان بھلائی کی دعا کرنے سے نہیں اکتاتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ ... وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴾

القرآن الحکیم　فصلت ٤١:٥١

ترجمہ : اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگ جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ج اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم   الانعام ٦:٤١-٤٠

ترجمہ : آپ فرمایئے بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا تم پر قیامت آجائے کیا اس وقت اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ (بتاؤ) اگر تم سچے ہو بلکہ اسی کو پکارو گے وہ تکلیف دور کر دے گا تم نے جس کے لئے پکارا تھا اگر وہ چاہے گا اور تم انہیں بھلا دو گے جنہیں تم نے شریک بنا رکھا تھا۔

یہ دعا اور اس کے امثال قرآن حکیم میں ندا اور استغاثہ کے معنی میں ہیں اور یہ اجازت یا رد میں اللہ تعالیٰ سے مقابل ہوتے ہیں۔ اس دعا کی مثال جو دنیوی حیات میں اجابت سے سرفراز ہوتی ہے انبیاء کرام کی دعا ہے جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام وسیدنا ھارون علیہ السلام کی دعا ان کی امت کے حق میں اور اللہ تعالیٰ کا ان دونوں کو ارشاد فرمانا:

﴿...... قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا ...... ﴾

القرآن الحکیم   یونس ١٠:٨٩

ترجمہ : تمہاری دعا قبول کر لی گئی پس تم ثابت قدم رہو۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کے حق میں ارشاد فرمایا:

﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ﴾

القرآن الحکیم   آل عمران ٣:٣٨

ترجمہ : زکریا نے اپنے رب سے وہی دعا مانگی۔

یہ مشہور دعا ہے کہ جب آپ اپنی کبرسنی اور رفیقہ حیات کے بانجھ پن کی وجہ سے ناامید ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو صلبی بیٹا عطا کرے تو اللہ تعالیٰ نے ان

کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اوران کو سیدنا یحییٰ علیہ السلام عطا کئے انہیں دعاؤں میں سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے دعا کی۔

﴿ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾

القرآن الحکیم القمر ٥٤:١٠

ترجمہ: آخرکار آپ نے اپنے رب سے دعا مانگی کہ میں عاجز آ گیا ہوں پس تو (ان سے) بدلہ لے۔

اور یہ عرض کہ

﴿ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴾

القرآن الحکیم نوح ٧١:٢٦

ترجمہ: اے میرے رب! روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا نہ چھوڑ۔

اس طرح ایک اور مقام پر

﴿ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ ...... ﴾

القرآن الحکیم هود ١١:٤٥

ترجمہ: اور نوح نے اپنے رب کو پکارا۔

دعا اور ندا ایک ہی معنیٰ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ آپ کو جھٹلانے والوں کو غرق کیا اور روئے زمین پر ایک بھی کافر کو نہ رہنے دیا۔

قرآن حکیم میں سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کثرت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں وارد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کا ذکر فرمایا اور یہ سب مستجاب تھیں

اسی طرح صالحین غیر انبیا کی دعائیں ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیدہ ام مریم رضی اللہ عنہا کی دعا کا ذکر فرمایا:

﴿ ...... رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ...... ﴾

القرآن الحکیم آل عمران ۳۵:۳

ترجمہ: اے میرے رب! میں تیرے لئے نذر مانتی ہوں جو میرے شکم میں ہے (سب کاموں سے) آزاد کر کے۔ سو مجھ سے (یہ نذرانہ) قبول فرمالے

سیدہ ام مریم کا گمان تھا کہ پیدا ہونے والا لڑکا ہوگا اور آپ نے نذر مانی کہ اسے بیت المقدس کا خادم بنائیں گی۔

﴿ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ط وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی ج وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۞ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا لا وَّکَفَّلَهَا زَکَرِیَّا...... ﴾

القرآن الحکیم آل عمران ۳۷:۳_۳٦

ترجمہ: پھر جب اس نے اسے جنا (تو حیرت و حسرت سے) بولی اے رب! میں نے تو ایک لڑکی کو جنم دیا اور اللہ ﷻ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا اور لڑکا اس لڑکی کے مانند نہیں تھا (جس کا وہ سوال کرتی تھی)

اور (ماں نے کہا) میں نے اس کا نام **مریم** رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر اس کے رب نے اسے بڑی ہی اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اسے اچھی طرح پروان چڑھایا اور **زکریا** کو اس کا نگران بنا دیا۔

اللہ ﷻ نے اس صالحہ عورت کی دعا کو قبول فرمایا۔ کیونکہ وہ اولیاء اللہ سے تھیں۔ ان کو اور ان کے فرزند **سیدنا عیسیٰ** علیہ السلام کو نزغات شیطان سے پناہ دی۔

حدیث پاک میں ہے:

ولادت کے وقت **سیدہ مریم** رضی اللہ عنہا اور ان کے فرزند ہی نزغ شیطان سے محفوظ رہے۔

اصحاب کہف نے یوں دعا کی:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّ ھَیِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴾

القرآن الحکیم الکھف ١٨:١٠

ترجمہ : اے ہمارے رب! ہمیں اپنی جناب سے رحمت مرحمت فرما اور ہمارے اس کام میں ہدایت مہیا فرما۔

اسی طرح فرعون کی اہلیہ کی دعا ہے۔

﴿ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَکَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّۃِ وَنَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِہٖ وَنَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴾

القرآن الحکیم التحریم ٦٦:١١

ترجمہ : جبکہ اس نے دعا مانگی اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون سے اور اس کے (کافرانہ) عمل سے بچالے اور مجھے اس ستم پیشہ قوم سے نجات دے۔

انبیا کرام اور اولیاء عظام کی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے جس طرح قرآنی دلیلوں سے واضح ہے۔

اسی لئے صاحب جوھرۃ التوحید نے کہا ہے:

وَعِنۡدَنَا اَنَّ الدُّعَاءَ یَنۡفَعُ کَمَا مِنَ الۡقُرۡآنِ وَعۡدٌ یُسۡمَعُ

ترجمہ : ہمارے نزدیک دعا نفع دیتی ہے۔ جس طرح کہ قرآن حکیم کا وعدہ سنا جاتا ہے۔

اسی طرح مظلوم کی دعا مستجاب ہے۔ اگر چہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اگر چہ وہ دعا سے عبادت کا ارادہ نہیں کرتا۔ بلکہ اسے مجبوری نداء اور استغاثہ کے لئے مجبور کرتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ مُنِیۡبًا اِلَیۡہِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَہٗ نِعۡمَۃً مِّنۡہُ نَسِیَ مَا

كَانَ يَدْعُوٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ ......﴾

القرآن الحکیم الزمر ۸:۳۹

ترجمہ: اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے (اس وقت) اپنے رب کو دل سے اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے۔ پھر جب اسے اپنی (جناب سے) نعمت عطا کرتا ہے تو اس تکلیف کو بھول جاتا ہے جس کے لئے اس سے پہلے فریاد کرتا رہا تھا۔

یہ دعا عبادت کے معنی میں نہیں ہے جو رکوع وسجود ہے۔ یہ نداء اور استغاثہ ہے۔ وہ دعا جو قبولیت کے روز کفار کی طرف سے ہوگی وہ بھی نداء اور استغاثہ ہے جس طرح کہ داروغہ جہنم کی زبان سے کفار پر اجابت ہے۔ جب وہ داروغہ جہنم سے استغاثہ کریں گے کہ دوزخ کا عذاب ان پر ہلکا کر دیا جائے۔

﴿......قَالُوْا فَادْعُوْا ج وَمَادُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾

القرآن الحکیم المؤمن ۵۰:۴۰

ترجمہ: داروغے کہیں گے تم خود ہی دعا مانگو اور حقیقت یہ ہے کہ کافروں کی دعا نہیں ہے مگر محض بے سود۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴾

القرآن الحکیم الفرقان ۱۴:۲۵

ترجمہ: (کہا جائے گا بدبختو!) آج ایک موت نہ مانگو بلکہ بہت سی موتیں مانگو۔

جب کفار جہنم میں چیخ چلا رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائے گا:

﴿ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ......﴾

القرآن الحکیم القصص ۶۴:۲۸

ترجمہ: اور (انہیں) کہا جائے گا (لو) اب اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ انہیں پکاریں گے لیکن وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور عذاب کو دیکھ لیں گے۔

ہر دعا جو آخرت میں اس طریق پر ہے وہ ندا اور استغاثہ کے معنی میں ہے جن پر استجابت یا رد مترتب ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿...... فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ ......﴾

القرآن الحکیم القصص ٢٨:٦٤

ترجمہ: لیکن وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے۔

کیونکہ دعا کی یہ قسم معنی عبادت سے میل نہیں کھاتی جو شہادت توحید ورسالت، اقامت، نماز ایتاء زکوٰۃ، صوم رمضان اور صاحب استطاعت کے لئے حج ہے۔

اور وہ دعا جو ندا اور استغاثہ عبادت کے معنی میں ہے اور عبادت اور صدق عبودیت کے معنی میں ہے۔ کیونکہ بندہ اللہ تعالیٰ کو ندا کر کے اپنی احتیاج کا اظہار کرتا ہے۔ اپنے عجز کا اقرار کرتا ہے اور اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ تمام احوال میں اُس کا محتاج ہے۔ اس سے مستغنی ہرگز نہیں ہے۔ اور طاقت وقوت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ بندہ نہ اپنے نفع کا مالک ہے نہ اپنے نقصان کا۔ یہ امر اللہ تعالیٰ کے لئے حول وقوت اور اپنے لئے افتقار واحتیاج کے اقرار واعتراف کی بنا پر عبادت کا مغز ہے۔

وجہ ثالث:

اَلدُّعَاءُ اِلَی الْهُدٰی اَوِ الضَّلَال.

دعا کا مندرجہ بالا معنی اُس وقت ہوتا ہے جب یہ اپنے مفعول کی طرف لام یا الیٰ سے متعدی ہوتا ہے۔

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا ......﴾

القرآن الحکیم فصلت ٤١:٣٣

ترجمہ: اور اس شخص سے بہتر کس کا کلام ہے۔ جس نے اللہ کی طرف دعوت دی اور نیک کام کئے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ ...... ﴾

القرآن الحکیم النحل ١٦: ١٢٥

ترجمہ: (اے محبوب!) (لوگوں کو) اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت سے بلایئے۔

اسی طرح اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ وَمَا لَکُمۡ لَا تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ ج وَالرَّسُوۡلُ یَدۡعُوۡکُمۡ لِتُؤۡمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ ﴾

القرآن الحکیم الحدید ٥٧: ٨

ترجمہ: آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ (اس کا) رسول تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔

اسی طرح اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ ...... کَبُرَ عَلَی الۡمُشۡرِکِیۡنَ مَا تَدۡعُوۡہُمۡ اِلَیۡہِ ﴾

القرآن الحکیم الشوریٰ ٤٢: ١٣

ترجمہ: مشرکین پر وہ بات بہت گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں۔

اسی طرح اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ ھٰۤاَنۡتُمۡ ھٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ﴾

القرآن الحکیم محمد ٤٧: ٣٨

ترجمہ: ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جنہیں دعوت دی جاتی ہے کہ (اپنے مال) اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

اسی طرح اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ وَجَعَلۡنٰہُمۡ اَئِمَّۃً یَّدۡعُوۡنَ اِلَی النَّارِ ﴾

القرآن الحکیم القصص ٢٨: ٤١

ترجمہ: اور ہم نے انہیں ایسے پیشوا بنایا تھا جو (اپنی رعایا کو) آگ کی طرف بلا رہے تھے۔

اسی طرح اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ وَ یٰقَوْمِ مَا لِیْٓ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ ﴾

القرآن الحکیم غافر ٤١:٤٠

ترجمہ : اور اے میری قوم! میرا بھی عجیب حال ہے کہ میں تو تمہیں نجات کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔

لفظ دعا کے تینوں معانی کی یہ قرآن حکیم میں وارد شدہ مثالیں ہیں میں نے ان کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے تا کہ معترض کو معمولی سا بھی شک یا شبہ نہ رہے۔

اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اگر ویسے ہی صحیح ہو جس طرح ہمارے منکر بھائی گمان کرتے ہیں کہ دعا، استعانت اور استغاثہ غیر اللہ سے کفر ہے تو بادشاہ اور حاکم وغیرہما سے بھی استغاثہ کفر ہو گا۔ گویا جب مظلوم نے استغاثہ کرتے ہوے کہا: یَا مَلِکَاہُ، یَااَمِیْرَاہُ، یَادَوْلَتَاہُ، یَااِمَامَاہُ، یَا مُعْتَصِمَاہُ تو اس نے شرک کیا۔ کیونکہ اس نے غیر اللہ کو پکارا۔ اور غیر اللہ سے اِسْتِغَاثَہ کیا اور اس سے اس نے غیر اللہ کی عبادت کی ان کو تامل کرنا چاہیئے ۔ یہ کیسی سوچ اور فکر ہے۔

ان نقلی اور عقلی دلائل سے ان کی حجت باطل ہو گئی اور ان کے دعاوی ناپید ہو گئے۔ تتمیم فائدہ کے لئے میں ابن حجر کا منقول نقل کرتا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء کرام اور اولیاء کرام سے تَوَسُّل، تَشَفُّع اور تَوَجُّہ کے ذکر میں کچھ فرق نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث غار میں اعمال سے توسل کا جواز وارد ہے حالانکہ وہ اَعراض ہیں۔ جب ان اعراض سے توسل جائز ہے تو ذَوات فاضلہ تو اَولیٰ ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے طلب بارش میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا تو کسی نے بھی انکار نہ کیا۔

نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کبھی طلب دعا کے معنی میں ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ زندہ ہیں اور سائل کا سوال جانتے ہیں۔

ایک صحیح طویل حدیث میں ہے۔

سیدنا عمر ﷛ کے زمانہ اقدس میں قحط پڑ گیا تو ایک شخص رسول اکرم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی: اپنی امت کے لئے بارش طلب کیجئے۔

نبی انور ﷺ اس شخص کی خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ بارش ہو گی اور اسی طرح ہوا۔

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ فرمایا:

عمر کے پاس جاؤ۔ ان سے میرا سلام کہہ دو اور ان کو خبر دو کہ بارش ہو گی اور ان سے کہو کہ آپ پر عقلمندی لازم ہے۔ وہ شخص سیدنا عمر ﷛ کے پاس آیا اور یہ ساری خبر دی تو سیدنا عمر ﷛ رو پڑے پھر عرض کی:

اے میرے پروردگار! جس سے میں عاجز ہوں وہ مجھے معاف کرنا۔

الاستیعاب ، ۲: ٤٦٤

ان دلائل سے روز روشن کی طرح آشکارا ہو گیا کہ نبی انور ﷺ سے ہر حال میں توسل کیا جاتا رہا ہے اس جہاں رنگ و بو میں ظہور سے پہلے، ظاہری حیات میں، وصال فرما جانے کے بعد اور اسی طرح قیامت کے دن بھی یہ اپنے رب سے شفاعت کریں گے۔

حدیث پاک میں ہے:

اللہ ﷻ نے سیدنا عیسیٰ ؑ کی طرف وحی کی:

يَا عِيسٰى آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَمُرْ مَنْ اَدْرَكْتَ مِنْ اُمَّتِكَ اَنْ يُؤْمِنُوا بِهٖ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَسَكَنَ.

المستدرك للحاكم ،

ترجمہ: اے عیسیٰ ؑ (سیدنا) محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ اور اپنی امت میں سے جس کو ملو اسے حکم دو کہ وہ بھی آپ پر ایمان لے آئے۔ اگر حضرت محمد

ﷺ نہ ہوتے تو میں جنت وجہنم کو پیدا نہ کرتا جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو اس میں اضطراب پیدا ہو گیا تب میں نے اس پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا تو وہ پر سکون ہو گیا۔

تو جس ذات اقدس کی ان کے منعم مولا کے ہاں اس قدر بلند و بالا شان ہو، ان سے توسل کیوں نہ کیا جائے۔

یہ ساری ابن حجر کی عبارت ہے۔

اس حدیث کو امام حاکم نے سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور کبھی نبی معظم ﷺ سے توسل اسی امر کی طلب کے لئے توسل کیا جاتا ہے گویا کہ وہ کہتا ہے:

یا رسول اللہ ﷺ! میرے لئے اس طرح کیجئے۔ معنی یہ ہے کہ آپ اپنے سوال اور اپنے رب کے ہاں شفاعت میں تسبب پر قادر ہیں تو یہ امر طلب دعا کی طرف لوٹ آتا ہے اگر چہ عبارات مختلف ہوں۔

اسی سے ہی سیدنا ربیع بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے:

اَسْئَالُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ

ترجمہ: میں جنت میں آپ کی مرافقت کا طلبگار ہوں۔

الصحیح المسلم ، الصلوة ٢٢٥ سنن ابو داؤد ، التطوع ٢٢
مسند احمد ١ : ٤٠٠

اس دعا میں سبب اور شفاعت کی طلب ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے اس معنی میں طلب ہوتی ہے۔

صاحب توفیق وہدایت کے لئے اسی قدر کافی ہے اور جس کو یہ کافی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

وہ شیطانی گروہ سے ہے اور بے شک شیطانی گروہ خسارہ میں ہے۔

دوسری فصل

انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کی تعظیم میں اور اس کے منکرین کے رد میں

انبیاءِ و اولیاءِ کی تعظیم اور منکرین کا رد

یقین سے جان! اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے توفیق عطا فرمائے۔

انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کی تعظیم اس دن سے جاری ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا یہاں تک کہ ان لوگوں کا زمانہ آیا جو اپنے آپ کو سلفی کہلاتے ہیں۔ حالانکہ اسلاف ان کے خلاف ہیں۔

دیکھئے! سیدنا آدم علیہ السلام پہلی جنسِ انسانی ہیں۔ اس جنس کے صالحین میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ ان کو علم کی دولت سے نوازا لہٰذا فرشتوں کو حکم فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تاکہ ان کی تکریم اور تعظیم ظاہر ہو، یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے یہ منتخب بندے ہیں اور بندگان خدا کو اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں کی تعظیم کے لئے ہدایت نصیب ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَط قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ...... ﴾

القرآن الحکیم الاسراء ١٧ :٦٢-٦١

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔ اس نے کہا کیا میں سجدہ کروں اس (آدم) کو جس کو تو نے کیچڑ سے پیدا کیا۔ اس نے کہا مجھے بتا یہ (آدم) جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے (اس کی وجہ کیا ہے)؟

دوسرے مقام پر ابلیس کے اس قول کی حکایت فرمائی:

﴿ ......اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ج خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾

القرآن الحکیم الاعراف ٧:١٢

ترجمہ: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے کیچڑ سے

پیدا کیا۔

ایک دوسری آیتِ کریمہ میں ہے:

﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ﴾

القرآن الحکیم الحجر ١٥:٣١۔٣٠

ترجمہ: پس فرشتے سارے کے سارے سربسجود ہوگئے سوائے ابلیس کے۔اس نے انکار کر دیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو۔

جس ذات کو اللہ ﷻ نے عظمت عطا فرمائی ، فرشتوں نے اس کی تعظیم کی۔ ابلیس نے اس بنیاد پر کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے تکبر کرتے ہوئے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔یہی وہ پہلا بد بخت ہے جس نے ایک دینی معاملہ کو اپنی رائے پر قیاس کیا۔اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔وجہ یہ بیان کی کہ اسے آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ان کی عزت کرنے سے ناک چڑھائی اور ان کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔یہی وہ پہلا بد بخت ہے جس نے صالحین سے تکبر کیا۔جس ذات کو اللہ ﷻ نے عظمت عطا فرمائی ، اس کی تعظیم نہ کی ۔ اس نیک بندے سے تکبر کرنے کی وجہ سے یہ اللہ ﷻ کی رحمت سے محروم ہو گیا۔حقیقت میں یہ اللہ ﷻ سے تکبر تھا۔کیونکہ سجدہ تو اللہ ﷻ کے لئے تھا۔سجدہ کا حکم اللہ ﷻ نے ہی دیا تھا۔اللہ ﷻ نے اس سجدہ کو سیدنا آدم علیہ السلام کی تکریم اور تشریف کے لئے بنایا تھا۔پس فرشتے وہ پہلے خوش نصیب ہیں جنہوں نے جنس انسانی سے صالحین کی تعظیم کی اور شیطان وہ پہلا بد بخت ہے جس نے ان سے تکبر کیا۔یہ توحید پرست تھا مگر توحید پرستی نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا۔

ہمارے یہ انکار کرنے والے بھائی (اللہ ﷻ ان کو ہدایت عطا فرمائے) یقینی طور پر جانتے ہیں کہ شیطان ایمان رکھتا تھا کہ اللہ ﷻ ایک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔اس کے ایمان میں شک اور شبہ نہ تھا۔یہ فرشتوں سے زیادہ توحید کو پہچاننے والا تھا۔

اس کو یہ پھٹکار اور لعنت صرف اس لئے ملی کہ اس نے تکبر کرتے ہوئے اس نیک بندے کی تعظیم سے انکار کر دیا تھا اور اپنی رائے پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کو حقیر جانا تھا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمتوں کے حامل تھے۔

ان کی مثل وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام سے تکبر کیا۔ ان میں نقص تلاش کیے۔ اہلِ حق کا انکار کیا اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے مؤدب نہ ہوئے۔ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے تعظیم کرتے ہوئے ان کے ساتھ عجز کرتے تو یہ بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہوتی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اس کے مقبولِ نظر ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے ان کے ساتھ تکبر کر کے اور ان کی تعظیم کرنے والوں کو ناپسند کر کے شیطان کی راہ کو اختیار کیا۔ تکبر حق کا انکار ہے اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ اسی طرح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ حق کا انکار کرنا اور مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کو حقیر جاننا کس قدر برا ہے (اللہ تعالیٰ اس امر سے ہمیں اپنی پناہ دے)

صالحین کی تعظیم میں دوسری آیت:

اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے حق میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَرَفَعَ اَبَوَيۡهِ عَلَى الۡعَرۡشِ وَ خَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا ﴾

القرآن الحکیم یوسف ۱۲:۱۰۰

ترجمہ: اور (جب شاہی دربار میں پہنچے تو) آپ نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا اور وہ آپ کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے۔

یہ سجدہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی تکریم تشریف اور تعظیم کے لئے تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان وَ خَرُّوۡا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے زمین پر سجدہ کیا تھا۔

یہ سجدۂ اکرام یا تو سیدنا یوسف علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا۔ یا ایسے تھا جس طرح فرشتوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کی تشریف اور تعظیم کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حکم کی

فرماں برداری کرتے ہوئے کیا تھا یا یہ سجدہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر تھی۔ کیونکہ انبیاءِ کرام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔

انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام ساری امتِ مسلمہ کے ہاں عظمتوں کے حامل ہیں سوائے ان بدبختوں کے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب وارد ہوا۔ ان کے کان ہدایت کی بات سننے سے بہرے ہو گئے اور ان کی آنکھیں ہدایت سے محروم ہو گئیں۔ حقیقت میں جب تک انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کی تعظیم نہ کی جائے ان کی پیروی اور سچی اقتداء ممکن نہیں ہے۔ جو شخص ان مقدس ہستیوں کو حقیر جانے گا اس کے لئے ان کی متابعت اور ان کی ہدایت کی پیروی ممکن نہیں ہے۔ طبعی طور پر وہ ان کی ضد ہو گا۔

صالحین کی تعظیم میں تیسری آیتِ مقدسہ:

﴿ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ج وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ط وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ط لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ... ﴾

القرآن الحکیم المائدہ ۱۲:۵

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یقیناً پختہ وعدہ لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز صحیح صحیح ادا کرتے رہے اور زکوۃ دیتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دیتے رہے تو میں تم سے تمہارے گناہ ضرور دور کر دوں گا۔

اس آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ رسولوں پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم کریں گے۔ اس کے بعد ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں بارہ نقیب بھیجے اور یہ ان کے صالحین تھے۔ ان میں یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا تھے۔ جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ج

فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ج وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿

القرآن الحکیم المائدہ ۵:۲۳

ترجمہ : ا(اس وقت) دو آدمیوں نے کہا جو (اللہ ﷻ سے) ڈرنے والوں سے تھے۔ اللہ ﷻ نے جن پر انعام فرمایا تھا کہ (بے دھڑک) ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ۔ اور جب تم دروازے سے داخل ہو گے تو یقیناً تم غالب آ جاؤ گے اور اللہ ﷻ پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان دار ہو۔

عام بنی اسرائیل کے ذکر کے دوران نقباء کی تعظیم کی خاطر ان کا خصوصیت سے ذکر کیا۔ (وَبَعَثْنَا مِنْهُمْ) جس طرح رسولوں کو مبعوث کیا گیا پھر ان کی تعظیم کو ظاہر کرتے ہوئے ان کو یہ عظیم بشارت دی۔

﴿ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ﴾

القرآن الحکیم المائدہ ۵:۱۲

ترجمہ : اللہ ﷻ نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

جس طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴾

القرآن الحکیم طٰہٰ ۲۰:۴۶

ترجمہ : امیں یقیناً تمہارے ساتھ ہوں۔ (ہر بات) سن رہا ہوں اور (ہر چیز) دیکھ رہا ہوں۔

اس سے بڑی بشارت کیا ہو سکتی ہے؟ اور یہ کتنی عظمتوں والی معیت ہے جس کے ساتھ اللہ ﷻ اپنے مقرب بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب فرماتا ہے۔ اور عام معیت ہے جو اس کی تمام مخلوق کے لئے ہے۔

نماز کو قائم کرنا اور زکوۃ دینا ان مقربان خدا کی اطاعت تھی اسے رسولوں پر ایمان

اوران کی تکریم اور تعظیم کے ساتھ ملا دیا۔ ہر ایک امت کو اللہ ﷻ نے اپنے انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کی تعظیم کا حکم دیا۔

﴿...... فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:٧٨

ترجمہ : تو اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے۔

پھر یہ (انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کی تعظیم کے منکر) کیسے لوگ ہیں جو بات کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے

اللہ ﷻ نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿...... فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الاعراف ٧:١٥٧

ترجمہ : پس جو لوگ اس (نبی اُمّی) پر ایمان لائے اور آپ کی تعظیم کی اور آپ کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اُتارا گیا۔ وہی (خوش نصیب) کامیاب وکامران ہیں۔

اسی طرح اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَ نَذِيْرًا ۝ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ...... ﴾

القرآن الحکیم الفتح ٤٨:٩

ترجمہ : بیشک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر (اپنی رحمت کی) خوشخبری سنانے والا (عذاب سے) بروقت ڈرانے والا۔ تا کہ (اے لوگو!) تم اللہ ﷻ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور تا کہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو۔

جس طرح اللہ ﷻ نے خود پر ایمان لانے اور اپنی تعظیم اور توقیر کا حکم دیا۔ اسی

طرح اللہ ﷻ نے ان لوگوں کی تعریف کی جو تاجدارِ کائنات ﷺ پر ایمان لائے، ان کی تعظیم کی اور ان کے دین کی نصرت کی۔ اس طرح اللہ ﷻ نے خود پر ایمان لانے، اپنی تعظیم اور تکریم کرنے کو تاجدارِ کائنات ﷺ پر ایمان لانے، ان کی تعظیم وتکریم اور ان کے دین کی نصرت وتائید کے ساتھ ملا دیا اور ان لوگوں کی تعریف کی جو تاجدارِ کائنات ﷺ پر ایمان لائے، ان کی تعظیم وتکریم کی۔ یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اللہ ﷻ ہمیں بھی ان لوگوں سے بنائے۔

یہ بھی تاجدارِ کائنات ﷺ کی تعظیم ہے کہ اللہ ﷻ نے ان کو ان کے نام (یَا مُحَمَّد) سے پکارنے سے منع فرمادیا۔ صحابۂ کرام نے ہمیشہ تاجدارِ کائنات ﷺ کو تعظیم سے ہی پکارا۔ یا رَسُوْلَ اللّٰہ اور یَا نَبِیَّ اللّٰہ جیسے کلمات استعمال فرمائے۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا...... ﴾

القرآن الحکیم، النور ۲۴:۶۳

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اللہ ﷻ نے ان لوگوں کی مذمت کی جنہوں نے جلدی کرتے ہوئے آپ کو پکارنا شروع کیا تاکہ آپ باہر نکلیں اور ادب سے آپ کے دروازے پر کھڑے نہ رہے تاکہ آپ اپنے ارادے سے باہر نکلیں۔ ان کے بارے میں بڑے سخت الفاظ استعمال کئے کہ ان کے اکثر عقل سے عاری ہیں۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ﴾

القرآن الحکیم، الحجرات ۴۹:۴، ۵

ترجمہ: بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے سمجھ

ہیں۔اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔

اس آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے روکنے سے پہلے ہی ان کے لئے سخت الفاظ استعمال کئے کہ وہ لوگ عقل سے عاری ہیں۔ یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی غیرت پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خود بھی تاجدارِ کائنات ﷺ کی تعظیم کی اور آپ کی امت کو بھی تعظیم کی ہدایت کی اور آپ کی گفتگو کے وقت ادب کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴾

القرآن الحكيم الحجرات ٢:٤٩

ترجمہ : اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی (کریم) کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ آپ کے ساتھ زور سے بات کیا کرو۔ جس طرح تم ایک دوسرے سے زور سے باتیں کرتے ہو۔ (اس بے ادبی سے) کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی موجودگی میں آواز کی بلندی کی بے ادبی کو ارتداد جیسی برائی قرار دیا جس سے سارے اعمال اکارت جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی جو تاجدارِ کائنات ﷺ کی موجودگی کا پاس کرتے ہیں اور ادب کی وجہ سے آپ کی موجودگی میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴾

القرآن الحکیم الحجرات ۴۹:۳

ترجمہ: بیشک جو اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقوی کے لئے مختص کر لیا ہے۔ انہیں کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

قارئینِ کرام! آپ غور فرمائیں کس طرح اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کو تاجدارِ کائنات ﷺ کی موجودگی میں آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا تا کہ وہ آپ ﷺ کی تعظیم اور ادب سے درجات کی بلندی اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اور بے خیالی میں ان کے اعمال ہی اکارت نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے خیر کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی جنہوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کا ادب کیا۔ ارشاد فرمایا۔

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے چن لیا ہے۔''

یہ بہترین تعریف ہے۔ تقویٰ ان چیزوں میں سب سے افضل ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اسی امر پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان کو بخشش کی خوش خبری سنائی۔ پھر اس پر بھی اضافہ کیا اور ان کے لئے اجرِ عظیم کا وعدہ کیا۔

یہ بشارتِ عظمی اور نعمتِ کبریٰ اس شخص کے لئے ہے جو تاجدارِ کائنات ﷺ کی تعظیم کرے اور آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں اور وصال کے بعد آپ کا مؤدب رہے۔ کیونکہ انبیاءِ کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ یہ اپنی قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں۔ انبیاءِ کرام کے اعمال ان کی ظاہری زندگی کی طرح وصال کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے:

ایامِ حرہ میں جب مسجدِ نبوی بند کر دی گئی۔ اس میں **سیدنا سعید بن مُسَیّب** رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی بھی موجود نہ رہا۔ ان کو دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا اور قتل نہ کیا گیا۔ آپ نماز

کے وقت قبرِ انور سے اذان سنتے تھے اور اس طرح نماز کا وقت پہچانتے تھے۔

اس روایت کو شیخ ابنِ تیمیہ نے اپنی کتاب الفرقان میں نقل کیا ہے۔

ان سے شیخ یوسف بن اسمعیل النبھانی نے اپنی کتاب شواھد الحق میں نقل کیا ہے

شیخ قسطلانی نے اپنی کتاب المواھب اللدنیہ میں نقل کیا ہے۔

ان سے شیخ یوسف بن اسمعیل النبھانی نے اپنی کتاب الانوار المحمدیہ اور مختصر المواھب اللدنیہ میں نقل کیا ہے۔

یہ روایت خبر مستفیض ہے۔اس روایت کے بارے میں علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا ہے:

یہ بعید نہیں ہے کہ یہ امر ان کے لئے اور جن کے لئے اپنے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ چاہے خاص ہو۔اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

صحابۂ کرام تاجدارِ کائنات ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے ٹکٹکی باندھ ان کی طرف نہیں دیکھتے تھے۔جب تاجدارِ کائنات ﷺ کلام فرماتے تو آپ ﷺ کے اجلال کی وجہ سے اپنی آوازوں کو پست رکھتے تھے۔اور ان کا ادب کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ کریم ﷺ کا ادب سکھایا تھا۔

اور صحابۂ کرام اللہ تعالیٰ کے حبیب اور زمین میں اس کے خلیفۂ اعظم کی تعظیم کیونکر نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمودات پر غور کریں۔

﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ...... ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:٨٠

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

﴿ ...... وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ...... ﴾

القرآن الحکیم الانفال ٨:١٧

ترجمہ :اور (اے محبوب!) آپ نے (وہ مشت خاک) نہیں پھینکی جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

کنکر پھینکنے میں اللہ تعالیٰ نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قائم مقام قرار دیا۔ جب مشرکین کے بہت بڑے لشکر کے ایک فرد کی آنکھ بھی محفوظ نہ رہی اور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھ سے نکلنے والی ریت کی تھوڑی سے مقدار ان تمام کی آنکھوں کو بھر گئی۔

اس سے بھی بڑا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ...... ﴾

القرآن الحکیم الفتح ۴۸:۱۰

ترجمہ : (اے جان عالم!) بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مقدسہ میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو بعینہ اپنی بیعت قرار دیا اور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ یہی وجہ کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں کے اوپر اپنا دستِ مقدس رکھتے تھے۔

اے باری تعالیٰ! تو کس قدر پاک ہے تو نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے غیب میں سے غیب اور اپنے راز میں سے راز بنا دیا یہاں تک کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تیرے مظہرِ کامل بن گئے۔ ہم آپ کی ذاتِ گرامی سے تیرے وجود پر دلیل پکڑتے ہیں اور یہ کیوں کر نہ ہو کہ تو نے اپنی محکم کتاب میں ہمیں خبر دی

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ...... ﴾

القرآن الحکیم الفتح ۴۸:۱۰

ترجمہ : (اے جان عالم!) بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اس فرمان سے تو نے ہمارے شک کو زائل کر دیا اور ہم اس امر پر خبردار ہو گئے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اور تمام تعریفیں سارے جہانوں کو پالنے والے اللہ ﷻ کے لئے ہیں)

رُسل کرام اور اللہ ﷻ کے خاص بندوں کی عظمت کی پہچان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کی بشریت میں مماثلت ہے۔

اللہ ﷻ نے کفار کے کلام کی حکایت کی ہے:

﴿ **مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لا يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ لا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ** ﴾

القرآن الحکیم المؤمنون ٢٣:٣٤_٣٣

ترجمہ: (اے لوگو!) یہ نہیں ہیں مگر تمہاری مانند ایک بشر۔ یہ وہی خوراک کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور اس سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم اپنے جیسے بشر کی پیروی کرنے لگے تو تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

﴿...... **اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا** ......﴾

القرآن الحکیم المؤمنون ٢٣:٤٧

ترجمہ: کیا ہم ان دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں جو ہماری مانند ہیں۔

﴿...... **مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا لا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ** ......﴾

القرآن الحکیم یٰس ٣٦:١٥

ترجمہ: تم نہیں ہو مگر ہماری مانند انسان اور رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری۔

ان پر گمراہی اور بے راہ روی غالب ہو گئی۔

﴿ **وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ** ......﴾

القرآن الحکیم الانعام ٦:٩١

ترجمہ: اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ پہچانی جیسے اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا۔ جب

انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی آدمی پر کوئی چیز (یعنی وحی) نہیں اتاری۔

ان کے گھٹیا خیالوں نے ان کی ہرگز مدد نہیں کی ان کی بشریت کی مماثلت سے انہوں نے دھوکا کھایا۔ بھلا یاقوت کو پتھر سے کیا نسبت ہے اگرچہ جنس دونوں کی ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان سے عام لوگوں اور اپنے محبوبوں کا فرق بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ **اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ** ...... ﴾

القرآن الحکیم ابراھیم ١٤:١١

ترجمہ : ہم تمہاری طرح انسان ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے۔

اس ارشادِ گرامی میں اللہ تعالیٰ نے ان کو صفتِ بشریت میں بھی داخل فرمایا۔ اور ان کے انتخاب اور چناؤ کے احسان کو بیان کر کے ان کو ممتاز بھی کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ **وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا** ...... ﴾

القرآن الحکیم الشوریٰ ٤٢:٥٢

ترجمہ : اور اسی طرح ہم نے بذریعہ وحی اپنے حکم سے آپ کی طرف ایک جانفزا کلام بھیجا۔

یہ وحی ربانی ہے جو ان پاکیزہ نفوس کو عام انسانوں سے ممتاز کرتی ہے اور یہ روح جو اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے یہ ایک ایسی منقبت ہے جس سے بڑی منقبت کا تصور بھی ناممکن ہے اور وحی کی یہ ایسی فضیلت انبیاءِ کرام کو نصیب ہوتی ہے کہ کوئی عام انسان اس کے قریب بھی نہیں جا سکتا۔ یہ اتنا بلند شرف ہے کہ اس سے بڑا شرف شرفِ ربوبیت ہے۔

امام شرف الدین بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تاجدارِ کائنات ﷺ

...کی کتنی حسین تعریف کی ہے۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ وَ اَنَّهٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰهِ کُلِّهِمِ

ترجمہ : سو علم کی رسائی تو اتنی ہے کہ وہ بشر ہیں اور بیشک وہ اللہ کی ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔

یہ بات احادیثِ طیبہ سے ثابت ہے کہ کہ جمادات اور بے زبانوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی تعظیم کی۔ آپ پر درود وسلام کے نذرانے بھیجے۔ آپ کی جدائی میں روئے۔ یہ چیزیں تاجدارِ کائنات ﷺ کی قدر اللہ والے پہچانتے ہیں۔ حالانکہ ان کے درمیان اور اللہ ﷻ کی معرفت کے درمیان کوئی غرض حائل نہیں ہے۔ اختیار والوں کا معاملہ اس کے خلاف ہے۔ ان کے اختیار کے پیچھے غرض ہے۔ اگر غرض اچھی ہو تو اچھی اور اگر غرض بری ہو تو بری ہے۔ ہم اس امر کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان کی تعظیم کریں اور ان کی عظمتوں کو پہچانیں۔ اگر اختصار مقصود نہ ہوتا تو میں تاجدارِ کائنات ﷺ کے معجزات ضرور نقل کرتا کہ کس طرح پتھروں نے سلام عرض کیا، درختوں نے فرماں برداری کی، چاند دو ٹکرے ہو گیا، کھجور کا سوکھا تنا جدائی میں رویا، گوہ اور ہرن آپ پر ایمان لائے، اس کے علاوہ اس قدر معجزات ہیں کہ جن کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ کتاب ان کا محل نہیں ہے۔

اگر آپ تاجدارِ کائنات ﷺ کے اس فرمان کا معنیٰ سمجھ جائیں تو یہی کافی ہے۔

مَا مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ اِلَّا وَهُوَ یَعْلَمُ اَنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔

ترجمہ : زمین وآسمان کی ایک ایک چیز جانتی ہے کہ بے شک میں اللہ ﷻ کا رسول ہوں۔

حیوانوں، پتھروں، درختوں، سورج چاند اور ہر چیز نے آپ کے فرمان کی تعمیل کی۔ ہر ایک چیز آپ کی رسالت پر ایمان لانے والی ہے اور یقین رکھنے والی ہے۔ آپ کی قدر و منزلت پہچاننے والی ہے بہت سے انسان بھی ایسے ہیں۔ مگر بہت سے انسان ایسے ہیں کہ ان پر عذاب کا فیصلہ اٹل ہے (لہذا وہ تاجدارِ کائنات ﷺ سے گریز کرنے والے ہیں)

جن خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی محبت نصیب ہوئی، وہی اللہ تعالیٰ کے اولیاءِ کرام ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی محبت کے حق دار ہیں اور یہ چنے جانے کی علامت ہے۔

﴿ ...... ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴾

القرآن الحکیم الحدید ۲۱:۵۷

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل (وکرم) ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی فضل فرمانیوالا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا یُؤۡمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی اَکُوۡنَ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ نَفۡسِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَ وَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ.

الصحیح البخاری، الایمان ۶۹ الصحیح للمسلم ایمان ۷۰:۱۶

سنن نسائی، ۱۱٤:۸ مسند احمد بن حنبل، ۲۰۷:۳

سنن ابن ماجه، ٦٧

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحبِ ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی ذات، اس کے بیٹے، اس کے باپ اور تمام لوگوں سے اسے محبوب نہ ہو جاؤں۔

ابو محمد عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا یُؤۡمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی یَکُوۡنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئۡتُ بِهٖ.

شرح السنه للبغوی، ۲۱۳:۱ مشکوۃ المصابیح، ۱٦٧

کنز العمال ۱۰۸٤ فتح الباری، ۲۸۹:۱۳

تاریخ بغداد، ٤:٣٦٩

ترجمہ: تم میں کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی ہر خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

جو شخص تاجدارِ کائنات کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور ان کو اپنی ذات سے بھی زیادہ محبت نہیں کرتا اور اس کی خواہشات آپ کی لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہیں ہو جاتی وہ شخص جھوٹا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلاوَةَ الإِيمَانِ

مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا

وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ

وَ اَنْ يَكْرَهَ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ.

الصحيح البخاری، الايمان ٩ الصحيح للمسلم، الايمان ٦٦

ترجمہ: جس شخص میں تین چیزیں ہیں وہ شخص ایمان کی مٹھاس پائے گا۔

اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ہر چیز سے محبوب ہو جائیں۔

اور وہ جس سے بھی محبت کرے اللہ تعالیٰ کے لئے ہی محبت کرے۔

اور کفر کی طرف لوٹنے کو اس ناپسند کرے جس طرح آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض ایمان کا مضبوط ترین دستہ ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَوْثَقُ عُرَی الْاِیْمَانِ اَلْمُوَالَاۃُ فِی اللّٰہِ وَ الْمُعَادَاۃُ فِی اللّٰہِ وَالْحُبُّ فِی اللّٰہِ

مستدرک للحاکم، ۲: ۴۸۰ فتح الباری، ۱: ۴۷ الامام الطبرانی،

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی، اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی اور اللہ تعالیٰ کے لئے محبت ایمان کا مضبوط ترین دستہ ہے۔

اسے امام طبرانی نے سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ.

اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ.

مسند احمد بن حنبل، ۵: ۱۴۶

ترجمہ: سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض ہے

اسے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت اللہ تعالیٰ کے لئے محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے بغض اللہ تعالیٰ کے لئے بغض ہے۔

حافظ منذری نے الترغیب والترھیب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا روایت کی ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ.

الترمذی، ۳۴۹۱ کنز العمال، ۳۶۳۲

مشکوۃ المصابیح، ۲۴۹۱ اتحاف السادۃ المتقین، ۵: ۷۸-۹: ۵۴۹

الزھد لابن المبارک، ۱۴۴ المغنی عن حمل الاسفار للعراقی، ۴: ۱۶۳

میزان الاعتدال، ۳۳۳۴

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اس کی محبت عطا فرما جس کی محبت مجھے تیری بارگاہ میں نفع دے۔

امام ترمذی نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی یہ دعا روایت کی ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ وَاجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَھْلِیْ وَ وَلَدِیْ وَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ.

الجامع الترمذی الدعوات ۷۲

ترجمہ: اے باری تعالیٰ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اپنے چاہنے والوں کی محبت عطا فرما اور وہ عمل عطا فرما جو تیری محبت سے مجھے پہنچے اور اپنی محبت کو میرے اہل خانہ، میری اولاد اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب فرما۔

ان دعاؤں میں اس امر پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جن کی محبت اللہ تعالیٰ کے ہاں نفع دیتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت نفع دیتی ہے۔

پس ان خوش نصیبوں اور ان کے چاہنے والوں کو مبارک ہو۔

اور جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے عداوت رکھتے ہیں بسا اوقات اللہ تعالیٰ ان کو اپنے دشمنوں کے ساتھ دوستی دے کر آزماتا ہے۔ اس بات کا ایسے بہت سارے لوگوں میں مشاہدہ کیا گیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں نقص نکالے۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور دوستوں کا مولیٰ اور مددگار ہے تو اگر لوگ ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کریں تو ان کو کیا نقصان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْھَادُ ﴾

القرآن الحکیم المؤمن ۴۰:۵۱

ترجمہ: بیشک ہم (اب بھی) اپنے رسولوں کی اور مومنوں کی اس دنیوی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی (مدد کریں گے) جس دن گواہ (گواہی دینے کے لئے)

کھڑے ہوں گے۔

اور تکلیف دینے والوں کو کیسی وعید سنائی ہے برابر کہ یہ زبان کی تکلیف ہو یا غیر زبان کی۔

اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا﴾

القرآن الحکیم الاحزاب ۳۳:۵۸_۵۷

ترجمہ: بیشک جولوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اللّٰہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔ اور اس نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جولوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کا دل دکھاتے ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی (معیوب) کام کیا ہو تو انہوں نے اپنے سر پر بہتان باندھنے اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا۔

اور اللّٰہ تعالیٰ نے اذیت دینے والوں کو وعید سناتے وقت ہمیشہ اپنے اولیاء کو اپنے رسولوں کے ساتھ ملایا۔

اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ لا وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ لا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ز وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ۳:۲۲_۲۱

ترجمہ: بیشک جولوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو عدل و انصاف کا حکم کرتے ہیں لوگوں میں سے۔ تو انہیں

دردناک عذاب کی خوشخبری دو۔ یہ وہ (بدنصیب) ہیں جن کے اعمال دنیا میں اور آخرت میں اکارت گئے اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے

وعید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور لوگوں میں سے انصاف کا حکم دینے والوں کو یکساں رکھا ہے۔ ان لوگوں سے مراد علماء اور انبیاء کے ورثاء ہیں۔ ان کے زمانہ کے اولیاء کے حق میں گناہ کرنے والے، ان کے زمانہ کے انبیاء کے حق میں گناہ کرنے والے ہیں۔ اس بدنصیبی سے اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے۔ آپ کی نظر بند ہو چکی تھی اور آپ کا بیٹا آپ کو لے جا رہا تھا۔ آپ نے سنا کہ وہ لوگ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہے تھے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

کون اللہ تعالیٰ کو گالیاں دے رہا ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا:

معاذ اللہ! ہم میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو گالیاں نہیں دے رہا۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

کون اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے رہا ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا:

نعوذ باللہ تعالیٰ! ہم میں سے کوئی بھی تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہیں دے رہا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خود تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ وَ مَنْ سَبَّنِیْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰہَ.

مسند احمد بن حنبل، ۶:۳۲۳ مجمع الزوائد، ۹:۱۳۰

مستدرك للحاكم، ۳:۱۲۱ کنز العمال، ۳۲۹۰۳

مشكوة المصابيح، ٦٩٢ البدايه و النهايه، ۷:۳۵۵

ترجمہ: جس نے **علی المرتضی** رضی اللہ عنہ کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔

یہ اس لئے کہ **سیدنا علی المرتضیٰ** رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اور ولی کو گالی دینا بعینہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا ہے اور ولی کو تکلیف دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غضب دلانا ہے...... اللہ تعالیٰ ہمیں اس بدبختی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

پہلے گزر چکا ہے کہ **سیدنا عبد اللہ بن عباس** رضی اللہ عنہ نے **سیدنا زید بن ثابت** رضی اللہ عنہ کی رکاب تھامی اور **سیدنا زید** رضی اللہ عنہ، **سیدنا عبد اللہ بن عباس** رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چومنے کے لئے جھکے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

ہمیں اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح پیش آنے کے لئے کہا گیا ہے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

ہمیں اپنے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔

صالحین کی تعظیم تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور پہلی امتوں کے وقت سے جاری ہے۔

اس کا ذکر پہلے بھی گزر چکا ہے اور آئندہ بھی آئے گا۔

اس امر پر دلائل موجود ہیں کہ صالحین کی تعظیم پہلی امتوں اور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پاک سے جاری ہے۔

پہلی دلیل :

امام بخاری اور امام مسلم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ ایک طویل روایت ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ **جریج** کی پاکدامنی کی گواہی شیر خوار بچے نے دی۔ اس پوری حدیث پاک کو میں **ان شاء اللہ تعالیٰ** کراماتِ اولیاء کی فصل میں ذکر کروں گا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بنو اسرائیل نے جریج اور عبادت کا خوب ذکر کیا۔

ایک فاحشہ عورت تھی جو بے حد حسین تھی اس نے کہا۔

اگر تم چاہو تو میں اسے فتنہ میں مبتلاء کر دوں۔

وہ بدقماش عورت خوب سج دھج کر **جریج** کے پاس گئی مگر اس نے بالکل توجہ نہ کی۔

(اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے) وہ بدمعاش، ایک چرواہے کے پاس گئی جو جریج کی عبادت گاہ کے قریب اپنا ریوڑ چراتا تھا۔ اس کی بدکاری کی دعوت دی۔ اس نے اس دعوت کو قبول کیا۔ اس بدکاری سے اس فاحشہ عورت کو حمل ٹھہر گیا۔ جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس نے بنو اسرائیل سے کہا کہ یہ جریج کا بچہ ہے۔

بنو اسرائیل غصہ میں آئے۔ **جریج** کو نیچے اتارا۔ اس کی عبادت گاہ کو گرا دیا اور اس کو مارنا شروع کر دیا۔

جریج نے پوچھا: لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

لوگوں نے جواب دیا:

تم نے اس بدکار عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے جس سے اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔

جریج نے کہا۔ وہ بچہ کہاں ہے؟

بنو اسرائیل کے لوگ بچہ کو لے آئے۔

جریج نے کہا: مجھے تھوڑا سا وقت دو تا کہ میں نفل ادا کرلوں۔
جریج نے نوافل ادا کئے، بچے کے پاس آیا۔ بچے کے پیٹ میں کچوکہ لگایا اور کہا:
اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟
چند دنوں کا بچہ بول پڑا: میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔
بنی اسرائیل یہ دیکھ کر جریج کو چومنے لگے اور اس کو برکات کے حصول کے لئے چھونے لگے کہنے لگے: اب ہم تیرے لئے سونے کی عبادت گاہ بنائیں گے۔
جریج نے کہا: نہیں، جس طرح پہلے مٹی سے میری عبادت گاہ بنی ہوئی تھی اسی طرح بنا دو۔ بنو اسرائیل نے اس کی عبادت گاہ کو پھر سے تعمیر کر دیا۔

الصحیح البخاری، العمل فی الصلوۃ ۷۔ مظالم ۳۵ الصحیح للمسلم، بر ۸

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صالحین کو بوسہ دینا اور ان کو چھو کر برکتیں حاصل کرنا یہ جائز ہے۔ یہ طریق پہلی امتوں کے نیک لوگوں میں بھی موجود تھا۔ یہ ہرگز شرک نہیں ہے جس طرح ہمارے انکار کرنے والے، انبیاء اور اولیاء کی تحقیر کرنے والے اور اہل ایمان سے جو لوگ بوسہ لیتے ہیں اور چھونے سے برکتیں حاصل کرتے ہیں ان کو کافر کہنے والے بھائی گمان کرتے ہیں۔

یہ بہت بڑی جہالت ہے اور واضح اور صحیح نصوص کے خلاف ہے۔

دوسری دلیل:

پہلی امتوں کے نیک لوگوں میں سے اصحابِ کہف تھے۔ جب یہ لوگ 309 سال سونے کے بعد بیدار ہوئے۔ ان کے زمانے کے لوگوں نے ان کا حال جانا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے شہر کے لوگوں کو ان کی اطلاع دی۔ یہ لوگ اپنی غار میں آ کر پھر سے سو گئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسی طرح ان کی روحوں کو قبض کر لیا۔

اہل ایمان اور کافروں کے درمیان اختلاف ہو گیا کہ ان کے ساتھ کیا کریں۔
اہل ایمان نے کہا کہ ہم ان کے قریب مسجد بنائیں گے تا کہ وہاں عبادت کریں

اوران نیک نوجوانوں کے آثار سے برکات حاصل کریں۔

اگر یہ لوگ نہ جانتے کہ اس امر میں برکات ہیں تو وہاں عبادت کے لئے ہرگز مسجد نہ بناتے۔

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کے اس عمل کی توثیق کی ہے بلکہ ان کے مسجد بنانے کے عمل کو مدح وثنا کے پہلو سے ذکر کیا ہے۔

تیسری دلیل:

جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو سیدنا خضر علیہ السلام کی فضیلت اور علم کی خبر دی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا خضر علیہ السلام کی طرف سفر کیا اور زادِ راہ اختیار کیا۔ خشکی اور تری کی مشکلات کو برداشت کیا یہاں تک کہ ان کو پالیا۔

یہ سب کچھ کیونکر تھا۔ یہ صرف اس اللہ تعالیٰ کے نیک بندے سے برکت حاصل کرنے اور ان کے علم سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا جو قصہ ذکر کیا ہے اس میں دلیل ہے کہ سلف صالحین سے برکات حاصل کرنا ان کی طرف سفر کرنا اور کجاوے کسنا، ان کے بوسے لینا اور ان کو چھونا یہ پہلی امتوں میں بھی جائز اور روا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی سنتوں میں سے تھا۔ اگر یہ اس زمانہ کے صالحین کے لئے واقع ہوتا تو انکار کرانے والے کہتے: یہ کفر ہے۔ یہ شرک ہے۔

یہ پہلی امتوں کے سلف صالحین کی اخبار تھیں جو میرے ذہن میں آئیں۔ میں نے ان کو بیان کر دیا تا کہ ہمارے انکار کرنے والے بھائی جانیں کہ صالحین سے تبرک زمانہ قدیم سے جاری ہے اور یہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

رہی بات تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تو یہی امر کافی ہے کہ صحابۂ کرام تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرتے کہ وہ ان کے گھر تشریف لائیں اور وہاں نماز ادا کریں تا کہ صحابہ اس جگہ کو اپنی عبادت گاہ بنالیں اور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی برکات حاصل ہو جائیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ ہر اس جگہ نماز ادا فرماتے تھے جہاں جہاں تاجدارِ کائنات ﷺ مکۃالمکرمۃ سے مدینۃ المنورۃ کی طرف سفر کرتے ہوئے نماز ادا کی تھی۔ جہاں جہاں سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ نے نماز ادا کی وہاں وہاں مسلمانوں نے بھی نماز ادا کی۔ ان جگہوں کے محل وقوع پر کتابیں لکھیں۔ تا کہ یہ جگہیں ضائع نہ ہو جائیں اور مٹ نہ جائیں۔

امام سفیان ثوری ؓ کو جب یہ اطلاع ملی کہ امام اوزاعی کوفہ تشریف لا رہے ہیں تو آپ استقبال کی خاطر باہر نکلے۔ مقامِ ذی طوی پہ ان کو جا ملے۔ اونٹوں کی قطار سے امام اوزاعی کے اونٹ کی لگام تھام لی اور اس کو اپنی گردن پر رکھ لیا۔ جب آپ لوگوں کے پاس سے گذرتے تو فرماتے:
شیخ کے لئے راستہ خالی کر دو۔

امام اوزاعی کا اسم گرامی عبد الرحمٰن بن عمرو بن یُحمَد (باء کی پیش اور حاء کے سکون کے ساتھ) یہ شام کے امام تھے۔ کہا گیا ہے کہ اسی طرح امام اوزاعی نے 70,000 مسائل کا جواب دیا۔

آج کل بہت سے لوگ اجتہاد کا دعویٰ کرتے ہیں۔ انہیں دیکھنا چاہئے کہ اجتہاد میں ان کا کیا مقام ہے۔ انہیں دیکھنا چاہئے کہ کس طرح امام ثوری نے اپنی جلالتِ علمی اور قدر و منزلت کے باوجود امام اوزاعی کے اونٹ کی لگام اپنی گردن پر رکھی، کس طرح امام اوزاعی کے قدموں میں ان کے اونٹ کے آگے چلتے رہے اور امام اوزاعی اپنے اونٹ پر سوار رہے۔

اصحاب فضیلت اس طرح فضیلت والوں کی قدر کرتے ہیں اور عزت کرتے ہیں تا کہ ان کی برکات سے فضل حاصل کریں۔

تنبیہ، مہذّب اور بہت سی کتابوں کے مصنف شیخ ابو اسحاق شیرازی فیروز آبادی نے نیشاپور کی طرف سفر کیا۔ وہاں امام الحرمین سے ملاقات ہوئی

اوران سے مناظرہ کیا۔ جب نیشا پور سے واپس جانے لگے۔ امام الحرمین الوداع کہنے کے لئے باہر تشریف لائے۔ امام فیروز آبادی کے خچر کی رکاب تھامی۔ خراسان میں اُن کی شان ظاہر ہوئی۔ خراسان کے لوگ وہ مٹی لیتے تھے جوان کے خچر کے پاؤں نے روندھی تھی اور اس سے برکت حاصل کرتے تھے۔

اے کاش کہ میں جانوں کہ ہمارے انکار کرنے والے بھائی (اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے) ان لوگوں اور ان اماموں کے بارے کیا کہیں گے جو اس مبارک عالم کے خچر کو پاؤں تلے روندھی ہوئی مٹی سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ ان کا وصال 476 میں ہوا۔

صالحین کی تعظیم صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین سے جاری ہے اور ان کی خالص اتباع کرنے والے قیامت تک صالحین کی تعظیم کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے جنگ کا اعلان کیا جو اس کے اولیاءِ کرام سے عداوت رکھے۔

حدیثِ قدسی میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ.

الصحیح البخاری، رقاق ۳۸

ترجمہ: جس شخص نے میرے ولی سے عداوت کی اسے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

اولیاءِ کرام سے عداوت رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ مختلف سزائیں دیتا ہے۔ ان کے دین میں نقص سے، ان کے دلوں کی بدبختی سے، ایمان کی حلاوت کی محرومی سے۔ کیونکہ ان سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض کی کیفیت سلب کر لی جاتی ہے جس طرح پچھلی حدیث میں گزرا۔

بسا اوقات اولیاءِ کرام کی دشمنی سے خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا۔ العیاذ باللہ یہ شدید

ترین عذاب ہے

اولیاءِ کرام کے ان دشمنوں کے کبھی جسم، کبھی اولاد اور کبھی ان کے مال میں یہ سزا جاری ہوتی ہے مگر ان کو خبر نہیں ہوتی کہ یہ سب کچھ اللہ ﷻ سے جنگ مول لینے کا نتیجہ ہے۔

ہم ان اولیاءِ کرام کی عزت کیسے نہ کریں۔ ان کا ایک فرد زمین بھر کے لوگوں سے بہتر ہے۔

سیدنا سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص تاجدارِ کائنات ﷺ کے پاس سے گزرا۔

تاجدار کائنات ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا:

اس گزرنے والے شخص کے بارے تیری کیا رائے ہے؟

اس نے عرض کی:

رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ. هٰذَا حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ یُنْکَحَ وَاِنْ شَفَعَ یُشَفَّعُ.

ترجمہ: یہ اشراف لوگوں سے ہے۔ یہ شخص اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس کا نکاح کیا جائے۔ اگر کسی کی سفارش کی تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔

تاجدرِ کائنات ﷺ یہ سن کر خاموش رہے۔

پھر ایک اور شخص گزرا۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس گزرنے والے شخص کے بارے تیرا کیا خیال ہے؟

اس نے عرض کی:

هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ. هٰذَا حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ لَا یُنْکَحُ وَ اِنْ شَفَعَ لَا یُشَفَّعُ وَ اِنْ قَالَ لَا یُسْمَعُ.

ترجمہ: یہ شخص فقراء مسلمانوں سے ہے۔ یہ اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور یہ کسی کی سفارش کرے تو اس سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کچھ کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔

یہ سن کر تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلِ هٰذَا

ترجمہ : اس شخص جیسے لوگوں سے اگر زمین بھر جائے تو یہ مسکین ان سب سے بہتر ہے۔

الصحیح البخاری ، نکاح ۱۵۔رقاق ۱۶ الصحیح للمسلم

ابن ماجه ، زهد ۵ النسائی ، صحیح ابن حبان

مسند احمد بن حنبل

امام نسائی نے سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے **اور امام احمد نے سیدنا ابو ذر** رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

دوزخی لوگ کہیں گے۔

﴿ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم المؤمنون ۱۰۷:۲۳

ترجمہ : اے ہمارے مالک! (ایک بار) ہمیں اس سے نکال، پھر اگر ہم نادانی کی طرف رجوع کریں تو یقیناً پھر ہم ظالم ہوں گے۔

اللہ عزوجل ان جہنمی لوگوں کی اس عرض داشت کو رد کرتے ہوئے ارشاد فرمائے گا:

﴿...... اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۞ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۞ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۞ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا لا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم المؤمنون ۱۰۸:۲۳ تا ۱۱۱

ترجمہ : اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور میرے ساتھ مت بولو۔ (تمہیں یاد ہے) میرے بندوں میں سے ایک گروہ ایسا تھا جو عرض کیا کرتا تھا اے ہمارے رب! ہم

ایمان لے آئے ہیں سو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔تم نے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس مشغلہ نے تمہیں میری یاد سے غافل کر دیا اور تم ان پر قہقہے لگایا کرتے تھے۔میں نے آج انہیں ان کے صبر کا بدلہ دے دیا (ذرا دیکھو) وہی مراد کو پانے والے ہیں۔

علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فرمان (اِنَّہٗ کَانَ فَرِیْق) سے آیات کے آخر تک ہمارے لئے کئی افادے ہیں:

1۔اہل ایمان سے مذاق اڑانا کافروں کا شیوہ ہے۔

2۔یہ کبیرہ گناہوں سے ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مذاق اڑانے والوں سے فرمائے گا جب وہ مدد مانگ رہے ہوں گے۔

اخْسَئُوْا فِیْھَا وَلَا تُکَلِّمُوْن.

اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائے گا کہ تم اہل ایمان کا مذاق اڑاتے تھے اور ان پر ہنستے تھے۔

3۔مذاق پر صبر کرنے کا ثواب جنت ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے مذاق اڑائے جانے والوں کے لئے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ جَزَیْتُھُمُ الْیَوْم بِمَا صَبَرُوْٓا لا اَنَّھُمْ ھُمُ الْفَآئِزُوْن.

پھر یہاں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔

بسا اوقات دنیا کی عزت بہت بڑا عذاب ہوتا ہے۔

یہ مجرم لوگ اہل ایمان پر ہنستے رہے، ان کے مذاق اڑاتے رہے ہیں اور ہمیشہ ایسا کرتے رہیں گے۔

ان کے بارے ہی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِھِمْ یَتَغَامَزُوْنَ ۝ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓی اَھْلِھِمُ انْقَلَبُوْا فَکِھِیْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْھُمْ قَالُوْٓا

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴾

القرآن الحکیم المطففین ٨٣:٣٢۔٣١۔٣٠۔٢٩

ترجمہ : جو لوگ جرم کیا کرتے تھے وہ اہل ایمان پر ہنسا کرتے تھے اور جب ان کے قریب سے گزرتے تو آپس میں آنکھیں مارا کرتے۔ اور جب اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے واپس آتے۔ اور جب وہ مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو صالحین کی سیرت، ان کی ہیئت، ان کے اجتماع اور ان کی باہمی محبت پر ہنستے ہیں۔ ان کے احوال اور عادات کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ ان کے اعمال کو اکارت کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور مسلمانوں کو اس امر سے محفوظ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی تعظیم ان کی محبت اور ان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ ط لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾

القرآن الحکیم یونس ١٠:٦٤۔٦٣۔٦٢

ترجمہ : سنو! بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (عمر بھر) پرہیزگاری کرتے رہے۔ انہیں کے لئے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں بشارت ہے اللہ تعالیٰ کی باتیں نہیں بدلتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو کرامت عطا فرماتا ہے۔

لا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ

انہیں ناپسندیدہ چیز کے پہنچنے کا خوف نہیں ہوتا۔

وَلَاهُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

نہ انہیں کسی امید کے فوت ہونے کا دکھ ہوتا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ۞ لَهُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا.

یہ وہی ہیں جس کی اللہ ﷻ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ نے متقی لوگوں کو خوشخبری دی۔ اور اس خوش خبری سے مراد ان کو دکھائے جانے والے اچھے خواب ہیں اور نہ ختم ہونے والے مکاشفات ہیں۔ اور روح کے نکلتے وقت فرشتوں کی بشارتیں ہیں۔

وَ فِی الۡاٰخِرَةِ

اور آخرت میں فرشتے ان کو سلام دیتے ہوئے اور کامیابی و کامرانی اور عزت و کرامت کی خوش خبری سناتے ہوئے ملیں گے۔

لا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰهِ

اللہ ﷻ اپنے اقوال کو نہیں بدلتا اور نہ اپنے وعدوں کا خلاف کرتا ہے۔

ذٰلِکَ.

یہ اشارہ ہے کہ وہ دونوں جہانوں میں خوش خبری دیئے گئے ہیں۔

هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ

یہ اور اس سے پہلا جملہ معترضہ ہے۔ تاکہ ان بشارات اور ان کی رفعتِ شان کی تحقیق ہو جائے۔

صالحین کی تعظیم اللہ ﷻ کی تعظیم ہے۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿...... وَ مَنۡ یُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ......﴾

القرآن الحکیم الحج ۲۲: ۳۰

ترجمہ : اور جو شخص کی حرمتوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کے لئے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے۔

اللہ عزوجل کے اپنے نبی ﷺ سے اس فرمان میں بھی اولیاء کرام کی تعظیم اور تعریف ہے۔

﴿ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى...... ﴾

القرآن الحکیم النمل ۲۷:۵۹

ترجمہ : فرمایئے سب تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں اور سلام ہو اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے چن لیا۔

اللہ عزوجل نے تاجدارِ کائنات ﷺ پر لازم قرار دیا کہ آپ کہیں،

سب تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں۔ پھر ان لوگوں پر سلام بھیجیں جن کو اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے چن لیا ہے، اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے اور اپنی رحمت کے لئے منتخب فرمالیا ہے۔ یہ خوش نصیب تعظیم اور تکریم کے مستحق ہیں۔

اللہ عزوجل اپنی رحمت کے لئے جسے چاہتا ہے خاص فرمالیتا ہے۔

اللہ عزوجل کی تعظیم کے پہلو میں انسانوں کی تعظیم کی کیا حیثیت ہے۔ یہ اللہ عزوجل کی سنت کی پیروی ہے۔ **اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ** اور **اَلتَّعْظِيْمُ لِلّٰهِ** کے قبیلہ سے ہے۔ اور **تَعْظِيْمِ لِلّٰه** کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

﴿ ......وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴾

القرآن الحکیم الحج ۲۲:۳۲

ترجمہ : اور جو اللہ عزوجل کی نشانیوں کا ادب واحترام کرتا ہے تو یہ (احترام) اس وجہ سے ہے کہ دلوں میں تقوی ہے۔

یہ بھی اللہ عزوجل کی طرف سے اولیاءِ کرام کی تعظیم اور تعریف ہے کہ اللہ عزوجل نے سورۃ الفاتحہ میں اپنی تعریف کے ساتھ ان کی تعریف کو ملا دیا ہے۔ ہر نماز میں ہم پر یہ کہنا

واجب ہے۔

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ...... ﴾

القرآن الحکیم الفاتحہ ۱:۷-۶

ترجمہ : چلا ہم کو سیدھے راستہ پر۔ راستہ ان کا جن پر تو نے انعام فرمایا۔

یہ انعام یافتہ اللہ تعالیٰ کے بندے انبیاءِ کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔

اس ثنا اور دعا کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی کی نماز قبول ہی نہیں فرماتا۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ان اولیاءِ کرام کی تعظیم ہے کہ نماز میں پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے تحیات کا ذکر فرمایا:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ

پھر صیغۂ خطاب اور حاضر کے ساتھ نہ کہ غائب کے ساتھ تاجدار کائنات ﷺ پر سلام کا ذکر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ.

اس کے بعد اپنے صالحین بندوں کا ذکر فرمایا:

و علٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ

اپنی عبادت میں اللہ تعالیٰ نے جو ان کے ذکر کو شریک کیا ہے اس کا کیا فائدہ ہے؟

کیا یہ ان کی تعظیم اور ان کی محبت کے لئے نہیں ہے؟

كُلُّ مَنْ لَّمْ يَرَ فَرْضًا حُبَّهُمْ فَهُوَ فِي النَّارِ وَاِنْ صَلّٰى وَ صَامَا

ترجمہ : جو شخص بھی ان اولیاءِ کرام کی محبت کو فرض نہیں سمجھتا۔

وہ دوزخ میں ہے۔ چاہے وہ نمازیں پڑھتا ہو اور روزے رکھتا ہو۔

اسی قبیل سے وہ دعا ہے جس کی تعلیم تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنے نواسے سیدنا حسن مجتبیٰ کو دی جو جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَ عَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ......

کیا اس دعا میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے جو ہمیشہ مطمح نظر منتہائے سوال اور غایتِ مطلب رہتے ہیں؟

تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس دعا سے یہ ارادہ فرمایا کہ سیدنا حسن مجتبی ان کی مزاحمت سے بچیں اور ان سے رہیں اور آپ اس دعا کی برکت سے ان کے سردار تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے بنائے۔ اور ان کی، ان کے اقوال، افعال، اور احوال میں پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سب سے بڑا راز تو ان اولیاءِ کرام کی پیروی ہے۔

اولیاء اللہ ہی صاحب عزت و ولایت ہیں۔ اگر ہم ان کو اللہ تعالیٰ کی ان دو صفات کے ساتھ متصف کریں تو اس میں کوئی تعصب کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عزت اور ولایت جس طرح اپنی ذات کے لئے ثابت کی ہے اسی طرح اپنے نبی مکرم ﷺ اور اہل ایمان کے لئے بھی ثابت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم المنافقون ۶۳:۸

ترجمہ: حالانکہ (ساری) عزت تو صرف اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے۔ مگر منافقوں کو اس بات کا علم ہی نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... ﴾

القرآن الحکیم المائدہ ۵:۵۵

ترجمہ: تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں۔

یہ آیتِ کریمہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اور پہلی

آیت عام اہل ایمان کے حق میں نازل ہوئی۔

جب سیدناعلی بن ابو طالب ﷛ اہل ایمان کے سردار ہیں تو اس لئے تاجدار کائنات ﷺ نے ارشادفرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.

الترمذی ، ۳۷۱۳ مسند احمد بن حنبل ، ۱:۸٤ـ۱۱۸

المعجم الکبیر ، ۳:۱۹۹ الطبقات الکبری ، ۵:۲۳۵

مستدرك للحاکم ، ۳:۱۱۰ ابن ماجه ، ۱۲۱

مجمع الزوائد ۷:۱۷ مصنف ابن ابی شیبه ، ۱۲:۵۹

مشکوۃ المصابیح ، ٦۰۸۲ حلیة الاولیاء ٤:۲۳

کنز العمال ، ۳۲۹۰٤ البدایه و النهایه ، ۵:۲۰۹

العلل المتناهیه ، ۱:۲۲۳ السلسلة الصحیحة للالبانی ، ۱۷۵۰

حاوی للفتاوی ، ۱:۱۲۲ فتح الباری ، ۷:۷٤

ترجمہ : جس شخص کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی ﷛ مولا ہے۔

یہ سیدناعلی المرتضیٰ ﷛ کے حق میں بہت بڑی منقبت ہے۔

اسے محاملی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس ﷛ سے اپنی امالی میں روایت کیا ہے۔

اللہ ﷻ بعض اہل ایمان کی بعض دوسروں پر ولایت کے بارے ارشادفرمایا:

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ...... ﴾

القرآن الحکیم التوبه ۹:۷۱

ترجمہ : نیز مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

یہاں تک کہ ارشادفرمایا:

﴿ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴾

القرآن الحکیم الانفال ۸:۷۳

ترجمہ: اگر تم (ان حکموں پر) عمل نہیں کرو گے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد پھیل جائے گا۔

ہر اہل ایمان ہمارا مولا ہے۔ مومنوں کی طرف ہماری نسبت ہمارا فخر ہے۔ ہم پر ان کی ولایت ہمارا شرف ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ تو اہل ایمان مرد اور عورت کے ولی ہیں۔ ہر رسول، نبی، صدیق اور شہید کے سردار ہیں۔ پس یہ ہمارے انکار کرنے والے بھائی کہاں سے آ گئے کہ نبی یا ولی کو یَا مَوْلَایْ کہنے والے کو کافر کہیں۔

پہلی گزری ہوئی دلیلوں سے میں بہت بڑی اور بہت واضح دلیل آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تاجدارِ کائنات ﷺ پر اہل ایمان کی ولایت کو اسی طرح ثابت کیا جس طرح ان پر اپنی ولایت کو ثابت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿...... فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾

القرآن الحکیم التحریم ٦٦:٤

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے، جبریل اور نیک بخت مومنین بھی آپ کے مددگار ہیں اور ان کے علاوہ سارے فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔

پس ہمارے انکار کرنے والے یہ بھائی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کے بندوں جیسے جبرائیل علیہ السلام کی ولایت کے بارے میں کیا کہیں گے؟ پھر صالحین کی ولایت کے بارے میں کیا کہیں گے؟

اللہ تعالیٰ نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ ارشاد فرمایا:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ اور اس کے بعد کسی مددگار کی

ضرورت ہے؟

اگر یہ اللہ تعالیٰ کا قول نہ ہوتا تو یہ لوگ اس کہنے والے کو ضرور مشرک کہتے۔

ہمارے ان انکار کرنے والے بھائیوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں غور وفکر کرنا چاہیے۔

﴿ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا ﴾

القرآن الحکیم محمد ٤٧:٢٤

ترجمہ : کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر قفل لگا دیئے گئے ہیں۔

اس سے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتانے کا ہی ارادہ کیا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جب اس کا ذکر کیا جائے ان کا بھی اس کے ساتھ ذکر ہوتا ہے اور جب ان کا ذکر کیا جائے اس کا بھی ساتھ ذکر ہوتا ہے۔ جس طرح کہ ہم نے ان احادیث میں بیان کیا ہے جو ہم نے مقدمہ میں وارد کی ہیں۔

اب اگر ان انکار کرنے والوں سے کوئی ایک شخص، کسی کو سنے کہ وہ اپنے بھائی کو کہہ رہا ہو۔

جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ اور جبرائیل آپ کا مولیٰ ہے۔ یا بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ آپ کا مولیٰ ہے۔ یا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا فلاں ولی آپ کا مولیٰ ہے۔

یہ لوگ فوراً کہیں گے کہ یہ کہنے والا کافر ہے کیونکہ ان کے گمان میں اس شخص نے غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا ہے۔

اگر یہ لوگ کسی مسلمان کو کہتے ہوئے سنیں کہ

ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے غنی کر دیا ہے۔ یا اس کی مثل کوئی اور بات سنیں تو فوراً کہیں گے کہ یہ مشرک ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ...... ﴾

القرآن الحکیم توبہ ٩:٧٤

ترجمہ: اور وہ خشمناک نہیں ہوئے مگر اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں غنی کر دیا اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

یہ لوگ ایسی عبارات کہنے والوں کو کافر کہتے ہیں اور یہ بہت بڑی جہالت ہے اور اپنے مشائخ کی اندھی تقلید ہے۔ بے شک یہ لوگ مجاز اور حقیقت کے درمیان فرق کو نہیں پہچانتے اور یہ نہیں دیکھتے کہ اس طرح کا قول تو اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ...... ﴾

القرآن الحکیم توبہ ۱۰۵:۹

ترجمہ: اور فرمایئے عمل کرتے رہو پس اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو دیکھے گا اور اس کا رسول اور مومن دیکھیں گے۔

اگر یہ لوگ تدبر کرتے تو اپنے بھائیوں کو اس طرح نہ روندتے۔ جاہل کے کافر کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جس کا قول اللہ تعالیٰ کے قول کی طرح ہو اور وہ ربوبیت اور عبودیت میں اور حقیقت اور مجاز فرق جانتا ہو۔ اس کو کافر کہنے کا نقصان تو کہنے والے کو ہوگا کیونکہ صریح نصوص بتاتی ہیں کہ یہ تکفیر کہنے والے کی طرف لوٹ جائے گی۔

انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام اپنے وصال کے بعد بھی اسی طرح تعظیم کے حق دار ہیں جس طرح اپنی زندگی میں ہیں کیونکہ یہ اپنے وصال کی وجہ سے اس خصوصیت، انتخاب، رسالت اور ولایت سے معزول نہیں ہوتے۔

﴿ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ ط لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ...... ﴾

القرآن الحکیم یونس ۶۴:۱۰

ترجمہ: انہیں کے لئے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں نہیں بدلتیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ تو ہر اس شخص کی طرف مبعوث کئے گئے جو آپ کی حیات ظاہری میں تھا اور آپ کے وصال کے بعد قیامت تک پیدا ہوگا۔ جس طرح پہلے انبیاءِ کرام کی شریعتیں بعد میں آنے والے نبی کی شریعت سے منسوخ ہو جاتی تھیں، آپ ﷺ کی شریعت کبھی منسوخ نہیں ہوگی۔

اسی لئے تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَا رَسُوْلُ مَنْ اَدْرَکْتُ حَیًّا وَ مَنْ یُوْلَدُ بَعْدِیْ

الطبقات الکبری، ۱:۱۲۷ کنز العمال، ۳۱۸۸۵

ترجمہ : میں ہر اس شخص کے لئے رسول ہوں جسے میں اپنی حیاتِ ظاہری میں پاؤں گا اور جو میرے بعد پیدا ہوگا۔

اس حدیث پاک ابن سعد نے سیدنا حسن بصری سے مرسلا روایت کیا ہے۔

عزیزی نے کہا کہ شیخ نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو تاجدارِ کائنات ﷺ کی شریعت سے فیصلے صادر فرمائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ کائنات کی رسالت منقطع نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک جاری رہے گی۔

اللہ ﷻ کا یہ فرمان اس عقیدہ کی تائید کرتا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴾

القرآن الحکیم الجمعة ۶۲:۴-۳-۲

ترجمہ : وہی (اللہ) جس نے امیوں میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کے دلوں کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور

حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے دوسرے لوگوں کا بھی (تزکیہ کرتا ہے تعلیم دیتا ہے) جو ابھی ان سے آ کر نہیں ملے۔ اور وہی سب پر غالب حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے اسے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے۔

پہلے آنے والے بھی تاجدارِ کائنات ﷺ کی امت ہیں اور بعد میں آنے والے بھی۔ ان سب پر آیات بھی تلاوت کرتے رہیں گے، ان کا تزکیہ بھی فرماتے رہیں گے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم بھی دیتے رہیں گے۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ

انبیاءِ کرام کا اجلال و اکرام ان کی زندگی میں بھی اور ان کے وصال کے بعد بھی ہے۔ جس طرح ان کی زندگی میں ان کی تعریف ہے اسی طرح ان کے وصال کے بعد بھی ان کی تعریف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود پہلے انبیاءِ کرام کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔

﴿ وَاِنَّھُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَیۡنَ الۡاَخۡیَارِ ﴾

القرآن الحکیم ص ۴۷:۳۸

ترجمہ: اور یہ (حضرات) ہمارے نزدیک چنے ہوئے بہت بہترین لوگ ہیں۔

اور

﴿ ...... نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ط اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴾

القرآن الحکیم ص ۳۰:۳۸

ترجمہ: بڑی خوبیوں والا بندہ، بہت رجوع کرنے والا۔

کیا انبیاءِ کرام کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی منزلت میں کمی واقع ہو گی؟

وہ اپنی زندگی میں بھی اور وصال کے بعد بھی منتخب و مختار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ

فرمایا ہے کہ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْن بنائے گا۔یعنی بعد میں آنے والی امتیں بھی ان کی تعریف کرتی رہیں گی ۔ہم اسی طرح ہیں ۔ہم ان کا ان کے وصال کے بعد اسی طرح احترام بھی کرتے ہیں اور اُن کی تعریف بھی کرتے ہیں جس طرح ان کی حیاتِ ظاہری میں ان کی تعریف ہوتی تھی ۔جس طرح ان کی حیاتِ ظاہری میں ان کی زیارت ہوتی تھی اور ان سے توسل ہوتا تھا ،ہم ان کے وصال کے بعد بھی ان کی اسی طرح زیارت بھی کرتے ہیں اور ان سے توسل بھی کرتے ہیں۔

اسی طرح پہلے اولیاءِ کرام ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تعریف کی ہے۔جیسے اصحاب کھف ، آصف بن برخیا ،مومن ال فرعون ، حبیب نجار صاحب یٰسٓ ، ذوالقرنین، سیدنا خضر علیہ السلام ، مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا یہ اسی لئے کہ ہم ان کا حق پہچانتے ہیں ۔ان کی تعریف کر کے ہم اللہ تعالیٰ کی سنت کی پیروی کرتے ہیں ۔تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء ،صدیقین ، شہداء اور صالحین تو پہلی امتوں کے صدیقین ،شہداء اور صالحین سے کہیں افضل واکمل ہیں ۔کیونکہ لوگوں کے لئے نکالی ہوئی یہ بہترین امت ہیں ۔ان کے نبی سارے انبیاء کرام سے افضل ہیں ،ان کے اولیاء کرام پہلے اولیاءِ کرام سے افضل ہیں ۔نہ ان کی زندگی عام لوگوں کی زندگی کی طرح ہے اور نہ ان کی موت عام لوگوں کی موت کی طرح ہے۔

کیا آپ اللہ تعالیٰ کے ،سیدنا یحی علیہ السلام کے حق میں اس فرمان کی طرف نہیں دیکھتے؟

﴿ وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ﴾

القرآن الحکیم مریم ۱۵:۱۹

ترجمہ : اور سلامتی ہو ان پر جس روز وہ پیدا ہوئے اور جس روز وہ انتقال کریں گے اور جس روز انہیں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا۔

﴿ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴾

القرآن الحکیم مریم ۳۳:۱۹

ترجمہ : اور سلامتی ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

ان پر ولادت کے دن سلام کیوں ہے؟ ابھی تو ان سے طاعت کا ظہور ہی نہیں ہوا۔ کیا یہ محض فضل اور فقط اصطفائیت اور خصوصیت سابقہ نہیں؟ اِس سلام اور اُس سلام میں کوئی فرق نہیں جو ان پر وصال کے دن واقع ہوگا۔ یقیناً اس سلام کے طاعت کے ظہور کے بعد بھی حقدار ہوں گے۔ اور قبروں سے اٹھنے کے دن بھی ان پر پہلے دونوں سلاموں کی طرح سلام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی تعظیم ان کی طاعت کے حصول سے پہلے اور بعد اور دوبارہ زندہ ہونے کے دن برابر ہے۔ اسی طرح سارے انبیاء کا معاملہ ہے کیونکہ جو چیز ایک نبی کے لئے ثابت ہے وہ سارے انبیاءِ کرام کے لئے ثابت ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاءِ کرام اور مرسلین کے سردار ہیں۔ ان کے اندر تو پہلے تمام انبیاءِ کرام کی صفات اور مرسلین کی صفات جمع ہیں اور بہت سارے ایسے بھی کمالات ہیں جو پہلے انبیاءِ کرام میں نہیں تھے۔

ان پر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اور ہمیں بھی قیامت تک درود بھیجنے کا حکم ہے۔

یہ ان کی قدر شریف کی تعظیم کے لئے ہے۔ ہم آپ کی عظیم قدر کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہم اس احترام اور تعظیم کا ادراک کر سکتے ہیں جو آپ کے لائق ہے۔

اے اللہ تعالیٰ تو ہی ان کی عظمتِ ذات کی قدر کے مطابق ہر لمحہ اور ہر گھڑی ان پر، ان کی آل اور ان کے اصحاب پر رحمتیں نازل فرما۔

ابن مبارک ، اسماعیل ، قاضی ابن بشکوال ، بیہقی اور دارمی

نے سیدنا کعب احبار سے روایت کیا ہے۔

اِنَّہٗ مَا مِنْ یَوْمٍ وَ لَیْلَۃٍ اِلَّا و ینزلُ عِنْدَ الْفَجْرِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ یَحُفُّوْنَ بِقَبْرِہٖ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ اِلَی اللَّیْلِ ثُمَّ ینزلُ سَبْعُوْنَ اَلْفًا یَفْعَلُوْنَ ذٰلِکَ اِلَی الْفَجْرِ وَ ھٰکَذَا حَتّٰی یَقُوْمَ ﷺ مِنْ قَبْرِہٖ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا یَزِفُّوْنَ...... وَ فِیْ رِوَایَۃٍ یُوَقِّرُوْنَہٗ۔

ترجمہ: ہر دن اور ہر رات فجر کے وقت 70,000 فرشتے نازل ہوتے۔ یہ قبرانور کے گرد لپٹے رہتے ہیں اور رات تک آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ پھر اور 70,000 فرشتے نازل ہوتے ہیں اور فجر تک ایسا کرتے رہتے ہیں۔ قیامت کے دن تک اسی طرح رہے گا حتیٰ کہ تاجدارِ کائنات ﷺ ان 70,000 کے جلو میں اٹھیں گے۔ یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کو دولہا بنائے ہوں گے......اور ایک روایت میں ہے ان کی تعظیم کر رہے ہوں گے۔

اس درود بھیجنے کا کیا معنی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے تمام فرشتے تاجدارِ کائنات ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور یہ بھی ان فرشتوں سے ہی ہیں۔ اور یہ تمام فرشتے جن کی کثرتِ تعداد کو ان کا خالق ہی جانتا ہے ان پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔

صحیح حدیث پاک سے ثابت ہے کہ فرشتے ساری مخلوق کا دسواں حصہ ہیں اور یہ ہمیشہ ان پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ ان 70,000 فرشتوں کو مخصوص درود کا حکم ہے جو تاجدارِ کائنات ﷺ کے دربار کی حاضری سے مناسبت رکھتا ہے۔

صاحب شفاء الصدور نے اپنی مختصر میں سیدنا علی بن ابو طالب سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یَا مُحَمَّدُ! وَ عِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ لَوْ لَاکَ مَا خَلَقْتُ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ

وَلَا رَفَعْتُ هٰذِهِ الْخَضْرَآءَ وَلَا بَسَطْتُ هٰذِهِ الْغَبْرَآءَ .

ترجمہ: اے محبوبِ پاک ﷺ! مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! اگر مجھے آپ کا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو نہ میں اپنی زمین پیدا کرتا اور نہ اپنا آسمان، نہ اس سبزہ کو اٹھاتا اور نہ اس صحراء کو بچھاتا۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے۔

وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا اَرْضًا وَلَا طُوْلًا وَلَا عَرْضًا .

ترجمہ: نہ میں آسمان کو بناتا، نہ میں زمین کو بناتا، نہ میں لمبائی کو بناتا اور نہ چوڑائی کو۔

لَوْلَاکَ مَا کَانَ لَا فُلْکٌ وَلَا فَلَکٌ کَلَّا وَلَا بَانَ تَحْلِیْلٌ وَّ تَحْرِیْمٌ

ترجمہ: اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو نہ آسمان ہوتے اور نہ کشتیاں، ہاں ہاں اور نہ تحلیل وتحریم ظاہر ہوتی۔

اس طرح کے اقوال دلیل کے محتاج ہیں اس پر کتاب اور سنت میں کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی تو کہا جائے گا کہ اس قول کی دلیل حدیث میں موجود ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خدا کی قسم! اس نبی کریم ﷺ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر عظیم شان ہے! اس کی کتنی بڑی منزلت ہے! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی بشارتیں دی ہیں جو کائنات میں کسی اور کو نہیں دیں۔

ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ﴾

القرآن الحکیم الضحی ۹۳:۵

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

یہ کتنی بڑی عطا ہے! یہ کتنی عظیم بشارت ہے! پہلے اور بعد میں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی تعریف ہے!

﴿ والضُّحٰی ۞ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۞ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ﴾

القرآن الحکیم الضحی ۹۳:۳-۲-۱

ترجمہ: قسم ہے روز روشن کی۔ اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے۔ نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔

نہ آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں نہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بلکہ آپ ﷺ کا وصال کے بعد ہر لمحہ درجہ بلند ہو رہا ہے۔

﴿ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ﴾

القرآن الحکیم الضحی ۹۳:٤

ترجمہ: اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے (بدرجہا) بہتر ہے۔

میری جانب سے آپ ﷺ پر درود ہو جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتوں نے اس پر درود بھیجا۔ جس طرح اس نے انبیاء کرام پر ان کی ولادت کے دن، ان کے وصال کے دن درود بھیجا اور جس طرح ان کی بعثت کے وقت بھیجے گا۔

اور آخرت میں جو دنیا سے بھی آپ ﷺ کے لئے بہتر ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی عزت وعظمت اور حکومت اور سلطنت ظاہر فرمائے گا کہ تمام انبیاءِ کرام ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ سب سے پہلے ان کے لئے شفاعتِ عظمیٰ ہوگی۔ پھر انبیاءِ کرام کے لئے ان کے بعد ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے اپنے چنے ہوئے اولیاء پر خود بھی دنیا میں سلام بھیجا اور تاجدارِ کائنات ﷺ کو بھی سلام بھیجنے کا حکم فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ﴾

القرآن الحکیم النمل ۲۷:۵۹

ترجمہ: فرمایئے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور سلام ہو ان بندوں پر جنہیں

اس نے چن لیا۔

یہ سلام سیدنا آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے اولیاءِ کرام کے لئے ہے۔ یہ ان کے ظہور سے پہلے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور رحمت کی بنا پر ان کے استحقاق سے پہلے ان پر اپنی نعمت کی ابتداء فرمائی۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں وارد ہے۔

يَا مُبْتَدِاءً بِالنِّعَمِ قَبْلَ اِسْتِحْقَاقِهَا

ترجمہ: اے استحقاق سے پہلے ہی اپنی نعمتوں کی ابتداء فرمانے والے۔

یہ ایک لمبی دعا ہے۔ اس کی ابتداء یوں ہے۔

يَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِيْلَ وَ ستر الْقَبِيْحَ

مستدرك للحاكم، ١:٥٤٤ جامع مسانيد ابی حنيفه، ١:١١٧

ميزان الاعتدال، ٢٩٠٨ لسان الميزان، ١:٨١٦-٢:١٩٦

تفسير قرطبی ١٦:١٧

ترجمہ: اے جمیل کو ظاہر فرمانے والے اور قبیح کو چھپانے والے۔

اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

یہ منتخب لوگ جو اپنے ظہور سے پہلے حاصل کرتے ہیں وہ اسی قبیل سے ہے۔

بہر حال ان خوش نصیبوں کو جو ان کے وصال کے وقت نصیب ہوتا ہے، اس کا ذکر اس آیت مقدسہ میں ہے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ لا يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ...... ﴾

القرآن الحكيم النحل ١٦:٣٢

ترجمہ: وہ متقی جن کی روحیں فرشتے قبض کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں (اس وقت) فرشتے کہتے ہیں (اے نیک بختو!) تم پر سلامتی ہو۔

جو انہیں قبر میں حاصل ہوتا ہے، اس کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں ہے۔

﴿ يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا والاخرة...... ﴾

القرآن الحكيم ابراهيم ١٤:٢٧

ترجمہ : اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اس پختہ قول (کی برکت) سے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے۔

یعنی دونوں فرشتوں منکر اور نکیر کے سوال کے وقت۔

اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں وارد ہوا ہے۔

جو انہیں قبر سے اٹھتے وقت حاصل ہوگا، اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے۔

﴿ لا يحزنهم الفزع الاكبر و تتلقهم الملئكة ط هذا يومكم الذي كنتم توعدون ﴾

القرآن الحکیم الانبیاء ٢١:١٠٣

ترجمہ : انہیں وہ بڑی گھبراہٹ غمناک نہ کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے (انہیں بتائیں گے) یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

جو آج تم عزت ولایت اور حکومت حاصل کر رہے ہو۔

اور جنت میں

﴿ سلم قف قولا من رب رحيم ﴾

القرآن الحکیم یس ٣٦:٥٨

ترجمہ : تم سلامت رہو۔ (انہیں) یہ اپنے رحیم رب کی طرف سے کہا جائے گا۔

﴿ والملئكة يدخلون عليهم من كل باب ۞ سلم عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار ﴾

القرآن الحکیم الرعد ١٣:٢٤_٢٣

ترجمہ : اور فرشتے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے ان پر ہر دروازہ سے تم پر سلامتی ہو بوجہ اس کے جو تم نے صبر کیا پس یہ آخرت کا گھر کیا عمدہ ہے۔

﴿......سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾

القرآن الحکیم الزمر ۳۹ :۷۳

ترجمہ : تم پر سلام ہو تم خوب رہے پس ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اندر تشریف لے چلو۔

منتخب متقدمین پر ان کے عبور کے بعد اور لاحقین پر ان کے ظہور سے پہلے اللہ ﷻ کا سلام ایسے ہے جیسے ان کی موت، ان کی بعثت کے وقت ہے اور جنت میں بھی اسی طرح ہے۔ جو کمال انبیاءِ کرام کی طرف منسوب ہے وہ تبعاً اولیاءِ کرام کی طرف بھی منسوب ہے۔ کیونکہ اولیاءِ کرام انبیاء کی نیکیوں میں سے نیکیاں ہیں اور ان کے مظاہر میں سے مظہر ہیں۔ تمام انبیاءِ کرام کے لئے اللہ ﷻ کے ہاں بہت بڑی وجاہت ہے۔

اللہ ﷻ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿...... وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾

القرآن الحکیم الاحزاب ۳۳ :۶۹

ترجمہ : اور آپ اللہ کے نزدیک بڑے شان والے ہیں۔

کَانَ کا لفظ ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔ پس آپ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ہمیشہ صاحب وجاہت رہے ہیں۔ وصال سے اس بلند منصب سے معزول نہیں ہوئے۔

اسی طرح اللہ ﷻ نے سیدنا ابراھیم علیہ السلام کی زبان پر ارشاد فرمایا:

﴿...... اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾

القرآن الحکیم مریم ۱۹ :۴۷

ترجمہ : بیشک وہ مجھ پر بے حد مہربان ہے۔

اس ضمن میں اللہ ﷻ کا سب سے واضح فرمان سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے۔

﴿ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ۳ :۴۵

ترجمہ: دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا اور (اللہ کے) مقربین سے ہوگا۔

تمام انبیاءِ کرام ہی اللہ ﷻ کے ہاں صاحبِ وجاہت اور مقربین ہیں۔ اللہ ﷻ کے ہاں ان کی وجاہت ہمیشہ سے ہے۔ اس بلند منصب سے انبیاءِ کرام وصال سے معزول نہیں ہوتے۔

یہ ہمارے انکار کرنے والے بھائی کیسے ہیں جو وصال کے بعد ان کی زیارت اور وسیلہ سے منع کرتے ہیں حالانکہ ان کی وجاہت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی ۔ یہ دنیا اور آخرت میں صاحبِ وجاہت اور مقربین رہتے ہیں۔ اور تمام انبیاءِ کرام اللہ ﷻ کے ہاں صاحبِ وجاہت بھی ہیں اور مقربین بھی ہیں۔

بہر حال تاجدارِ کائنات ﷺ تو سب سے زیادہ وجیہ اور سب سے زیادہ مقرب ہیں۔ آپ ﷺ قرب میں مقامِ قابَ قوسین اَوادنیٰ پر پہنچے۔ یہ مقام نہ تو ان سے پہلے کسی کو نصیب ہوا اور نہ ان کے بعد نصیب ہوگا۔ آپ ﷺ تمام پہلوؤں اور بعد والوں کے سردار ہیں۔ آپ ﷺ قیامت کے دن مقامِ محمود پر فائز ہوں گے، شفاعتِ عظمیٰ فرمائیں گے۔

آپ کے پاس حمد کا جھنڈا ہوگا۔ اسی کے نیچے سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے تمام انسان ہوں گے۔ اسی طرح حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔

جو ذات اس شان کی مالک ہو۔ زندگی میں اور وصال کے بعد ان کی تعظیم کیونکر یکساں واجب نہ ہوگی۔ اور وصال کے بعد ان کی زیارت کرنے والا اسی طرح ان کا ادب کیونکر نہ کرے گا جیسا کہ وہ ان کی حیاتِ ظاہرہ میں ان کا ادب کرتا تھا۔ یہ بات ثابت ہے کہ انبیاءِ کرام کے اجسام ان کے وصال کے بعد فنا نہیں ہوتے۔

صحیح احادیثِ طیبہ میں آیا ہے: تمام انبیاءِ کرام کے اجسام ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ اس کی تفصیل عنقریب حیاتِ انبیاء کی فصل میں آئے گی۔

اے میرے بھائی انصاف کی نگاہ سے تاجدارِ کائنات ﷺ کی اس حدیث کو دیکھ۔

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَ یُحَدَّثُ لَکُمْ فَاِذَا اَنَا مُتُّ کَانَتْ وَفَاتِیْ

...تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ فَإِنْ رَأَيْتُ خَيْرًا حَمِدْتُ اللّٰهَ وَإِنْ رَأَيْتُ شَرًّا اسْتَغْفَرْتُ لَكُمْ.

الطبقات الکبری، ۲:۲ کنز العمال، ۳۱۹۰۳

البدایه و النهایه، ۲۷۵:۵ المطالب العالیة لابن حجر ۳۸۵۳

الحاوی للفتاوی ۳:۲ مجمع الزوائد ۲۴:۹

ترجمہ: میری حیاتِ ظاہری تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم باتیں کرتے ہو اور تم سے بات کی جاتی ہے۔ جب میں وصال کر جاؤں گا تو میرا وصال بھی تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے۔ میں اگر خیر دیکھوں گا تو اللہ ﷻ کی تعریف کروں گا اور اگر برائی دیکھوں گا تو تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

اسے ابن سعد نے بکر بن عبداللہ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

جو شخص اپنی جان پر ظلم کرنے کے بعد آپ کے پاس آتا آپ اپنی حیات ظاہری میں بھی اس کے لئے استغفار فرماتے۔ کیا موت سے آپ ﷺ کے منصب حیات میں کوئی کمی واقع ہوئی؟ کیا آپ کے وصال کے بعد آپ سے منفعت میں کوئی کمی واقع ہوئی؟

نہیں اللہ ﷻ کی قسم! آپ اپنے وصال کے بعد اسی طرح ہیں جس طرح اپنی زندگی میں تھے بلکہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے ہاں آخرت میں دنیا سے زیادہ عظمتوں کے مالک ہیں کیونکہ آخرت ثواب اور بدلہ کی جگہ ہے۔ وہاں آپ کی حکومت کی جگہ ہے۔

ہاں ہاں! وہاں تو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے لئے پرچم لہرا دیا ہوگا۔

﴿ ولسوف یعطیک ربک فترضی ﴾

القرآن الحکیم الضحی ۵:۹۳

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

ہم اس پرچم کے نیچے آپ ﷺ کے سایہ سے شاد کام ہو رہے ہوں گے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ وَالْأُولٰى (ابتداء اور انتہاء میں اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف ہے)

ہمارے یہ انکار کرنے والے بھائی (اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے) سمجھتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ وصال کے بعد اپنے منصب سے معزول ہو گئے ہیں۔ ان کے درمیان اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ جب بھی یہ آپ ﷺ کی قبر انور کے قریب سے گزرتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور آپ کی طرف سختی سے دیکھتے ہیں گویا (اَلْعِيَاذُ بِاللّٰه) دشمن کی طرف دیکھ رہے ہیں یا گویا وہ کسی بت یا طاغوت کا تابوت ہے۔ شاید وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کو نہیں مانتے۔

﴿ وَالضُّحٰى ۞ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۞ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴾

القرآن الحکیم الضحی ۹۳:۳-۲-۱

ترجمہ: قسم ہے روز روشن کی۔ اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے۔ نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔

کیا یہ حکم صرف دنیاوی زندگی کا تھا؟

کیا اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ سے ناراض ہو گیا اور آپ کو تنہا چھوڑ دیا۔ (العیاذ باللہ) ہمارے انکار کرنے والے بھائیوں کو جواب دینا چاہیے۔ (اللہ تعالیٰ انہیں اور ہمیں ہدایت عطا فرمائے)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴾

القرآن الحکیم الحج ۲۲:۱۵

ترجمہ: اور جو شخص یہ خیال کئے بیٹھا ہے کہ اپنے حبیب کی مدد نہیں کرے گا نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں تو اسے چاہیئے کہ ایک رسی کے ذریعے چھت سے لٹک جائے پھر (گلے میں پھندا ڈال کر) اسے کاٹ دے پھر دیکھے کہ کیا اس کی (خودکشی کی) تدبیر نے اس کے غم و

غصہ کو دور کر دیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ یقیناً کافروں اور منافقوں کے گمان کے خلاف دنیا اور آخرت میں منصور ہیں۔

اب بھی ان میں سے کچھ لوگ ہیں کہ جب وہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبر انور کے قریب سے گزرتے ہیں اور دنیا بھر سے آنے والے زائرین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہ.

ان کو یہ کہنے کی توفیق نہیں ہوتی ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَنَا یَا مَوْلَانَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ.

وہ ڈرتے ہیں کہ اپنے گمان کے مطابق کہیں وہ اللہ ﷻ کی شان میں بے ادبی یا شرک نہ کر بیٹھیں حالانکہ یہی بے ادبی ہے کیونکہ ان لوگوں نے اللہ ﷻ کے ارشادِ گرامی کی بے ادبی کی۔

﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا...... ﴾

القرآن الحکیم النور ٢٤:٦٣

ترجمہ : رسول کے پکارنے کو آپس میں نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس طرح اللہ ﷻ نے ولایت وسرپرستی اپنے لئے ثابت کی ہے اسی طرح ان صالحین کے لئے بھی ثابت رکھی ہے۔

قرآن حکیم اس بیان سے بھرا پڑا ہے۔

رہی سیادت تو اللہ ﷻ نے سیدنا یحیٰ علیہ السلام کے حق میں ارشاد فرمایا:

﴿...... وَ سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا ...... ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ٣:٣٩

ترجمہ : اور سردار ہوگا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا۔

اللہ ﷻ نے قرآن حکیم میں ان کو سیـــد کا لقب دیا اور تاجدارِ کائنات ﷺ تو

تمام انسانیت کے سردار ہیں۔ تاجدار کائنات ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

انا سیّدُ وُلْدِ آدمَ وَلا فخر.

مستدرك للحاكم، ٦٠٤:٢ الشفا للقاضي عياض، ٩٠:١

كنز العمال، ٣٢٠٤٠_٣٣٦٨٢

ترجمہ: میں آدم کی ساری اولاد کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ سید السادات اور امام المقربین ہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنے شہزادے **سیدنا حسن بن علی بن ابو طالب** رضی اللہ عنہ کے بارے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اِبْنِیْ هٰذَا لَسَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ یُصْلِحُ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

البخاری، ٢٤٤:٣_٧١:٩ — مسند احمد، ٣٨:٥

المعجم الكبير، ٢١:٣_٢٢ — جمع الجوامع، ٦٠٥٨

البدايه و النهايه، ١٧:٨_٣٦ — الاذكار النبويه، ٣٢١

دلائل النبوة للبيهقي ٤٤٢:٦ — فتح الباری، ٣٠٧:٥

مشكوة المصابيح، ٦١٧٥ — كنز العمال، ٣٤٢٦٣

تفسير القرطبي، ٧٧:٤ — شرح السنة للبغوي، ١٣٦:١٤

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سردار ہے یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بہت بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

اسے امام احمد اور امام بخاری نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

تاجدارِ کائنات نے صحیح احادیث میں **سیدنا سعد بن معاذ** رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا:

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ.

الصحیح البخاری، ۸۱:٤ـ ٤٤:٥ الصحیح للمسلم، الجهاد ب ۲۲ رقم ٦٤

سنن ابی داؤد، ٥٢١٥ـ ٥٢١٦ الترمذی، ٨٥٦

مسند احمد بن حنبل ۲۲:۳ السنن الکبری للبیهقی، ٥٨:٦ـ ٦٣:٩

المعجم الکبیر، ٦:٦ مجمع الزوائد، ۱۳۸:٦ مصنف ابن ابی شیبه، ٤٢٥:١٤

دلائل النبوة للبیهقی، ١٨:٤ کنز العمال، ٢٥٤٨٣

مشکوة المصابیح، ٤٦٩٥ـ٣٩٦٣٥ فتح الباری، ٣٢٠:١ـ ٥١:٥

زاد المسیر لابن جوزی ١٩٣:٨ الطبقات الکبری، ٣:٢:٤،٥

الاذکار النبویه، ٣٢٢ شرح السنه للبغوی، ٩٢:١١

ترجمہ: اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اور ایک روایت میں ہے: لِسَیِّدِکُمْ. اپنے سردار کے لئے

مشکل الاثار للطحاوی، ٣٨:٢ البدایه و النهایه، ١٢٢:٤

تاجدارِ کائنات ﷺ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے سیادت کا اطلاق کیا۔

اسی طرح تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ فَاطِمَةُ سَیِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

مسند احمد، ٣:٣ـ ٦٢ مسند ابو یعلی مسند ابن حبان

تاریخ بغداد، ٩٠:١١ ابن ماجه، ١١٨ مستدرك للحاکم، ١٦٦:٣،١٦٧

المعجم الکبیر، ٢٥:٣ـ ٢٨ الطبرانی مجمع الزوائد، ١٧٨:٩ـ ١٨٢ـ ١٨٣

الجامع الترمذی، ٣٧٦٨ مشکل الاثار، ٣٩٣:٢

موارد الظمآن للهیثمی، ٢٢٢٨ الدر المنثور، ٢٦٢:٤

مشکوۃ المصابیح، ٦١٥٤ المطالب العالیہ لابن حجر، ٢٠١
کنز العمال، ١٧٧٩٥ مصنف ابن ابی شیبہ، ٩٦:١٢
شرح السنہ للبغوی، ١٣٨:١٤ البدایہ و النہایہ، ٥١:٢
حلیۃ الاولیاء ٤:١٣٩_١٤٠ امالی الشجری، ٤٤:١_٢٣٥:٢
تاریخ اصفہان، ٣٤٢ تاریخ جرجان للسہمی، ٣٩٥
الکامل فی الضعفاء لابی عدی، ٦٣٨:٢ کشف الخفا للعجلونی، ٤٢٩:١
تذکرۃ الموضوعات للفتنی، ٩٨ الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ للسیوطی، ٧١ تہذیب خصائص علی للنسائی، ٦٧،٦٢
تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر، ٥٩:٢_٢٠٩:٤،٢٥٥،٣١٧_٣٦٨:٧

ترجمہ: بے شک **سیدنا حسن** رضی اللہ عنہ اور **سیدنا حسین** رضی اللہ عنہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور **سیدہ فاطمۃ** رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

یہ بھی ایک طویل حدیث ہے۔ اسے **امام احمد بن حنبل، ابو یعلی، ابن حبان، طبرانی** اور **حاکم** نے **سیدنا ابو سعید خدری** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَیِّدُ الشُّھَدَآءِ حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَرَجُلٌ قَالَ اِلٰی اِمَامٍ جَائِرٍ فَاَمَرَہٗ وَ نَھَاہُ فَقَتَلَہٗ

مستدرك للحاکم، ٤٨٨٤ ابو داؤد، ١٩٥
مجمع الزوائد، ٢٦٦:٧ المعجم الکبیر، ١٦٥:٣
فتح الباری، ٣٦٨:٧ اتحاف السادۃ المتقین، ٦٤:٧
الترغیب و الترھیب، ٢٢٥:٣ الدر المنثور، ٩٧:٢
المغنی عن حمل الاسفار للعراقی، ٣٠٧:٢
کنز العمال، ٣٣٢٦٣_٣٣٢٦٤_٣٣٢٧٣

ترجمہ : سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ شہداء کے سردار ہیں۔ اور وہ شخص جو ظالم حکمران کے سامنے ڈٹ جائے اس کا حکم نہ مانے اور وہ اسے قتل کر دے۔

اس حدیث کو امام حاکم نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شیخ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ لَمْ يُنْحَلْ ذٰلِكَ اَحَدٌ مِّمَّنْ مَضٰى مِنَ الْاُمَمِ غَيْرِهٖ شَیْءٌ اَكْرَمَ اللّٰهُ بِهٖ مُحَمَّدًا وَابْنَ عَمِّهٖ.

امالی ، الامام ابو القاسم الحُرقی ، كنز العمال ، ٣٣١٩٠ـ٣٦٩٣٧

ترجمہ : جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ شہداء کے سردار ہیں۔ ان کے ساتھ فرشتے ہیں۔ پچھلی امتوں میں سے کسی کو بھی وہ عطا نہ ہوا جو ان کی وجہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عطا ہوا۔

سیدنا جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی یہ منقبت اور اکرام فقط اس لئے ہے کہ تاجدارِ کائنات کے چچا زاد ہیں۔ ان کا اکرام فی الحقیقت تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی اکرام ہے۔

اسے ابو القاسم حُرقی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اپنی امالی میں روایت کیا ہے۔

(حرقی حاء کی پیش اور راء کے سکون سے ہے۔ یہ تغلب کا بطن ہے۔ ان کا نام عبد الرحمن ہے)

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَيِّدُ الْفَوَارِسِ اَبُوْ مُوْسٰى.

الطبقات الكبرى، ٤:١:٧٩ كنز العمال ، ٣٣٤٧٥

ترجمہ : گھڑ سواروں کے سردار ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کو ابن سعد نے سیدنا نعیم بن یحی سے مرسلا اپنی طبقات میں روایت کیا ہے۔

شیخ نے ارشادفرمایا:

حَدِیْثٌ ضَعِیْفٌ یُعْمَلُ بِهٖ فِیْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ وَفِی الْمَنَاقِبِ.

ترجمہ: فضائل اعمال اور مناقب میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشادفرمایا:

سَیِّدُ کُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ فِی الْجَنَّةِ مِثْلَ الثُّرَیَّا فِی السَّمَآءِ.

تاریخ بغداد للخطیب، ٣٠٧:٥ـ ١١٩:٧ کنز العمال، ٣٢٦٦٤ ـ ٣٦٠٨٤

ترجمہ: جنت کے بڑھوں کے سردار سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔اور بے شک سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ جنت میں ایسے ہیں جیسے آسمان میں ثریا۔

یہ حدیث ضعیف ہے اسے خطیب نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشادفرمایا:

سَیِّدَاتُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَرْبَعٌ : مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَان ، وَ فَاطِمَةُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ خَدِیْجَةُ بنت خُوَیْلِد ، وَ آسِیَه.

مسند للحاکم، ٤٨٥٣:٣ مجمع الزوائد، ٢٠١:٩، ٢٢٣

المعجم الکبیر، ٤١٥:١١ کنز العمال، ٣٤٤٠٦، ٣٤٤٠٩

ترجمہ: جنت کی عورتوں کی سردار چار ہیں:مریم ، فاطمہ ، خدیجۃ اور آسیہ رضی اللہ تعالی عنہن

اسے حاکم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث صحیح کے طور پر روایت کیا ہے۔

احادیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ روم کے سردار ہیں۔سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ فارس کے سردار ہیں۔سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حبشہ کے سردار ہیں۔طور پہاڑوں کا سردار ہے۔بیر درختوں کا سردار ہے ۔یہ ایک لمبی حدیث ہے۔

احادیث صحیحہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ بدائع المنن للساعاتی، ٤٢٩

دنوں کا سردار جمعة المبارک ہے اور مہینوں کا سردار رمضان المقدس ہے۔

سنن ابنِ ماجه ، ۱۰۸٤ مسند احمد بن حنبل ، ۳: ٤۳۰

مستدرك للحاكم ، ۱: ۲۷۷ الدر المنثور ، ۱: ۱۸٦ـ ٦: ۲۱٦ ، ۲۱۸

بدائع المنن للساعاتی ، ٤۲۹ مجمع الزوائد ، ۲: ۱٦۳ ، ۱٦٤ـ ۳: ۱٤۰

التاریخ الکبیر للبخاری ، ٤: ٤٤ كنز العمال ، ۲۱۰۳۸ـ ۲۱۰٦۷ـ ۲۳٦۷۰

کشف الخفا المعجلونی ، ۱: ٥٥۷ تاریخ الطبری ، ۱: ۱۱۳ـ ۱۱٤

مصنف ابن ابی شیبه ، ۲: ۱٤۹ صحیح ابن خزیمه ، ۱۷۲۸

مسند الشافعی ، ۷۳ تهذیب تاریخ دمشق لابن عساکر ، ۷: ۲٥٦

ان روایات سے سمجھ میں آتا ہے کہ ہر چیز کے لئے سردار ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ تمام انسانیت اور تمام انبیاء اور رسولوں کے بھی سردار ہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . وَاَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ لِلْحَشْرِ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ.

الصحيح للمسلم ، الفضائل ۲۲۷۸ مسند احمد بن حنبل ، ۲۵۵۰ـ ۱۰۹۹۳

سنن ابو داؤد ، سنة ۱۲

ترجمہ : میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے حشر کے لئے میری قبر کھلے گی۔ میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی۔

امام رافعی نے فرمایا: اس حدیث پاک میں دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے علاوہ لوگ شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول بھی ہوگی۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کا شفاعت کرنا اور سب سے پہلے آپ کی شفاعت کا قبول ہونا آپ ﷺ کا بلند مرتبہ ظاہر کرتا ہے۔

اس حدیث پاک کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَ بِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ بَنِیْ آدَمَ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ وَ اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ.

الصحیح للمسلم، الفضائل ٣ — مسند احمد بن حنبل، ١:٢٨١_٣:٢

الترمذی، ٣١٤٨_٣٦١٥ — مشکوۃ المصابیح، ٥٧٤١_٥٧٦١

الشفا للقاضی عیاض، ١:٣٩٩ — شرح السنه للبغوی، ١٣:٢٠٤

مناهل الصفا، ٣٢ تفسیر القرطبی، ٣:٢٦٢_٤:٨٤_٥:٦١_١٠:٤٩، ٣١٠

الترغیب و الترهیب، ٤:٤٤٢ — المغنی عن حمل الاسفار للعراقی،

موارد الظمآن للهیثمی، ٢١٢٧ — ٣:١٥٧_٤:١٦٦

اتحاف السادة المتقین، ٩:٢٢٥_١٠:٤٨٨، ٤٨٩، ٤٩٢

دلائل النبوة لابی نعیم، ١:١٣ کنز العمال، ٣١٨٨١، ٣١٨٨٢، ٣٢٠٣٣، ٣٩٠٥٢، الاتحافات السنیه، ١٩١ البدایه و النهایه، ١:١٧١، ٢٨٥ _ ٢:٢٥٧ الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف لابن حجر، ٩٠

ترجمہ: میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور فخر نہیں ہے۔ میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سبھی اس کے نیچے ہوں گے۔ سب سے پہلے میری قبر کی زمین پھٹے گی اور فخر نہیں ہے۔ میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور فخر نہیں ہے۔

اسے امام احمد بن حنبل اور امام ترمذی نے سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

شیخ نے ارشاد فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

شفاعت کی تمام قسموں سے کوئی شخص تاجدارِ کائنات ﷺ سے پہل نہیں کرے گا۔ نہ کوئی فرشتہ، نہ رسول، نہ کوئی اور انسان۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کا شفاعت کرنا اور سب سے پہلے آپ ﷺ کی شفاعت قبول ہونا یہ آپ ﷺ کی عظمت ہے۔

ان فضائل کی تاجدارِ کائنات ﷺ نے خبر دی کیونکہ ان کی تبلیغ کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا تاکہ ان فضائل پر اعتقاد کا وجوب مرتب ہو، آپ کے دین میں داخل ہونے کی رغبت ہو، اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل ہو۔

﴿ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ﴾

القرآن الحکیم الضحی ۹۳:۱۱

ترجمہ: اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے۔

یہ معلوم ہو کہ آپ ﷺ سب نبیوں سے افضل ہیں اور آپ ﷺ کی اتباع میں آپ ﷺ کی امت سب امتوں سے افضل ہے۔

﴿ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ...... ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ۳:۱۱۰

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت و بھلائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔

ساری کائنات جانتی ہے کہ امتِ مصطفیٰ سب امتوں سے افضل ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

تعجب کن بات یہ ہے کہ انکار کرنے والوں کو تاجدارِ کائنات ﷺ کو سیدی اور مولای کے الفاظ سے پکارنے سے وحشت کیوں ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کے اثبات پر قرآن حکیم اور احادیث طیبہ میں صریح دلائل موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو ایسی ہدایت عطا فرمائے جو ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے قریب کر دے۔

تیسری فصل

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں

فوائد میں ہمارے علماء نے ارشاد فرمایا:

بہت سے لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جب تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت پاک کا ذکر ہو۔ وہ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ یہ قیام مستحسن ہے کیونکہ اس میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی تعظیم ہے۔ کثیر تعداد میں ایسے علماءِ امت کا یہ معمول رہا ہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے۔

اگر چہ یہ قیام بدعت ہے مگر بدعتِ حسنہ ہے۔ ہر بدعت مذموم نہیں ہے۔

امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی نمازِ تراویح کے اجتماع کو دیکھ کر ارشاد فرمایا:

نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ

ترجمہ: یہ بدعت اچھی ہے۔

الصحيح البخاری ، التراويح ١ مؤطا لامام مالك ، رمضان ٣

اسی طرح کے کلمات امیر المومنین سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ارشاد فرمائے۔

سلطان العلماء عز بن عبد السلام نے ارشاد فرمایا:

بدعت کی پانچ اقسام ہیں۔ آپ نے نہایت تفصیل سے اس کی مثالیں ذکر کی ہیں، مخالف ان کا انکار نہیں کرسکتا۔ وہ پانچ اقسام یہ ہیں۔

بدعتِ واجبہ بدعتِ محرمہ بدعتِ مندوبہ بدعتِ مکروھہ بدعتِ مباحہ

آپ نے ارشاد فرمایا: طریق یہ ہے کہ بدعت کو شرعی قواعد پر پیش کیا جائے گا۔

بدعت اگر ایجاب کے قواعد میں داخل ہو تو وہ بدعتِ واجبہ ہو گی۔

بدعت اگر تحریم کے قواعد میں داخل ہو تو بدعتِ محرمہ ہو گی۔

بدعت اگر ندب کے قواعد میں داخل ہوتو بدعتِ مندوبہ ہوگی۔

بدعت اگر مکروہ کے قواعد میں داخل ہوتو بدعتِ مکروہہ ہوگی۔

بدعت اگر مباح کے قواعد میں داخل ہوتو بدعت مباحہ ہوگی۔

مندرجہ ذیل مثالیں بدعتِ واجبہ کی ہیں۔

علمِ نحو کے ساتھ مشغول ہونا جس سے کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول سمجھا جاتا ہے، بدعتِ واجبہ ہے۔ کیونکہ شریعت کی حفاظت واجب ہے اور شریعت کی حفاظت علمِ نحو جانے بغیر ممکن نہیں ہے اور واجب جس پر موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔

کتاب وسنت کے غریب کلمات کو لغت سے زبانی یاد کرنا۔

فقہ کی اساس کی تدریس۔

جرح اور تعدیل میں کلام۔

صحیح کی سقیم سے تمیز۔

اس امر پر دلائل قائم ہیں کہ شریعت کی حفاظت فرضِ کفایہ ہے اور جو چیزیں ہم نے ذکر کی ہیں ان کے بغیر شریعت کی حفاظت ممکن نہیں ہے۔

مندرجہ ذیل مثالیں بدعتِ محرمہ کی ہیں۔

قدریہ، جبریہ، مرجئہ اور مجسمہ وغیرہ مذاہب کا رد بدعتِ واجبہ سے ہے۔

مندرجہ ذیل مثالیں بدعتِ مندوبہ کی ہیں۔

فوجی چوکیاں، مدارس اور ہر اچھی چیز جو پہلے زمانہ میں نہ تھی۔ اسی قسم میں نمازِ تراویح ہے۔ تصوف کی باریکیوں میں اور جدل میں کلام کرنا۔ اور مسائل پر استدلال کے لئے مجالس قائم کرنا ہے۔ اگر ان سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔

مندرجہ ذیل مثالیں بدعتِ مکروھہ کی ہیں۔

جیسے مسجدوں کو گچ کرنا اور ان کی آرائش وزیبائش۔

مندرجہ ذیل مثالیں بدعت مباحہ کی ہیں۔

صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔

کھانے، پینے ،لباس اور رہائش میں توسع۔

ٹوپیاں پہننا۔آستینیں لمبی رکھنا۔

ان میں سے بعض کے متعلق علماء نے اختلاف کیا ہے اور ان کو بدعاتِ مکروھہ میں شمار کیا ہے اور بعض دوسروں نے ان کو ان سنتوں میں شمار کیا جو دورِ رسالت اور بعد میں جاری تھیں جیسے نماز میں اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا۔

ان علماء نے ارشاد فرمایا:

یہ بحث تاجدارِ کائنات ﷺ کے اس فرمان کے خلاف نہیں ہے۔

اِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ ، فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

الصحیح للمسلم ، الجمعة ٤٢ مسند احمد بن حنبل ، ٤:١٢٧ ، ١٢٦

ترجمہ : نئے امور سے بچو بے شک ہر نیا امر گمراہی ہے۔

اور

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.

الصحیح البخاری ، الصلح ٥ مسند احمد بن حنبل ، ٦:٢٧٠ ، ٢٤٠

ترجمہ : جس شخص نے ہمارے اس امر یعنی ہماری شریعت میں نیا کام رواج دیا وہ مردود ہے کیونکہ یہاں کلمات عام ہیں مگر مراد معنی خاص ہے۔

سیدنا امام شافعی نے ارشاد فرمایا:

یعنی جو کام نیا ہو اور قرآن حکیم ،سنتِ مطہرہ یا اجماع کے خلاف ہو، وہ بدعت ِ ضالّہ ہے اور نیا کام اچھا ہو اور ان میں سے کسی کے بھی خلاف نہ ہو وہ بدعتِ محمودہ ہے۔

سلطان العلماء کا کلام یہاں پر ختم ہوا۔

بدعت کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں۔

بدعتِ حسنہ اور بدعتِ مذمومہ۔

اس پر تاجدارِ کائنات ﷺ کا یہ فرمان دلیل ہے:

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَ مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَیِّئَةً فَعَلَیْهِ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ.

الصحیح للمسلم، الزکوۃ ٦٩

ترجمہ: جس شخص نے کسی نئی سنت کو ایجاد کیا اس کے لئے اپنا اجر اور قیامت تک اس سنت پر عمل کرنے والوں کا بھی اجر ہے اور جس نے کسی بری سنت کو ایجاد کیا اس کے لئے اپنا گناہ اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہے۔

اب سوچیں کیا تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت کے دن ان کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام بدعت ہے؟

کیا تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت کے دن خوشی اور مسرت کا اظہار بدعت سیئہ ہے؟ اہل ایمان کے ہاں ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ان کی عزت اور سعادت کے ظہور کا دن ہے۔ اس کو کافر ناپسند کریں گے کیونکہ یہ دن ان کی ذلت اور بدبختی کے ظہور کا دن ہے اور مسلمانوں کو ہرگز یہ محبوب نہ ہوگا کہ ان کے ساتھ مشابہت کریں اور ان کی سنت پر عمل کریں۔

اللہ ﷻ ہم سب کو اس سے اپنی پناہ عطا فرمائے۔

اس بدعت کی مثال ایسے ہے جیسے مصحف میں قرآنِ حکیم کو جمع کرنا۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایسا نہیں تھا۔ ابتداء میں تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں اس سے یہ کہہ کر منع فرمایا:

یہ ایسا کام ہے جو تاجدارِ کائنات ﷺ نے خود نہیں فرمایا:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی وضاحت فرماتے رہے یہاں تک کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھل گیا اور آپ مصحف کی تیاری پر آمادہ ہو گئے۔

یہ کام بدعت محمودہ تھا اور بدعت واجب تھا۔ اگر یہ کام نہ ہوتا تو آج ہمیں قرآن

حکیم کا کچھ بھی میسر نہ آتا۔

اسی طرح احادیث طیبہ کو جمع کرنے کی بدعت ہے۔ یہ کام خلیفہ راشد خلیفۂ حق و عدل سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوا۔ اگر یہ بدعتِ حسنہ معرضِ وجود میں نہ آتی تو سنتِ رسول سے کچھ بھی ہمیں میسر نہ ہوتا۔

اسی طرح امام اعظم ابو حنیفة رضی اللہ عنہ نے عبادات، معاملات اور دیگر فقہ کے ابواب مرتب کرنے کا نیا کام کیا۔ ابواب، فصول، فروع اور مسائل کو جمع کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو مسلمانوں کی طرف سے اچھی جزاء دے۔ آئمہ دین نے ان کے طریق کی اتباع کی اور تبویب، تفریع اور دیگر امور میں مزید حسن پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اچھی جزاء دے۔

اسی طرح شریعت کے تمام احکام میں اصول فقہ کے فن کی اختراع ہے۔ یہ کتاب اللہ، سنت اور اجماع علماء پر مشتمل ہے۔ اس میں ناسخ، منسوخ، مجمل، مفصل، خاص، عام اور شریعت کے دوسرے احکام واجب، مندوب، مکروہ اور حرام کا بیان ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی نے جائز مباح کی اختراع کی۔ آپ نے علماء کے لئے آیت اور حدیث کے مفہوم سے استنباط کا دروازہ کھولا۔ اس پہلے علماء کرام آیات اور احادیث کے صرف ظاہری مفہوم کو ہی سمجھتے تھے۔

اسی لئے یہ کہا گیا ہے:

کوئی ایسا متبحر عالم نہیں ہے جس پر سیدنا امام شافعی کا احسان نہ ہو۔

اسی طرح علم اصولِ حدیث ہے۔ یہ علم اس صورت میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہیں تھا۔ یہ سارے کام بدعت ہیں مگر بدعاتِ واجبہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ان اچھے نئے کاموں کو ان لوگوں کو رسوا کرتے ہوئے جو بدعتِ حسنہ اور بدعتِ مذمومہ کے فرق کو نہیں سمجھتے، اور زیادہ فرمائے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ذکر کے وقت قیام، امت کے بہت

بڑے عالم دین وتقویٰ میں آئمہ کے مقتدیٰ امام تقی الدین السبکی سے ثابت ہے۔اس عمل کے آپ کے زمانہ اور بعد کے مشائخ اسلام نے اقتداء کی۔بعض علماء کرام نے حکایت کی ہے۔

امام سبکی کے ہاں ان کے زمانہ کے کثیر علماء جمع تھے۔ان کی موجودگی میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی تعریف میں بخاری شریف کے ختم کے موقع پر کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار پڑھے۔

قَلِيْلٌ لِمَدْحِ الْمُصْطَفٰى اَلْخَطُّ بِالذَّهَبِ
عَلٰى وَرَقٍ مِنْ خَطٍّ اَحْسَنُ مِنْ كُتُبٍ
وَ اِنْ تَنْهَضَ الْاَشْرَافُ عِنْدَ سِمَاعِهٖ
قِيَامًا صُفُوْفًا اَوْ جِثِيًّا عَلَى الرُّكَبِ

ترجمہ: اگر سونے کے ساتھ حسین ترین خط میں بھی تاجدارِ کائنات ﷺ کی تعریف لکھی جائے اور اشراف ان کا نام سنتے ہی صف در صف یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں تو اس کا حق ادا نہیں ہوتا۔

یہ سنتے ہی امام سبکی اور مجلس میں موجود تمام علماء کھڑے ہو گئے۔(اس ادب کی وجہ سے) ان کو مجلس میں بہت زیادہ انس حاصل ہوا۔ یہ مخالفین کیا جانیں، اور پھر یہ مخالفین کیا جانیں کہ یہ بہت زیادہ انس کیا ہے؟ اس کو تو وہی پہچانتے ہیں جو ان خوش نصیبوں سے ہیں اور ان کے دل ان خوش نصیبوں کے دلوں جیسے ہیں۔

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

قِيَامِيْ لِلْعَزِيْزِ عَلَيَّ فَرْضٌ — و تركُ الْعرضِ انّى يستقيمُ
عجبتُ لمنْ لهٗ عقلٌ و لُبٌّ — يرى هذا الْجمالَ و لا يقوْمُ

ترجمہ: دوست کی تعظیم میں کھڑا ہونا مجھ پر فرض ہے۔تعظیم کو چھوڑ دینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

صاحبِ عقل وخرد سے یہ امر تعجب انگیز ہے کہ وہ اس حسن کو دیکھے مگر کھڑا نہ ہو۔

پیروی کے لئے یہ کافی ہے۔امام ابنِ حجر نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے اس جہاں میں ظہور کے ذکر کے وقت قیام کو جائز قرار دیا ہے۔اس کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا بلکہ متقی علماء کا اس پر اجماع ہے۔شرط یہ ہے کہ قیام تاجدارِ کائنات ﷺ کے ساتھ نیکی، اکرام، اجلال اور اعظام کے لئے ہو، ریاکاری کے لئے نہ ہو۔بلکہ ابنِ عبد السلام اور ابن صلاحؒ نے تو اس پر وجوب کا فتویٰ دیا ہے۔کیونکہ اس کا چھوڑ دینا عدمِ تعلق کی علامت بن گیا ہے۔اکثر متاخرین اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ہم نے ہرگز نہیں سنا کہ کسی نے لشکروں کے سامنے جھنڈوں کو یا بادشاہ کو سلامی دینے لئے کھڑے ہونے والوں کو کافر کہا ہو۔حالانکہ یہ عمل اسلامی تعلیمات سے دور ہے اور نہ ہی اس میں کسی کی سنت ہے۔کس قدر برا ہے، کس قدر خیر سے محرومی ہے اور کس قدر نظریاتی افلاس ہے جو تاجدارِ کائنات اور جہان کے نجات دہندہ ﷺ کی ولادت کے ذکر کے وقت تعظیم وتکریم اور ادب ومحبت سے کھڑے ہونے والوں کو کافر کہے۔

میرا رخسار روندنے کے لئے آپ کے نعلین مقدس کے لئے حاضر ہے۔

ابن الحجر الھیثمی نے ارشاد فرمایا:

حاصلِ کلام یہ ہے کہ بدعتِ حسنہ کے استحباب پر اتفاق ہے۔میلاد النبی ﷺ کی محافل اسی زمرے میں آتی ہیں۔یعنی یہ بدعتِ حسنہ ہیں۔

اسی لئے امام ابو شامہ شیخ امام نووی نے ارشاد فرمایا:

ہمارے زمانہ کی یہ کتنی اچھی بدعت ہے جو لوگ ہر سال تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت کی مناسبت سے صدقات اور نیک کام کرتے ہیں۔زینت اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔اس عمل میں فقراء پر احسان کے ساتھ ساتھ تاجدارِ کائنات ﷺ کے ساتھ محبت اور تعظیم کا اظہار بھی ہے۔اور اللہ ﷻ کا شکر بھی ہے کہ اس نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی پیدائش کے ساتھ ہم پر احسان فرمایا ہے کہ ان کو ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

فی الحقیقت تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت ہمارے لئے سب سے بڑی عید اور سب سے بڑی مسرت ہے۔ سب سے جلیل فخر اور سب سے مکرم دن ہے۔

الباعث علی انکار البدع والحوادث ، ۱۳

امام سخاوی نے ارشاد فرمایا:

پہلی تین صدیوں میں سلف نے اس انداز سے میلاد نہیں منایا یہ بعد میں ہوا ہے۔ پھر تمام اہل اسلام دنیا اور جہان کے تمام اطراف میں میلاد مناتے رہے ہیں۔ میلاد کی راتوں میں مختلف صدقات دیتے رہے ہیں۔ اور تاجدارِ کائنات ﷺ کے مولد شریف کے پڑھنے کا اہتمام کرتے رہے ہیں۔ اس عمل سے ہر طرح کی رحمتیں اور برکتیں ان پر ظاہر ہوتی رہی ہیں۔

سبل الهدی ، ۱:۴۳۹

امام ابن جوزی نے ارشاد فرمایا:

میلاد منانے کے خواص سے یہ ہے کہ اس سال (آفات) سے امان رہتی ہے اور مقاصد اور مرادوں کے حصول کی بشارت ملتی ہے۔

المولد النبوی ، ۵۸

یہ ان علماءِ اسلام کے فرمودات ہیں جن پر حلال اور حرام کی معرفت موقوف ہے۔ یہ علماءِ اسلام اس عظیم دن کی فضیلت کو جانتے ہیں۔ اور اس دن میں اترنے والی خیرات کا اعلان کرتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اذا رضیت علی کرام عشیرتی

فلا زال غضبانا علی لئامها

ترجمہ: اگر میرے قبیلہ کے معززین مجھ پر راضی ہیں۔

تو قبیلہ کے کمینہ صفت لوگ تو مجھ پر ناراض ہی رہیں گے۔

اسلامی بادشاہوں میں سب سے پہلے محفل میلاد کا باقاعدہ اہتمام عظیم ، نقل مند ،

بہادر، جرأت مند، کریم، عادل، سرداراور عالم باعمل بادشاہ مظفر ابو سعید صاحب اربل نے کیا۔ان کے لئے حافظ ابن دحیہ نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام التنویر فی مولد البشیر النذیر ہے۔مظفر بادشاہ نے ان کوایک ہزار درہم انعام دیا۔ ملک مظفر میلاد کا اہتمام کرتا تھا۔ملک مظفر ہمیشہ موت تک کفار کے لشکراور ہتھیاروں کے زیادہ ہونے کا باوجود کامران رہا۔وصال کے وقت 630 میں آپ انگریزوں کے شہرعکا کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔آپ خوبصورت بھی تھےاور خوب سیرت بھی تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کواللہ ﷻ ناکام اور نامراد کرے۔حالانکہ آپ نے اللہ ﷻ اوراس کے رسول ﷺ سے محبت کا اظہار کیا۔محبت کرنے والے کی اس کے علاوہ کیا جزاء ہے کہ اس سے بھی محبت کی جائے۔

سبط ابن الجوزی نے مرأة الزمان میں ارشادفرمایا:

بعض لوگ جو سلطان مظفر کی محفل میلاد میں شریک ہوئے انہوں نے مجھ سے بیان فرمایا:

سلطان مظفر نے اس محفل میں 5000 بکروں کے سرروست کئے تھے۔ 10000 مرغ تھے۔100000 اور 30,000 حلوئ کی پلیٹیں تھیں۔اس محفل میلاد میں جلیل القدر صوفیاء کرام اور علماءعظام شریک تھے۔سلطان نے ان کوخلعتیں پہنائی تھیں۔ سلطان محفل میلاد پر 300,000 دینارخرچ کرتا تھا......ابن الجوزی کا کلام ختم ہوا۔

سبحان اللہ سلطان تاجدارِ کائنات ﷺ کی عظمت کا کس قدر قدر دان تھا۔ اور سلطان کے دل میں کس قدر تاجدارِ کائنات ﷺ کی محبت تھی۔محبت اور محبت کرنے والوں کواسی طرح ہونا چاہیے۔

سلطان کے لئے اس نئی سنت کا اجر ہےاور جو قیامت تک ایسا کرے گا اس کا بھی سلطان کے لئے اجر ہے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث ابنِ حجر اور امام جلال الدین سیوطی نے

محافل میلاد کی اصل سنت سے استنباط کی ہے اور فاکھانی مالکی کا رد کیا ہے۔

فاکھانی مالکی نے کہا ہے:

محافل میلاد کا اہتمام بدعتِ مذمومہ ہے۔

محافل میلاد کی اصل صحیحین میں ہے۔

جب تاجدارِ کائنات ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہود 10 محرم الحرام کا روزہ رکھتے ہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ان کے روزہ رکھنے کی وجہ پوچھی۔

یہود نے عرض کی: یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی۔ ہم شکر کا روزہ رکھتے ہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَحْنُ اَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْکُمْ

الصحیح البخاری، الانبیاء ٢٤ — الصحیح لمسلم، ٧٩٥

سنن ابو داؤد، ٢٤٤٤ — التمهید لابن عبد البر، ٧: ٢٠٩

فتح الباری، ٧: ٢٧٤

ترجمہ: ہم تم سے زیادہ (سیدنا) موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں۔

یہود نے روزہ کو شکر اور مسرت کے طور پر رکھا کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے دین کو غالب کیا تھا اور کافروں پر عذاب نازل کیا تھا۔ محافل میلاد کو مسلمانوں نے شکر مسرت کا اظہار بنایا ہے کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہر فرمایا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کیا اگرچہ مشرک لوگ اس کو ناپسند کرتے رہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت کی جب ابو لھب کی لونڈی ثویبہ نے اسے بشارت دی تو ابو لھب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کو آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابو لھب کو اس عمل کی جزاء دی کہ سوموار کے دن قبر میں اس کا عذاب ہلکا کر دیا۔ اور اس کی

انگلیوں سے سوموار کے دن میٹھا پانی نکالا جسے وہ پیتا ہے۔

جیسا کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

الصحیح البخاری ، النکاح ۵۱۰۱

حافظ الشام شمس الدین محمد بن ناصر پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ، نے کیا خوب کہا ہے۔

اِذَا كَانَ هٰذَا كَافِرٌ جَآءَ ذَمُّهٗ وَ تَبَّتْ يَدَاهُ فِي الْجَحِيْمِ مُخَلَّدَا

اَتٰى اَنَّهٗ فِيْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ دَائِمًا يُخَفَّفُ عَنْهُ لِلسُّرُوْرِ بِاَحْمَدَا

فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِيْ كَانَ عُمْرَهٗ بِاَحْمَدَ مَسْرُوْرًا وَ مَاتَ مُوَحَّدَا

ترجمہ : جب یہ کافر جس کی مذمت قرآن حکیم میں بیان ہوئی ہے یہ ٹوٹے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ہے۔تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت کی خوشی پر سوموار کے دن اس سے بھی عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔تو اس امتی کے بارے تیرا کیا گمان ہے جو زندگی بھر تاجدارِ کائنات ﷺ کے ظہور پر خوشی کا اہتمام کرتا رہا۔

الحسن المقصد فی عمل المولد للسیوطی ، ۶۵

ہم تو اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کریں ،محافل میلاد کا اہتمام کریں۔اللہ تعالیٰ نے تاجدارِ کائنات ﷺ کو اس جہان میں ظاہر فرما کر ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید کی طرف بلاتے ہیں۔آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حق کے راستہ کی طرف ہدایت کی اور دردناک عذاب سے بچالیا۔

امام ابو نعیم نے حلیۃ اولیاء میں وھب بن منبہ سے نقل کیا ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا۔اس نے 100 سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔جب وہ مرا تو لوگوں نے اسے کی میت کو اٹھایا اور گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔

اللہ ﷻ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی:

اَنْ اَخْرِجْهُ فَصَلِّ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اس بندے کو گندگی کے ڈھیر سے اٹھاؤ اور اس کی نمازِ جنازہ ادا کرو۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

يَا رَبِّ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ شَهِدُوْا اَنَّهُ عَصَاكَ مِائَتَيْ سَنَةٍ.

ترجمہ: اے میرے رب! بنو اسرائیل اس امر پر گواہ ہیں کہ اس نے دو سو سال تیری نافرمانی کی۔

اللہ ﷻ نے دوبارہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی:

هٰكَذَا كَانَ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ كُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاةَ وَ نَظَرَ اِلَى اِسْمِ مُحَمَّدٍ ﷺ قَبَّلَهُ وَ وَضَعَهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَ صَلّٰى عَلَيْهِ ، فَشَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ وَ غَفَرْتُ ذُنُوْبَهُ وَ زَوَّجْتُهُ سَبْعِيْنَ حَوْرَاءَ.

حلية الاولياء ، ٤ : ٤٥

ترجمہ: وہ اسی طرح ہے لیکن وہ جب کبھی تورات کو کھولتا اور تاجدارِ کائنات ﷺ کے اسم گرامی کو دیکھتا تو اسے چومتا اور اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ لیتا۔ میں نے اس کے اس عمل کو قبول فرمالیا ہے۔ اس کی بخشش کر دی ہے اور اس کی 70 حوروں کے ساتھ شادی کر دی ہے۔

پس وہ شخص کیسا ہے جو تاجدارِ کائنات ﷺ سے محبت کرتا ہے اور آپ کی محبت میں فنا ہو جاتا ہے۔ آپ کی تعظیم کرتا ہے اور محض آپ کی محبت میں آپ کی ولادت کی خوشی میں اپنا مال فقیروں اور مسکینوں میں خرچ کرتا ہے۔ میلاد کی رات اللہ ﷻ کے ذکر اور تاجدارِ کائنات ﷺ پر درود و سلام میں بسر کرتا ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کی سیرت پاک اور ولادت سے پہلے اور بعد میں ہونے والے معجزات کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ ﷻ کی ان پر تا زندگی ہونے والی نصرت و تائید اور آپ کے فضائل، خصائل اور اخلاق کا ذکر کرتا ہے۔ تاکہ اہلِ ایمان اس سے اپنے لئے اُسوہ حاصل کریں۔ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے تصدق

سے جو عالمین پر فضل فرمایا اور جو اس امت نے بطورِ خاص شرفِ عظیم حاصل کیا اس کا ذکر کرتا ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت پر سارے عالمین فرحت و مسرت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب کچھ عالم کے زمرہ میں ہے۔ **12 ربیع الاول** کی رات جو مسلمان بیداری کرتے ہیں یہ وہ عظیم مجالس ذکر ہیں جن کو آسمان دنیا کے فرشتے گھیر لیتے ہیں۔ پس خوشخبری ہے ان مجالس میں شریک ہونے والوں کے لئے اور محرومی ہے ان کی حاضری سے محروم رہنے والوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ہمارے لئے **سیدنا موسی** علیہ السلام **سیدنا عیسی** علیہ السلام **سیدنا یحیی بن زکریا** علیہ السلام کی ولادت کے وقت ظاہر ہونے والے واقعات کو بیان فرمایا ہے۔ ان کی تمام سیرت اور فضیلت کو ذکر فرمایا ہے۔ پس تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادتِ پاک کا بھی ذکر کرنا بدعت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے **سیدہ مریم** رضی اللہ عنہا کی ولادت کا ان کی فضیلت کی وجہ سے بیان فرمایا ہے اور تاجدارِ کائنات ﷺ تو اپنی آیات، خصوصیات، سیرتِ مبارکہ کے اعتبار سے سب سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو انعام اور احسان فرمائے، وہ دنیا اور آخرت میں کسی اور پر نہیں فرمائے۔ اور جس طرح کے احسانات آپ کی امتِ پاک پر فرمائے ایسے احسان گذشتہ امتوں میں سے کسی پر بھی نہیں فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ...... ﴾

القرآن الحکیم، آل عمران ۳: ۱۱۰

ترجمہ: تم ان سب امتوں میں بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

بے شک ہمارا تلاوت کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے حکایت فرمانے کی اقتداء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پچھلے انبیاءِ کرام کا ذکر فرمایا بلکہ اپنے اولیاءِ کرام جیسے **سیدہ مریم بنت عمران** رضی اللہ عنہا کا ذکر فرمایا ہے۔

تو اگر اہل اسلام تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت کے واقعات اور سیرتِ پاک بیان کریں تو کیا یہ برا ہے؟ حالانکہ قرآن پاک اس امر میں سبقت کر گیا ہے۔ اور یہ اللہ عزوجل کی سنت ہے اور اسی سے علماء کرام نے نقل فرمایا ہے۔

اللہ عزوجل تاجدارِ کائنات ﷺ اور ان سے پہلے انبیاءِ کرام کے تصدق سے ہمیں ان کاموں کی توفیق دے جن سے وہ محبت کرتا ہے اور جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور ان کاموں سے ہمیں محفوظ فرمائے جن سے وہ محبت نہیں فرماتا اور جن کو پسند نہیں کرتا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی سیرت، شمائل، خصائص اور فضائل کے دروس علم واجب سے ہیں جو ہر مسلمان کو سیکھنے چاہیے۔ آپ کی سیرتِ پاک کے بیان سے دفاتر بھرے پڑے ہیں۔ ان کو پڑھنا اور بار بار بیان کرنا آپ ﷺ کی محبت کو حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی محبت اصلِ ایمان ہے۔ جس شخص کو تاجدارِ کائنات ﷺ کی محبت حاصل نہیں ہے وہ صاحبِ ایمان نہیں ہے۔ بلکہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس شخص کی ایمان کی نفی کی ہے جسے آپ سے ساری کائنات، اہلِ خانہ، مال، اولاد، والدین، تمام لوگوں حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت پر صرف شیطان غم زدہ ہوا۔

ابنِ مخلد کہتے ہیں کہ شیطان چار بار چیخا چلایا۔

جب اس پر لعنت و پھٹکار پڑی۔

جب اس کو زمین کی طرف اتارا گیا۔

جب تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت ہوئی۔

جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔

چوتھی فصل

اللہ تعالیٰ کی اپنے نیک بندوں کی تعظیم، ان کی رعایت، ان کی خواہشات کی تکمیل میں جلدی، ان کی محبت کی وجہ سے گمراہی کے گڑھوں میں ان کے قدموں کے لڑکھڑانے میں ان کی حفاظت، جس کا وہ سوال کریں وہ ان کو عطا کرنا، جس کے لئے وہ پناہ مانگیں ان کو پناہ عطا کرنا، پاکیزہ زندگی کے ساتھ ان کو سعاداتِ دارین کے ساتھ شادکام رکھنا، ان کو خوب صورت موت دینا، قیامت کے بہت زیادہ گھبرانے کے دن ان کو امن دینا اور دنیا آخرت میں ان کی اولاد کا خیال رکھنا۔

مقام اولیاء کرام

یاد رہے کہ اللہ ﷻ اپنے نیک بندوں کی رعایت فرماتا ہے۔ان کے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ان کی زندگی میں گمراہی کے گڑھوں میں ان کے قدموں کو لڑکھڑانے سے محفوظ رکھتا ہے۔موت کے وقت ان کے دین کی نگہبانی فرماتا ہے اور یہ عین محبت ہے۔

اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ...... ﴾

القرآن الحکیم البقرہ ۲:۲۵۷

ترجمہ : اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال لے جاتا ہے۔

یہ ان کی حفاظت ہوتی ہے تاکہ وہ گمراہی کے گڑھوں میں نہ گریں۔

اسی طرح اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ وَلِيِّ ـَ اللّٰهُ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ز و هُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴾

القرآن الحکیم الاعراف ۷:۱۹۶

ترجمہ : یقیناً میرا حمایتی اللہ ہے جس نے یہ کتاب اتاری اور وہ نیک بندوں کی حمایت کیا کرتا ہے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ ﷻ نے صالحین کو اپنی تولیت کے لئے خاص فرمایا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے گرد ہم منڈلاتے ہیں۔

اسی طرح اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿...... وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

القرآن الحکیم الحج ۲۲:۵۴

ترجمہ : اور بیشک اللہ ﷻ ایمان والوں کو راہ راست کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

اللہ ﷻ بہترین انداز سے ان کی حفاظت فرماتا رہتا ہے کیونکہ وہ ان کا متولی ہوتا

ہے۔ان کو سیدھی راہ پر ہمیشہ گامزن رکھتا ہے کیونکہ وہ ان کا ہادی ہے۔

صحیحین میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے وقت یہ کہنے کا حکم فرمایا:

اِنْ قَبَضْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ.

الصحیح البخاری، توحید ۱۳۔دعوات ۱۲

الصحیح للمسلم، الدارمی، استئذان، ۵۱

ترجمہ: اگر تو میری روح کو قبض فرمالے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اس کو آزاد چھوڑے تو اس کی اس طرح حفاظت فرما جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

قرآن حکیم اور احادیث شاہد ہیں کہ صالحین محفوظ ہوتے ہیں۔

اللہ عزوجل نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ﴾

القرآن الحکیم الانفال ۸:۲۴

ترجمہ: اور خوب جان لو کہ اللہ (کا حکم) انسان اور اس کے دل (کے ارادوں) کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔

اس کے تحت **سیدنا عبد اللہ بن عباس** رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَالْمَعْصِيَةِ الَّتِيْ تَجُرُّهٗ اِلَى النَّارِ.

ترجمہ: اللہ عزوجل بندے اور اس گناہ کے درمیان حائل ہوجاتا ہے جو اس جہنم میں لے جانے والا ہوتا ہے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الْعَبْدَ لَيُهِمَّ بِالْاَمْرِ مِنَ التِّجَارَةِ وَالْاِمَارَةِ حَتّٰى يُيَسَّرَ لَهٗ فَيَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (وَهٰذَا النَّظْرُ نَظْرُ حَنَانٍ وَّ عَطْفٍ)

فَیَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ : اِصْرِفُوْہُ عَنْہُ فَاِنَّہٗ اِنْ یُسِّرَتْہُ لَہٗ اَدْخَلَتْہُ النَّارَ فَیَصْرِفُہُ اللّٰہُ عَنْہُ فَیَظَلُّ یَتَطَیَّرُ بِقَوْلِہٖ سَبَّنِیْ فُلَانٌ وَاَھَانَنِیْ فُلَانٌ وَمَا ھُوَ اِلَّا فَضْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ لِاَنَّہٗ تَعَالٰی یَکْرَہُ اَنْ یَلْقٰی اَحَدًا مِنْ اَحْبَابِہٖ فِی النَّارِ.

ترجمہ : بندہ تجارت یا امارت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے آسان کردیا جاتا ہے۔ اللہ ﷻ اس کی طرف نظر فرماتا ہے (اور یہ نظر محبت اور شفقت کی ہوتی ہے) اللہ ﷻ فرشتوں سے فرماتا ہے۔

اس بندے کو اس سے دور کردو۔ اگر یہ اس کے لئے آسان کردیا گیا تو یہی اسے دوزخ میں داخل کردے گا پس اللہ ﷻ اسے اس کام سے دور کردیتا ہے۔

پس وہ بد فالی لیتا رہتا ہے اپنے اس قول سے کہ مجھے فلاں نے گالی دی، فلاں نے میری اہانت کی۔ اور یہ صرف اللہ ﷻ کا فضل ہے۔ اللہ ﷻ اس امر کو پسند نہیں فرماتا کہ وہ اپنے احباب میں کسی کو دوزخ میں ڈالے۔

سیدنا ابن مسعود ؓ کی حدیث کے معنی میں ہے جو طبرانی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَطْلُبُ الْحَاجَۃَ فَیَزْوِیْھَا اللّٰہُ عَنْہُ لِمَا ھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ فَیَتَّھِمُ النَّاسَ ظَالِمًا لَّھُمْ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ ظُلْمًا لَّھُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ سَبَعَنِیْ وَ عَارَضَنِیْ فِیْمَا طَلَبْتُہٗ لَیُؤْذِیَنِیْ وَلَوْ تَأَمَّلَ وَ تَدَبَّرَ لَعَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْفَاعِلُ لِذٰلِکَ رَحْمَۃً بِہٖ.

المعجم الکبیر، ۱۱:۳۵۹ کنز العمال ۳۰۲۲۳

جمع الجوامع، ۵۵۳۲ مجمع الزوائد، ۱۰:۱۵۱

ترجمہ : بے شک ایک شخص ایک حاجت طلب کرتا ہے۔ اللہ ﷻ اس کی بجائے اسے وہ عطا فرماتا ہے جو اس کے لئے بہتر ہوتی ہے۔ وہ بندہ لوگوں پر ظلماً تہمت لگاتا ہے پس وہ کہتا ہے کون مجھے تکلیف دینے کے لئے میری حاجت میں رکاوٹ بنا۔ حالانکہ اگر وہ غور وفکر

کرے تو اسے معلوم ہو جائے کہ یہ اللہ ﷻ نے اپنی رحمت کی وجہ سے کیا ہے۔

اسی طرح تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَیَتَعَھَّدُ عَبْدَہُ الْمُؤْمِنَ بِالْبَلَاءِ کَمَا یَتَعَھَّدُ الْوَالِدُ وَلَدَہٗ بِالْخَیْرِ وَاِنَّ اللّٰہَ لَیَحْمِیْ عَبْدَہُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الدُّنْیَا کَمَا یَحْمِی الْمَرِیْضَ اَھْلُہُ الطَّعَامَ.

مستدرک للحاکم، ۲۰۸:۴ کنز العمال ۶۸۰۱-۶۸۱۸

جمع الجوامع ۵۰۰۷ شعب الایمان، امام ابن عساکر،

ترجمہ: بے شک اللہ ﷻ آزمائش سے اپنے مومن بندہ کی حفاظت کرتا ہے جس طرح باپ اپنے بیٹے کی خیر کے ساتھ حفاظت کرتا ہے۔ اور بے شک اللہ ﷻ دنیا سے اپنے مومن بندہ کو بچاتا ہے جس طرح گھر والے مریض کو کھانے سے بچاتے ہیں۔

اسے **بیہقی** نے **شعب الایمان** میں نقل کیا ہے اور **ابن عساکر** نے **سیدنا حذیفہ** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیَحْمِیْ عَبْدَہُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الدُّنْیَا وَھُوَ یُحِبُّہٗ کَمَا تَحْمُوْنَ مَرِیْضَکُمُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ تَخَافُوْنَ عَلَیْہِ.

مسند احمد بن حنبل، ۴۲۷:۵ جمع الجوامع، ۵۰۰۸

مستدرک للحاکم، ۷۴۶۵

ترجمہ: بے شک اللہ ﷻ اپنے مومن بندہ کی دنیا سے حفاظت کرتا ہے حالانکہ وہ اس سے محبت کرتا ہے جس طرح تم اپنے بیمار کی صحت کے پیش نظر اس کو کھانے اور پینے سے بچاتے ہو۔

اسے **امام احمد** نے **محمود بن لبید** سے اور **امام حاکم** نے **سیدنا ابو سعید** رضی اللہ عنہ سے مستدرک میں نقل کیا ہے۔

ان احادیث میں مومن سے مراد مومن کامل ہے جس پر اللہ تعالیٰ غیرت فرماتا ہے اور اس کی محبت کی وجہ سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ اسی قبیل سے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اِحْفَظِ اللّٰهَ یَحْفَظْکَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تَجَاهَکَ...... وَفِیْ رِوَایَةٍ اَمَامَکَ.

الترمذی، ٢٥١٦	مسند احمد، ١:٢٩٣
مستدرك للحاكم، ٣:٥٤١_٥٤٢	مجمع الزوائد، ٧:١٨٩
عمل اليوم و الليلة، ٤١٩	تفسير ابن كثير، ٨:١٧٤
الدر المنثور، ١:٦٦	كنز العمال، ١٥٩_٤٤١٦٥

ترجمہ : تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ (کے احکام) کی حفاظت کر تو اسے اپنی طرف متوجہ پائے گا......اور ایک روایت میں ہے، اپنے سامنے پائے گا۔

اللہ تعالیٰ حقیقی حفاظت صالحین ہی کی فرماتا ہے۔ ان کے اہتمام پر ان کو جزاء عطا فرماتا ہے۔ ایسی مضبوطی کے ساتھ ان کی حفاظت فرماتا ہے جس کا ارادہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی آنکھ سے ان کی نگہبانی کرتا ہے جو کبھی سوتی نہیں اور وہ جہاں بھی ہوں اپنی رحمت سے ان کی پاسبانی کرتا ہے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان کافی ہے۔

﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ...... ﴾

القرآن الحكيم الحجر ١٥:٤٢

ترجمہ : بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی بس نہیں چلتا۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کا صالحین پر بہت بڑا احسان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ط اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴾

القرآن الحکیم یوسف ۱۲:۲۴

ترجمہ: یوں ہوا تاکہ ہم یوسف سے برائی اور بے حیائی کو دور کر دیں۔ بیشک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو چن لئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں سے ہر طرح کی برائی اور بے حیائی دور رکھتا ہے۔

سوء سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انہیں دنیا اور آخرت میں اچھی نہ لگے اور ان کو ناگوار گزرے۔

فحشاء سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ سے دور کر دے۔

یہ ایک ایسا فخر ہے جس سے بڑا کوئی فخر نہیں ہے اور یہ ایک ایسی عزت ہے جس سے بڑی کوئی عزت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی خواہشات کو پورا کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ اور ان کو ایسی راہ پر ڈالتا ہے جو ان کو مطلوب تک لے جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ط مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ ﴾

القرآن الحکیم یوسف ۱۲:۷۶

ترجمہ: یوں ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی۔ یوسف اپنے بھائی کو بادشاہ مصر کے قانون میں نہیں رکھ سکتے تھے۔

اور یہ ایسے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے دل کا بنیامین سے تعلق اور اشتیاق جانا تو انہیں اپنے بھائی کو روک رکھنے کی تدبیر سجھائی۔ کید اور حیلہ سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے یوسف کی محبت اور ان کی رعایت کی وجہ سے انہیں داؤ سکھایا اور اس کید کی نسبت اپنی طرف فرما دی کِدْنَا لِيُوْسُفَ

اور اس کید کی نسبت سیدنا یوسف علیہ السلام کی برأت کے لئے ان کی طرف

نہیں فرمائی۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا: کَذٰلِکَ کَادَھُمْ یُوْسُفُ اس طرح یوسف نے کید کو اختیار کیا۔ تو یہ ان کی شان میں نقص کو ظاہر کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا کہ یہ منصوبہ بندی اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب بندوں کی رعایت کے ضمن میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں صحیحین کی یہ روایت ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام بہت حیادار تھے۔ کسی نے کبھی آپ کی شرم گاہ نہ دیکھی تھی۔ بنواسرائیل نے کہا: ان کے خصیے پھولے ہوئے ہیں یا ان کے جسم میں برص ہے۔ آپ نے ایک دن غسل فرمایا۔ اپنے کپڑے اتارے اور ایک پتھر پر رکھ دیئے۔ جب غسل مکمل ہوا۔ آپ کھڑے ہوئے تا کہ اپنے کپڑے پہنیں تو وہ پتھر بھاگ اُٹھا۔ آپ اس پتھر کے پیچھے بھاگے۔ آپ اس پتھر کو مارتے تھے اور فرماتے تھے۔ اے پتھر میرے کپڑے مجھے دو۔ اس طرح آپ کی قوم نے دیکھ لیا کہ آپ کو جسمانی عیب نہیں ہے۔ جس کی وہ آپ کو تہمت دھرتے ہیں۔ عصا مارنے کے چھ یا سات نشان باقی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی غیرت کو دیکھیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی ناپسندیدگی کے باوجود وہ چیز لوگوں کو دکھا دی جس کی وہ اُن پر تہمت دھرتے تھے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی نگہبانی فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مجبور نہیں کئے جاتے اور نہ حال ان کے لئے مکدر ہوتا ہے۔

اسی قبیل سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ فرمان ہے۔

مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ ھَوَاکَ.

ترجمہ: میں یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش (کی تکمیل) میں جلدی فرماتا ہے۔

الصحیح البخاری، ۸۸۷٤

امام بخاری نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ عَادَی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهٗ عَلَیْهِ وَمَا زَالَ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَ یَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَاِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ فِیْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ قَبْضِ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَکْرَهُ مُسَاءَ تَهٗ.

الصحیح البخاری، رقاق ۳۸

ترجمہ: جس شخص نے میرے دوست کے ساتھ دشمنی کی، اسے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ اور میرا بندہ فرضوں سے بڑھ کر میری کسی محبوب چیز سے میرے قریب نہیں ہوتا۔ اور میرا بندہ نوافل سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کی ٹانگیں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور پناہ عطا کرتا ہوں۔ اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہوں اس سے مومن کے نفس کو قبض کرتے وقت جیسا تردد نہیں کرتا کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی پریشانی کو ناپسند کرتا ہوں۔

اس حدیث میں کس قدر خصائص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو مشرف فرمایا ہے۔

اولاً: پہلے ان سے دشمنی کرنے والوں کو اعلان جنگ دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ

جس سے بھی جنگ فرمائے گا اس پر غالب آئے گا اور جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا۔

ثانیاً: یہ اطلاع دی ہے کہ وہ اس کے قریب ہیں اور یہ ان سے محبت کرتا ہے ۔یہاں تک کہ وہ اس سے سنتے ہیں۔اس سے دیکھتے ہیں۔اس سے پکڑتے ہیں۔اس سے چلتے ہیں۔ان کی ساری حرکات وسکنات اس کی نیابت میں ہوتی ہیں۔

ثالثاً: یہ جو بھی مانگیں اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرماتا ہے اور ان کی طلب کو رد نہیں فرماتا۔

رابعاً: جس سے پناہ مانگیں اللہ تعالیٰ ان کو پناہ عطا فرماتا ہے۔

ہر اس چیز سے جس سے وہ خائف ہوں اللہ تعالیٰ ان کو امن دیتا ہے۔جو شخص ان کو تکلیف اور اذیت دے اللہ تعالیٰ اس کو سختی سے پکڑ لیتا ہے۔ان تکلیفوں اور مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرماتا ہے۔

خامساً: اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی خصوصیت کا ذکر کیا جس کی لطافت اور رقتِ عبارت سے عقلیں حیرت زدہ ہیں۔

اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہوں اس سے مومن کے نفس کو قبض کرتے وقت جیسا تردد نہیں کرتا کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی پریشانی کو ناپسند کرتا ہوں۔

یہ ان کی انتہا درجہ کی مراعت اور کمال درجہ کی مہربانی اور محبت پر دلالت کرتا ہے۔

اس کلام سے لگتا ہے اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی فرماتا اور ان سے حیا فرماتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی روح کو قبض کرتے وقت جو فی الحقیقت اس کے لئے شادمانی ہے اس کی ناپسندیدگی کو ناپسند فرماتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ان کو اذیت دے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی غیرت اور غضب کا عالم کیا ہوگا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۞ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴾

القرآن الحکیم الکہف ۱۸: ۸۱-۸۰

ترجمہ : اور وہ جو لڑکا تھا تو (اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اس کے والدین مومن تھے۔ پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (اگر زندہ رہا تو) انہیں سرکشی اور کفر پر مجبور کر دے گا۔ پس ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا رب بدلہ دے (ایسا بیٹا) جو اس سے پاکیزگی میں بہتر ہو اور (ان پر) زیادہ مہربان ہو۔

جب اللہ ﷻ نے جانا کہ یہ بچہ اپنے والدین کے کفر کی طرف جانے کا سبب بن جائے گا۔ اور وہ دونوں اللہ ﷻ کے احباب سے تھے جن کے بارے میں اللہ ﷻ محتاط ہوتا ہے اور اس بات کو ہرگز پسند نہیں فرماتا کہ وہ اس واسطہ سے محروم ہو جائیں جو ان کے اور اللہ ﷻ کے درمیان ہے۔ پس اپنے ان محبوبوں کے اکرام کے لئے، ان کی نگہبانی اور نگہداشت کے لئے اللہ ﷻ نے اس بچے کے قتل کا حکم دیا جو بچہ اللہ ﷻ اور اس کے اولیاء کے درمیان دوری کا سبب بنتا تھا۔ اور جب اللہ ﷻ نے جانا کہ بیٹے کی جدائی والدین کو غم زدہ کر دے گی تو چونکہ اللہ ﷻ کو اپنے بندوں کی پریشانی ناپسند ہے اس لئے اللہ ﷻ نے بدلہ دیئے بغیر نہیں چھوڑا بلکہ ان کو ایسا بدلہ دیا جو زیادہ پاکیزہ تھا، زیادہ قریب تھا اور دونوں جہانوں میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث تھا۔

دیکھیں! اللہ ﷻ کس طرح اپنے نیکوکار بندوں کی نگہبانی فرماتا ہے۔ کیسے ان کو دوزخ سے بچاتا ہے اور کس طرح ان کو دوری اور فرار سے محفوظ رکھتا ہے۔ ان کی نگہداشت کرتا ہے اور ان کو شعور بھی نہیں ہوتا۔ ان کی ایسی چیزوں سے حفاظت کرتا ہے جو اس سے دوری کا باعث ہوں اور وہ جانتے تک نہیں ان کو پریشانی سے بچانے کے لئے ان کو نعم البدل عطا فرماتا ہے تا کہ وہ غمگین نہ ہوں۔

اللہ ﷻ ہمیں اپنے ان چنے ہوئے بندوں سے بنائے جو اس کی مہربانی سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اور اس کی نگہداشت میں ملحوظ ہوتے ہیں۔ آمین ثم آمین

بے شک اللہ ﷻ انتہائی مہربان ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی زندگی عام لوگوں کی زندگی کی طرح نہیں ہے۔ نہ ہی ان کی موت عام لوگوں کی موت کی طرح ہے۔ یہ دنیا میں بھی بادشاہ ہیں اور آخرت میں بھی بادشاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاکیزہ زندگی اور خوبصورت موت کی ضمانت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الجاثیہ ۲۱:۴۵

ترجمہ : کیا ان لوگوں نے جو برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ یکساں ہو جائے ان (دونوں) کا جینا اور مرنا۔ بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ج وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم النحل ۹۷:۱۶

ترجمہ : جو بھی نیک کام کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔ اور ہم انہیں ان کے اچھے (اور مفید) کاموں کے عوض ان کا اجر ضرور دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے دنیا میں پاکیزہ زندگی اور آخرت میں خوبصورت اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس سے بڑھ کر کون سی بھلائی ہے جس کی طرف وہ جھانکیں گے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ ... وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ﴾

القرآن الحکیم الطلاق ۲_۳:۶۵

ترجمہ: اور جو خوش بخت اللہ ﷻ سے ڈرتا ہے اللہ ﷻ اس کے لئے نجات کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

وہ کونسی خواہش ہے جو اس کے بعد رہے گی؟

یہی تو انتہا ہے جس کی دنیا کی زندگی بسر کرنے والا خواہش کر سکتا ہے۔ ان کی دنیاوی زندگی مامون ہے۔ اور ناپسندیدہ چیز سے نجات کی راحت کی ان کے لئے ضمانت ہے۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ..... ﴾

القرآن الحکیم یونس ۱۰:۶۴

ترجمہ: انہیں کے لئے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں۔

ان کے لئے بشارتیں ہی بشارتیں ہیں ان کے معاش میں بھی اور معاد میں بھی۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴾

القرآن الحکیم التوبہ ۹:۲۱

ترجمہ: انہیں ان کا رب اپنی رحمت اور خوشنودی کی خوشخبری دیتا ہے اور (ایسے) باغات کی کہ ان کے لئے ان میں دائمی نعمت ہوگی۔

اسی طرح اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم المجادلہ ۵۸:۲۲

ترجمہ: اللہ ﷻ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ (بلند اقبال) اللہ کا گروہ ہیں۔ سن لو! اللہ کا گروہ ہی دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہے۔

جس شخص سے اللہ تعالیٰ کی رضا جدا نہ ہو۔ اسے پھر کس پریشانی کا خوف اور درد و الم کا فکر ہوگا۔ اگر چہ اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ہی کیوں نہ ٹوٹ پڑیں۔ محبوب جو بھی کرے وہ محبوب ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی زندگی بھی پاکیزہ ہوتی ہے اور موت بھی حسین ہوتی ہے۔ مصیبتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتیں ہوتی ہیں۔ یہ مصیبتیں ان کو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب عطا کرتی ہیں جو سینکڑوں سال کی عبادت بھی عطا نہیں کرتی۔ جس خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے اسے اگر کچھ نہ بھی ملے تو وہ کیا پرواہ کرے گا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی رضا بھی عطا کرے اور اپنی آزمائش سے بھی محفوظ رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے بڑی واضح عبارت کے ساتھ اس آیت کریمہ میں ان کی موت اور حیات کو بیان کیا ہے۔

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الجاثیه ٤٥:٢١

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے جو برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند بنادیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ یکساں ہو جائے ان (دونوں) کا جینا اور مرنا۔ بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

کیا اعتراض کرنے والوں کو یہ آیت کافی نہیں ہے؟

کیا تجھے اس سے سمجھ نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی زندگی دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہے۔ اگر وہ بادشاہ ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی زندگی ان سے اعلیٰ اور شیریں ہے۔

بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا ہے:

اگر بادشاہوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمیں ذکر کی کیسی لذت حاصل ہوتی ہے تو وہ

اپنے پلنگوں سے نیچے اتر آئیں اور ہمارے دروازوں پر کھڑے ہو جائیں۔ اسی طرح یہ لوگ اپنی موت میں ہیں۔ یہ امر بعید ہے کہ وہ ان کو خود پر قیاس کریں۔ جیسا کہ وہ اپنی عقلوں پر قیاس کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ دوسرے مردوں کی نسبت سے زندہ ہیں۔ مساوات کا دعویٰ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ڈر نہیں آتا؟

﴿ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الجاثیه ۲۱:۴۵

ترجمہ: بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

کیا وہ اس جہالت سے حیا نہیں کرتے؟

کیا وہ زیادہ جانتے ہیں یا اللہ تعالیٰ؟

ان کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ ادب کرنا چاہیئے اور اس بارے غور و خوض سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کے احوال کی معرفت سے قاصر ہیں۔

اولیاءِ کرام اور انبیاءِ عظام تو اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے راز ہیں۔ عام بندوں کو جو علوم حاصل ہوتے ہیں وہ ان کو انوار کا ہی فیض ہوتا ہے۔ یہ عام لوگ ان کی قدر و قیمت اور عزت و کرامت کو نہیں پہچانتے۔ جس نے ان سے دشمنی کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی۔ اگر یہ مخالفین اللہ تعالیٰ سے جنگ کی جرأت رکھتے ہیں تو ان کو میدان میں نکلنا چاہیے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے غضب سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔

خلیفہ ھارون رشیدکی بیوی زبیدہ خاتون حج کے دنوں میں اس کے ساتھ مکۃ المکرمہ میں تھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص چل رہا ہے اور اس کے پیچھے ایک جم غفیر بھاگ رہا ہے۔

زبیدہ خاتون نے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟

اسے بتایا گیا کہ یہ عراق کے عظیم عالم سیدنا عبد اللہ بن مبارک ہیں۔

زبیدہ خاتون نے کہا: بادشاہی تو یہ ہے۔ خلیفہ ھارون رشید کی کیا بادشاہی ہے۔

زبیدہ خاتون نے پہچانا کہ ھارون رشید کی بادشاہی اور لوگوں کا اس کی طرف لپکنا یہ تو اس ہاتھوں میں موجود نعمتوں کے لالچ سے ہوتا ہے یا اس کی ہیبت کے خوف سے ہوتا ہے۔ اور اس عالمِ کبیر کی ساری عزت و احترام صرف اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہے۔ ان لوگوں کو اس نیک مرد سے صرف اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے آثار کا طمع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے دوستوں کو آخرت میں ملنے والے انعامات کی خوش خبری دی ہے۔ ان سے دل خوشی سے باغ باغ ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ط هٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الانبیاء ۲۱:۱۰۳

ترجمہ: انہیں وہ بڑی گھبراہٹ غمناک نہ کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ (انہیں بتائیں گے) یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

یعنی یہ تمہارا وہ دن ہے جس دن تمہاری حکومت اور سلطنت کا ظہور ہوگا۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ وہ دن ہے جس دن تمہاری شفاعت قبول ہوگی اور تم باقی تمام لوگوں سے ممتاز ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کی راحت بھی عطا کی اور آخرت کی بھی۔ دنیا میں ان کو رزق عطا فرمایا جو ان کے معاش کا قوام ہے اور آخرت میں امان عطا کی جو ان کی دنیاوی زندگی کا انجام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان اور معرفت کے ساتھ دنیا کی عزت عطا فرمائی اور دیدار اور مشاہدہ کے ساتھ آخرت کی عزت عطا فرمائی۔

قیامت کے دن اہل ایمان سے کہا جائے گا۔ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اولیاءِ کرام سے کہا جائے گا۔ تم ٹھہرو اور شفاعت کرو کیونکہ وہ حقیقۃً انبیاء عظام کے وارث ہیں۔ شفاعت، انبیاءِ اور مرسلین کے وظائف میں سے ہے۔ اس سے اولیاءِ کرام کو حصہ وافر عطا کیا جائے گا۔

اولیاءِ کرام کی موت کے وقت بھی نگہبانی ہوتی ہے۔

ابو داؤد اور طیالسی نے اپنی مسند میں، ابنِ ابی شیبہ نے اور امام بیہقی نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

تَخْرُجُ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ وَ هِیَ اَطْیَبُ رِیْحًا مِنَ الْمِسْکِ فَتَصْعَدُ بِهَا الْمَلٰئِکَةُ دُوْنَ السَّمَآءِ فَیَقُوْلُوْنَ یَا فُلَانُ وَ یَذْکُرُوْنَهٗ بِاَحْسَنِ اَعْمَالِهٖ فَیَقُوْلُوْنَ حَیَّاکُمُ اللّٰهُ وَحَیَّ مَنْ مَّعَکُمْ فَتُفْتَحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَیَصْعَدُوْنَهٗ مِنَ الْبَابِ الَّذِیْ کَانَ یَصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهٗ فَیُشْرِقُ وَجْهُهٗ فَیَاْتِی الرَّبُّ وَلِوَجْهِهٖ بُرْهَانٌ مِثْلَ الشَّمْسِ.

السنن ابو داؤد، حدود ۲۳ — مسند طیالسی

مصنف ابن ابی شیبہ — الامام البیہقی

ترجمہ: مومن کی جب روح نکلتی ہے تو اس کی خوشبو مشک سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اسے فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے فلاں! اور اس کے اچھے اعمال کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں تم سلامت رہو اور جو تمہارے ساتھ ہے وہ سلامت رہے۔ پھر اس روح کو اسی دروازے سے لے کر اوپر جاتے ہیں جہاں سے اس کے اعمال اوپر چڑھتے تھے۔ پھر اس کا چہرہ چمک اُٹھتا ہے۔ پھر اس کا رب جلوہ فرما ہوتا ہے اور اس کا چہرہ سورج کی طرح برہان ہوتا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ تُحْفَةِ الْمُؤْمِنِ اَنْ یُّغْفَرَ لِمَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ.

ترجمہ: مومن کے لئے پہلا تحفہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کو حکیم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے

یہ حدیث صحیح ہے۔

ولی کی اللہ ﷻ کے ہاں وجاہت کے پیش نظر اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے والے کی بخشش پہلی خوش خبری ہے جس سے اس کو خوش کیا جاتا ہے۔

ابن مندہ نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ مَا يُبَشَّرُ بِهِ الْمُؤْمِنُ فِيْ قَبْرِهٖ اَنْ يُّقَالَ : اَبْشِرْ بِرِضَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْجَنَّة، قَدِمْتَ خَيْرَ مَقْدَمٍ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لِمَنْ شَيَّعَكَ اِلٰى قَبْرِكَ وَ صَدَّقَ مَنْ شَهِدَ لَكَ وَاسْتَجَابَ لِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَكَ .

الدر المنثور ، ٦:٢٣٩

ترجمہ : مومن کو اس کی قبر میں سب سے پہلی خوشخبری یہ دی جاتی ہے کہ اسے کہا جاتا ہے۔ تجھے اللہ ﷻ کی خوشنودی اور جنت کی خوش خبری ہو۔ خوش آمدید۔ تیری قبر تک آنے والوں کو اللہ ﷻ نے بخش دیا ہے۔ تیری گواہی دینے والوں کی اللہ ﷻ نے تصدیق کی ہے اور تیری بخشش چاہنے والوں کی دعا کو اللہ ﷻ نے قبول فرمالیا ہے۔

اے میرے بھائی! ان بجی دھجی پے در پے بشارتوں کو دیکھ!

سب سے پہلے اللہ ﷻ کی خوشنودی اور یہ سب سے بڑی بشارت ہے۔ پھر جنت پھر اس کا خیر مقدم۔ پھر اللہ ﷻ نے ان تمام لوگوں کو بخش دیا جو جنازہ سے قبر تک شامل رہے۔ پھر ان کی نیکی کی شہادت دینے والوں کی تصدیق۔ پھر ان کی بخشش چاہنے والوں کی دعا کی قبولیت۔

پس مبارک ہو ان صالحین کو۔ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کو۔ ان کے جنازہ میں شریک ہونے والوں کو۔ یہ سب ان صالحین کی برکت سے بخشش سے شادکام ہوئے۔

یہ اللہ ﷻ کے ہاں ان کی وجاہت کا پہلا نتیجہ ہے۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ...... ﴾

القرآن الحکیم یونس ١٠:٦٤

ترجمہ: انہیں کے لئے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں۔

امام ابو نعیم نے حلیہ میں سیدنا مجاھد سے روایت کیا ہے۔

مومن کو سب سے پہلے اس کے بیٹے کی درستی کی بشارت دی جاتی ہے تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

یہ بشارت اس کی روح کے قبض کے وقت دنیا سے نکلنے سے پہلے دی جاتی ہے جب وہ دنیا سے جاتا ہے۔ تو اپنی نجات اور اپنے بعد اپنی اولاد کی درستگی کی بشارت کی وجہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اللہ ﷻ کے نیک بندوں کی ذریت کی دنیا میں بھی رعایت کی جاتی ہے۔ اللہ ﷻ ان کی بھی حفاظت فرماتا ہے اور ان کے حقوق کی بھی حفاظت فرماتا ہے۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ج فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا قف رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ...... ﴾

القرآن الحکیم الکہف ١٨:٨٢

ترجمہ: باقی رہی دیوار (تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ) وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ (دفن) تھا اور ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا۔ پس آپ کے رب نے ارادہ فرمایا کہ وہ دونوں بچے اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا دفینہ نکال لیں۔ یہ (ان پر) ان کے رب کی خاص رحمت تھی۔

یہ ان کی والدین کی صالحیت کی وجہ سے تھا۔

اور کہا گیا ہے کہ یہ ان کے ساتویں پشت پر والدین تھے۔ ان کی وجہ سے ان کے خزانہ کو محفوظ کیا اور اس کے اوپر جو دیوار تھی اس کی تعمیر کا حکم فرمایا تا کہ اس خزانہ کی طرف پہنچنے والے ہاتھوں سے حفاظت ہو اور دیوار کے گر جانے سے اس خزانہ کے منکشف ہونے سے بھی حفاظت ہو۔

سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

لَازِیْدَنَّ فِیْ صَلَاتِیْ مِنْ اَجْلِکَ رِجَاءَ اَنْ اُحْفَظَ فِیْکَ

ترجمہ: میں اپنی نمازوں میں اضافہ کروں گا تا کہ تیرے بارے میں میری رعایت کی جائے۔

پھر یہ آیت مقدسہ تلاوت کی: وَکَانَ اَبُوْ هُمَا صَالِحًا

امیر المومنین سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ یَمُوْتُ اِلَّا حَفِظَهُ اللّٰهُ فِیْ عَقِبِه

ترجمہ: جب بھی کوئی مومن وصال فرماتا ہے تو اس کے پسماندگان کے بارے میں اس کی رعایت کی جاتی ہے۔

سیدنا ابن المنکدر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَیَحْفَظُ بِالرَّجُلِ الصَّالِحِ وَلَدَهٗ وَ وَلَدَوَلَدِه وَالدُّوَیْرَاتِ حَوْلَهٗ فَمَا یَزَالُوْنَ فِیْ حِفْظٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسِتْرٍ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نیک شخص کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اس کے اردگرد کے گھروں کی حفاظت فرماتا ہے۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پردے میں رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی ان کی اولاد کے حق میں آخرت میں بھی رعایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ

عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ...... ﴾

القرآن الحکیم الطور ۲۱:۵۲

ترجمہ: اور جولوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اعمال (کی جزا) میں ذرہ بھر کمی نہیں کریں گے۔

یعنی جنت میں داخل فرمادیں گے۔

ان کی اولاد کے اعمال کی جزا میں ہم کمی نہیں کرتے۔ اگرچہ درستگی اور علم میں وہ اپنے بزرگوں کے مقام کو نہیں پہنچتی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾

جنت میں داخل کرنے میں اور درجہ میں۔

تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ ذُرِّيَّةَ الْمُؤْمِنِ فِيْ دَرَجَتِهٖ وَاِنْ كَانُوْا دُوْنَهٗ لِتَقَرَّ بِهِمْ عَيْنَهٗ

الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف لابن حجر، ۱۶۰

اتحاف السادة المتقین للزبیدی، ۵:۲۹۸

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مومنین کی ذریت کو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کے لئے ان کے درجہ میں اٹھا دیتا ہے۔ اگرچہ وہ ان کے درجہ سے نیچے ہوتے ہیں۔

اس کے بعد یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۞ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾

القرآن الحکیم الرعد ۱۳:۲۳

ترجمہ : سدابہار باغات جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو صالح ہوں گے ان کے باپ دادوں، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد سے (وہ بھی داخل ہوں گے) اور فرشتے (یہ کہتے ہوئے) ان پر ہر دروازہ سے داخل ہوں گے۔ سلامتی ہو تم پر بوجہ اس کے جو تم نے صبر کیا پس یہ آخرت کا گھر کیا عمدہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ﴾

اس کا معنی یہ ہے کہ صالحین کی نیک اولاد اگر چہ ان کے درجۂ فضیلت کو نہیں پہنچتی مگر ان کی اتباع میں اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ساتھ ان کی شان کی تعظیم کی وجہ سے ملا دیتا ہے۔

اس میں اس امر پر بھی دلیل ہے کہ شفاعت سے مقام حاصل ہوتا ہے۔ اور ان صفات کے ساتھ متصف لوگوں کو جنت میں ان کے قرب اور رشتہ داری کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ تاکہ ان کو زیادہ انس حاصل ہو۔

صلاح اور درستی کی قید یہ بتانے کے لئے ہے کہ صرف نسب فائدہ نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَان ﴾

القرآن الحکیم الطور ۵۲:۲۱

ترجمہ : اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صرف ایمان کی شرط لگائی اور ایمان قول، عمل اور اعتقاد ہے۔

اگر چہ ان کی اولاد اپنے آباء کے اعمال سے نیچے رہتی ہے اور ان کے مقامِ فضیلت کو نہیں پہنچتی مگر اللہ تعالیٰ ان کے اکرام کی وجہ سے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیتا ہے۔

بہر حال کافر تو وہ ہرگز اہل ایمان کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ کافر بدکار ہرگز ان کی اہل سے ہی نہیں ہوتا چاہے وہ انبیاء کرام کی اولاد اور ان کی ازواج ہی کیوں نہ ہوں۔ جیسے سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ج اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ...... ﴾

القرآن الحکیم   ھود ۱۱:۴٦

ترجمہ: وہ تیرے گھر والوں سے نہیں (کیونکہ) اس کے عمل اچھے نہیں۔

اور سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویاں، ان کو انبیاء کرام کی قرابت نے کوئی نفع نہیں دیا۔ کیونکہ دونوں اللہ تعالیٰ کی کافر تھیں۔ اور آزر کو بھی سیدنا ابراھیم علیہ السلام کی قرابت نے اس کے کفر کی وجہ سے کوئی فائدہ نہیں دیا۔

ہم نے وضاحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ صالحین کی بھی رعایت فرماتا ہے۔ ان کی ذریات، ان کے اہل خانہ کی بھی دنیا اور آخرت میں رعایت فرماتا ہے اور یہ اپنے احباب کا حد درجہ خیال اور ان کی حد درجہ تعظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کا نفع ہمیں بھی پہنچائے، ان کی محبت عطا فرمائے۔ ان کے زمرہ میں ہمارا حشر فرمائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ انبیاءِ کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور یہ کتنی حسین سنگت ہے۔

پانچویں فصل

صالحین کی زندگی میں ان سے برکت حاصل کرنے کے بیان میں

تبرک

صالحین سے برکت حاصل کرنا یہ انبیاءِ کرام، مرسلین، صحابۂ عظام، تابعین، تبع تابعین اور قیامت تک ان کی راہ پر چلنے والوں کی جاری کردہ سنت ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ جب بھی اپنے ناک کی ریزش مبارک ڈالتے تو صحابہ کرام اس کو اپنے ہاتھ پر لیتے اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتے۔ جب آپ وضو فرماتے تو آپ کے استعمال شدہ پانی کو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے۔

حدیبیہ کے واقعہ میں مسور بن مخرمه اور مروان بن حکم کی روایت سے آیا ہے۔

مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ وَ دَلَّکَ بِهَا وَجْهَهٗ وَ جِلْدَهٗ وَاِذَا تَوَضَّأَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِهٖ.

الصحیح البخاری، الوضوء ۷۰ مسند احمدبن حنبل، ۲: ۳۲۴

ترجمہ جب بھی تاجدارِ کائنات ﷺ ناک کی ریزش ڈالتے کوئی نہ کوئی صحابی ضرور اسے اپنے ہاتھ پر لیتا اور جب آپ وضو فرماتے تو وضو کے استعمال شدہ پانے پر ایسے لگتا کہ لڑ پڑیں گے

اس کو امام احمد بن حنبل اور امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

وَضو واو کے زبر کے ساتھ وضو کے باقی پانی کو کہتے ہیں۔

اور وُضو واو کی پیش کے ساتھ فعل وضو کو کہتے ہیں۔

سیدنا جابر بن عبد الله ﷺ سے روایت ہے:

جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَعُوْدُنِیْ وَاَنَا مَرِیْضٌ لَا اَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَ صَبَّ وَضُوْئَهٗ عَلَیَّ

مسند احمد بن حنبل، ۳: ۲۹۸ الصحیح البخاری، وضوء ۴۴

الصحیح للمسلم، فرائض ۸

ترجمہ : میں مریض تھا۔ تاجدارِ کائنات ﷺ میری تیمارداری کے لئے تشریف لائے۔ میں بے ہوش تھا آپ ﷺ نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی میرے اوپر چھڑکا۔

اسے امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اگر آپ ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی میں برکت اور شفاء نہ ہوتی تو تاجدار کائنات ﷺ اسے مریض کے اوپر ہرگز نہ چھڑکتے۔ کیونکہ تاجدارِ کائنات ﷺ کا کوئی عمل بھی حکمت اور شرعی حکم سے خالی نہیں ہوتا۔

تاجدار کائنات ﷺ کے پاس پکی مٹی کے کچھ برتن تھے۔ آپ ان میں وضو فرماتے تھے اور ان سے پانی نوش فرماتے تھے۔ لوگ اپنے عقل مند چھوٹے بچوں کو تاجدارِ کائنات ﷺ کے پاس بھیجتے وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ ان کو منع نہیں فرماتے تھے۔ ان بچوں کو اگر ان پاکیزہ برتنوں میں پانی میسر آتا تو وہ اس سے پیتے اور حصولِ برکت کے لئے اس پانی کو اپنے چہروں اور جسموں پر ملتے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ جب صبح کی نماز ادا فرما لیتے تو مدینہ طیبہ کے خادم اپنے برتنوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے۔ ان برتنوں میں پانی ہوتا۔ تاجدارِ کائنات ﷺ ان میں سے ہر برتن میں اپنا ہاتھ ڈالتے۔ بسا اوقات یہ لوگ ٹھنڈی صبحوں کو حاضر ہوتے آپ ﷺ پھر بھی ان میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام مسلم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کے زمانہ کے بچے، مرد، عورتیں، خادم اور باندیاں تاجدار کائنات ﷺ اور ان کے آثار کی برکات کو سمجھتے تھے۔ مگر ہمارے یہ انکار کرنے والے بھائی نہیں سمجھتے۔

اسی طرح تاجدارِ کائنات ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام سے برکت حاصل کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ اولیاءِ کرام تاجدار کائنات ﷺ کے خلفاء ہیں۔ انبیاء کرام کے بعد اولیاءِ عظام اللہ تعالیٰ کے محلِ نظر ہوتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ صالحین سے برکات حاصل کرنا سنت مشروعہ ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب جمرات پر پتھر پھینک چکے، اپنی قربانی کر چکے اور بال کٹوانے لگے۔ حجام جب دائیں طرف کے بال کاٹ چکا تو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ بال ان کو عطا فرما دیئے۔ پھر حجام بائیں طرف ہوا۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا، کاٹو اس نے بال مبارک کاٹے تو یہ بھی تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیئے اور ارشاد فرمایا:

قَسِّمْهُ بَيْنَ النَّاسِ۔

مسند احمد بن حنبل الصحیح البخاری الصحیح للمسلم، الحج ۳۲۵۔۳۲۶۰

ترجمہ: انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیں۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اے ہمارے بھائیو! ہمیں بتاؤ ان بالوں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کرنے میں تاجدارِ کائنات کی کیا حکمت تھی۔

کیا اس سے مقصود تبرک تھا یا کچھ اور؟ ہمیں کچھ تو بتاؤ! اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت عطا فرمائے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑا بچھاتیں۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس اس چمڑے پر قیلولہ فرماتے۔ جب تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے تو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک اور بال مبارک لیتیں۔ ان کو ایک شیشی میں جمع کر لیتیں۔ پھر ان کو مشک میں رکھ دیتیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت وصیت فرمائی کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور پسینہ سے متبرک مشک کو ان کے حنوط

میں رکھا جائے۔

(حنوط ایک قسم کی خوشبو ہے جسے مردہ کے جسم اور کفن پر لگاتے ہیں)

اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

یہ ان صحابہ میں سے ہیں جن کے وسیلہ سے دین ہم تک پہنچا ہے۔ یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے پسینہ مبارک اور مقدس بالوں کو اپنے حنوط میں رکھ رہے ہیں اور وہ اس طرح اللہ ﷻ سے ملاقات کریں گے۔ کیا وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے آثار سے برکات حاصل کرنا شرک ہے اور یہ لوگ اس بات کو سمجھتے ہیں۔ یہ کس قدر تعجب انگیز ہے!

صلح حدیبیہ کی حدیث میں مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت ہے کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے پاس کھڑے ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ صحابۂ کرام کس طرح تاجدارِ کائنات ﷺ سے پیش آتے ہیں کہ جب تاجدارِ کائنات ﷺ تھوک مبارک پھینکتے ہیں تو وہ اس پر جھپٹ پڑتے ہیں اور آپ کا جو بال بھی گرتا ہے اسے لے لیتے ہیں۔

اسے امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔

اگر یہ انکار کرنے والے اور ان کے پیروکار اس واقعہ کے وقت حاضر اور موجود ہوتے تو غیض وغضب سے ان کے چہرے سرخ ہو جاتے اور ان کے دل پھٹ جاتے کہ ان کے خیال میں تو یہ شرک تھا۔

سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ مؤذنِ رسول ﷺ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات کی قربانی کے وقت وہ اور ایک اور قریشی مرد موجود تھے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ قربانیوں کا گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ ان کو اور ان کے ساتھی کو حصہ نہ ملا۔ تو تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنے سر کے بال مبارک اپنے کپڑے میں کاٹے اور وہ ان کو عطا فرما دیئے۔ اور ان کو کئی لوگوں پر تقسیم فرما دیا۔ پھر اپنے ناخن مبارک کاٹے اور ان

کے ساتھی کو عطا فرما دیئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: تاجدارِ کائنات ﷺ کے بال مبارک ہمارے پاس موجود ہیں اوران کو منہدی اور رنگ لگا ہوا ہے۔

اسے امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صالحین کے آثار سے برکات حاصل کرنا یہ تاجدار کائنات ﷺ کی محمود سنت ہے۔ جو چاہے اس پر راضی ہو اور جو چاہے اس پر ناراض ہو۔

جب تاجدار کائنات ﷺ خود یہ عمل بھی فرمانے والے ہیں اور اس کا حکم بھی دینے والے ہیں پس جو اس پر راضی ہو اس کے لئے رضا ہے اور جو اس پر ناراض ہو اس کے لئے ناراضی ہے۔

صحیح بخاری اور دوسری احادیث کی کتابوں میں آیا ہے کہ جب تاجدارِ کائنات ﷺ کی ایک لختِ جگر نے وصال فرمایا تو تاجدارِ کائنات ﷺ نے غسل دینے والی عورتوں سے ارشاد فرمایا۔ جب تم غسل مکمل کرلو تو مجھے بتانا۔ جب ان عورتوں نے غسل مکمل کرلیا تو انہوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کو اطلاع دی۔ تو تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنا ازار مبارک اتارا اور ارشاد فرمایا کہ یہ ازار شریف ان کے جسدِ اقدس کے اوپر اس طرح رکھ دو کہ یہ کفن کے نیچے ان کے جسم سے ملا ہوا ہو، تاکہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے اثر سے ان کو برکت حاصل ہو جائے۔

علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنے ازار کا اتارنا مؤخر نہیں فرمایا حتی کہ انہوں نے غسل مکمل کرلیا۔ تاکہ نزع کے وقت ان کے جسدِ اقدس کے اوپر فی الفور رکھا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ برکت حاصل ہو اور زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو۔ جو شخص اکابر سے برکات حاصل کرنا چاہے اسے اسی طریقہ پر عمل کرنا چاہیئے جو ہمیں تاجدارِ کائنات ﷺ نے سکھایا اور بتایا ہے۔ اگر یہ ہمارے انکار کرنے والے لوگوں کے ہاں شرک ہے تو ہوتا رہے۔ اہل

سنت کے ہاں تو یہ قربتِ محمودہ اور سنتِ مشروعہ ہے۔

احادیث میں یہ بھی وارد ہوا کہ جب کسی صحابی نے اپنے گھر میں نماز کی جگہ بنانا ہوتی تو تاجدارِ کائنات ﷺ کو اپنے گھر تشریف لانے کی درخواست کرتے۔ ایک حصہ کو مخصوص کرتے اور تاجدارِ کائنات ﷺ اس میں دو رکعتیں نفل نماز ادا فرماتے۔

یہ بخاری و مسلم اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں وارد ہوا ہے۔

یہ صرف اس لئے تھا کہ یہ جگہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی برکت سے مبارک ہو جائے اور اس میں کی گئی عبادت کا ثواب زیادہ ملے۔ اگر اس کام کا فائدہ نہ ہوتا تو تاجدارِ کائنات ﷺ ہرگز ان کی درخواست قبول نہ فرماتے۔ اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔ یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام تاجدارِ کائنات ﷺ کی تعظیم کرتے۔ ان سے برکتیں حاصل کرتے۔ آپ کے پچھنوں سے نکلنے والا خون پیتے۔ آپ کا بول مبارک پیتے اور تاجدارِ کائنات ﷺ ان پر انکار نہ فرماتے بلکہ ان کے لئے دعا فرماتے۔ ان کو خوش خبری دیتے کہ ان کو دنیا اور آخرت میں اس کے باعث بھلائی نصیب ہوگی۔ اور اس سے بڑی کون سی چیز ہے؟۔

اے کاش کہ اگر یہ انکار کرنے والے اس وقت موجود ہوتے تو جب اس طرح کے دل ہلا دینے والے واقعات پیش آتے تو یہ کیا کرتے؟

صالحین کے آثار سے برکات حاصل کرنے کے سنت ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

غُبَارُ الْمَدِيْنَةِ يُبْرِئُ الْجذَام.

كنز العمال، ٣٤٨٢٨_٣٤٨٢٩ كشف الخفا للعجلونى ٢:١٠١

الطب النبوى ابن السنى

ترجمہ: مدینہ کا غبار کوڑھ سے شفا دیتا ہے۔

اس کو ابن السنی نے روایت کیا ہے۔ امام ابو نعیم نے طب نبوی میں

ابوبکر محمد بن سالم سے مرسلا روایت کیا ہے۔اسے ابو نعیم نے ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مدینہ طیبہ کے غبار کو یہ خصوصیت کہاں سے حاصل ہوئی؟اس کا سبب اور کیا ہے کہ اس غبار کو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے صحابۂ کرام کے قدم اور نعلین چھونے کا شرف نصیب ہوا۔بس اسی طرح نیک لوگوں کی جگہیں برکات سے خالی نہیں ہوتیں۔

سبحان اللہ وہ جگہیں کتنی بابرکت ہیں جن کو ان مقدس قدموں اور مبارک جوتوں کو بوسہ دینے کا شرف ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے تکبر اوران سے انکسار سے پیش نہ آنا ابلیس کے طریقوں سے ہے اولیاء اور رسولوں کے طریقہ سے نہیں ہے۔

تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ان کی ریزش،ان کی وضو کے بقیہ پانی،ان کے بال ان کے ناخن،ان کے پسینہ،ان کے کپڑے،ان کے قدموں کی جگہ ان کے ہاتھوں کے چھونے کی جگہ،ان کے وعدوں کی جگہ۔بلکہ ان کے پیشاب اوران کے خون سے برکت حاصل کی۔

اس کے بعد کون سی چیز بچی؟

پہلی امتوں میں بھی صالحین سے برکات حاصل کرنا مشروع تھا۔ان کے نیک مرد جریج کے بارے حدیث گذر چکی ہے۔جن کی کرامت کی وجہ ان کے لئے پنگھوڑے میں بچے نے کلام کیا تھا اور اسے زنا کی تہمت سے بری کردیا تھا۔اس کے بعد ان کے زمانہ کے لوگ ان کے بوسے لینے لگے اور برکات کے حصول کے لئے ان کے جسم کو مس کرنے لگے۔جریج ان کے زمانہ کے اولیاء سے تھے نہ کہ ان کے انبیاء سے۔

رہی بات تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء کی تو طبقات،کتبِ تاریخ، سیر اور تراجم میں ان کی برکات کے بے شمار واقعات ہیں۔جو ان کی تفصیل چاہے اس کو وہاں دیکھنا چاہیے یہ بیمار کو شفاء دے گا اور پیاسے کو سیراب کرے گا۔

چھٹی فصل

صالحین کی موت کے بعد
ان کے آثار سے تبرک

تبرک وصال کے بعد

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾

قرآن الحکیم البقرہ ۲:۱۲۵

ترجمہ : اور (انہیں حکم دیا کہ) ابراھیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنالو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ ﷻ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم **سیدنا ابراھیم خلیل اللہ** علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بنائیں، اس میں نماز ادا کریں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ آپ کے قدمین شریفین کی جگہ سے برکت حاصل کی جائے اور وہ جگہ جس میں حجر اسود ہے جب آپ نے اس پر قدم رکھا اور جب اس پر کھڑے ہوئے تو لوگوں کو حج کے لئے بلایا:

یَآاَیُّھَا النَّاسُ اَجِیْبُوْا رَبَّکُمْ.

ترجمہ : اے لوگو! اپنے رب کے حضور حاضر ہو جاؤ۔

اسی طرح حافظ **ابنِ حجر عسقلانی** نے **فتح الباری** میں **فاکھانی** سے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

یہ وہ جگہ ہے جہاں **سیدنا ابراھیم خلیل اللہ** علیہ السلام نے حجر کو رکھا یہ اسی جگہ رہا۔ پھر زمانہ جاہلیت میں سیلاب کے خوف سے اسے **بیت اللہ** میں لگا دیا گیا۔ پھر تاجدارِ کائنات ﷺ نے **سیدنا عمر فاروق** رضی اللہ عنہ کے اشارہ سے اسے واپس اسی جگہ لوٹا دیا۔ جس طرح تجویز دی گئی کہ اس کو نماز کی جگہ بنالی جائے۔ پھر آیتِ مقدسہ نازل ہوئی۔ پھر اسے **ام نھشل** کا سیلاب اسے بہا کر لے گیا اور یہ **مکۃ المکرمہ** کے نچلی جانب پایا گیا۔ اب لوگوں نے اسے کعبہ کی ایک جانب میں لگا دیا۔ یہ امیر المومنین **سیدنا عمر فاروق** رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا۔ **سیدنا عمرِ فاروق** رضی اللہ عنہ خوف سے اس کی جگہ گئے۔ مگر

...ب نے اس کی جگہ کا نشان مٹا دیا۔ سیدنا عمر فاروق ﷛ نے اہل مکہ کو بلایا۔ آپ
...ان کی رائے لی۔ تمام لوگ بحث و تمحیص کے بعد اس کی جگہ پر متفق ہو گئے۔ جب آپ
...لوگوں سے مشورہ کیا تو اس کو اس جگہ پر لوٹا دیا جہاں یہ آج ہے۔ یہی تحقیق ہے جس پر
...سیر، تاریخ اور حدیث متفق ہیں۔ یہی اہل سنت کے محقق علماء کا موقف ہے۔ ان کے
...روؤں میں امام مالک بن انس ہیں جنہوں نے نافع اور انہوں نے سیدنا عمر
...سے روایت کیا ہے۔ امام نووی نے اسے ترجیح دی ہے۔ امام ازرقی نے اسے ابن
...ی ملیکہ سے اور کثیر بن کثیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے سفیان بن عیینہ
...سے اور انہوں نے حبیب بن اشرس کے طریق سے روایت کیا ہے۔

سیدنا سفیان نے ارشاد فرمایا: عمرو بن دینار نے بھی ابن اشرس کی
...رح کی روایت کی ہے۔ ابنِ حبان نے اس طرح دوسرے طریق سے روایت کیا ہے۔
...ور فاکھانی نے عمر بن دینار اور سفیان بن عیینہ سے اسی طرح روایت کیا ہے
...س طرح ان سے ازرقی نے روایت کیا ہے۔

یہ تمام راوی ثقہ اور عدول ہیں۔ جہلِ مرکب میں سے جو لوگ آئمہ جرح و تعدیل
...سے نہیں ہیں ان کی بکواس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ان روایات کی تائید ان احادیث سے
...ہوتی ہے جن کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی داؤد نے اور ابو نعیم نے
...حلیہ میں اور بیہقی نے سیدنا جابر بن عبد اللہ ﷛ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح
...قرار دیا ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَمَلَ ثَلاثَةَ اَشْوَاطٍ وَ مَشٰی اَرْبَعًا حَتّٰی اِذَا فَرَغَ نَفَذَ
اِلٰی مَقَامِ اِبْرَاهِیْمَ فَصَلّٰی خَلْفَهٗ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ قَرَءَ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ
مُصَلًّی.

الصحیح للمسلم، حج ۱۴۷۔۱۵۰ السنن ابی داؤد، مناسك ۵۰۔۵۶
البیهقی، التمهید لابن عبد البر، ۲: ۷۵۔۷۶ حلیة الاولیاء،

ترجمہ: تاجدارِ کائنات ﷺ نے تین چکروں میں رمل کیا۔ پھر چوتھا پھیرا کیا۔ پھر جب طواف سے فارغ ہو گئے تو مقامِ ابراھیم کی طرف گئے اور اس کے پیچھے دو رکعتیں ادا فرمائیں اور پھر یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی..... وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى

اس سے معلوم ہوا کہ مقام ابراھیم، بیت اللّٰہ سے ملا ہوا نہیں ہے بلکہ اس سے دور ہے۔

اس قول پر کہ حجرِ اسود کعبہ سے ملا ہوا تھا۔ اسے خانہ کعبہ میں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے لگایا۔ تو اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا اور پھر اس دور سے آج تک تمام امت کا اس پر اجماع رہا۔ اب بہر صورت اس کو اس کی جگہ سے تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ جس طرح بیت اللہ شریف کو اس کی جگہ سے تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ فرض محال اگر اس کو تبدیل کر دیا جائے تو پھر اس کا طواف اور اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا جائز نہ ہو گا۔ اور اس لئے بھی کہ جماعت سے جدا ہونا اور اجماعِ امت کا خلاف کرنا اسلام سے پھرنا ہے۔ اس پر پہلے اور بعد والے علماء کا اجماع ہے۔ جدا ہونے والے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور وہ جہنم کی طرف ہی جدا ہوا ہے۔

بادشاہ سعود کا اللہ تعالیٰ بھلا کرے اس نے ان مطلق جاہلوں کی طرف توجہ نہیں کی۔

یہ بات بڑی واضح ہے کہ عبادت کی متعین جگہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان یا اجماعِ امت سے ہیں۔ ان کی نقل اور تحویل شرعاً جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مقام کی تعظیم کی ہے اور اس کو کھلی نشانیوں سے قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۞ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ..... ﴾

قرآن الحکیم　　ال عمران ۳:۹۷-۹۶

...رجمہ : بیشک پہلا (عبادت) خانہ جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے ...سب جہانوں کے لئے بڑا برکت والا ہدایت (کا سرچشمہ) ہے۔ اس میں روشن نشانیاں ...یں۔ (ان میں سے ایک) مقام ابراھیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندے کے نشان کو کھلی نشانیوں سے قرار دیا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کے آثار ہیں۔ یہ زمانہ قدیم سے پہلی امتوں سے قابلِ تعظیم رہے ہیں۔ ان کے آثار میں عبادت اور نماز ادا کی جائے تو اس میں عظیم برکت اور زیادہ اجر ہے۔ دوسری جگہوں پر ایسا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام تاجدارِ کائنات ﷺ سے عرض کرتے تھے کہ آپ ان کے گھروں کو مشرف فرمائیں اور ان کے گھروں میں ان کے لئے نماز ادا کریں۔ جہاں آپ نماز ادا کریں وہ جگہ ہمیشہ ان کے لئے برکت والی بن جائے اور تاجدارِ کائنات ﷺ صحابۂ کرام کی اس درخواست کو قبول فرمالیتے تھے۔

صالحین کے آثار سے برکات کے حصول کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴾

قرآن الحکیم الکھف ۱۸: ۲۱

ترجمہ : وہ لوگ جو اپنے کام پر غالب تھے کہنے لگے کہ بخدا ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد بنائیں گے۔

تاکہ یہ اہل ایمان ان جگہوں میں اور ان کے قریب عبادت کریں کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ ان جگہوں اور ان کے قریب عبادت کرنے میں زیادہ اجر ہے۔

اس میں بڑی واضح دلیل ہے کہ صالحین کے آثار برکت سے خالی نہیں ہیں۔ ان آثار سے برکات حاصل کرنا قربت ہے اور ان جگہوں پر اللہ تعالیٰ کی مسجدیں عبادت کے لئے تعمیر کرنا اللہ تعالیٰ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔

صالحین کے وصال کے بعد بھی ان سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔

سیدنا عثمان بن عبد اللہ بن موھب سے وارد ہے:

اَرْسَلَنِیْ اَبِیْ اِلٰی اُمِّ سَلْمٰی بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ فَجَاءَ تْ بِجُلْجُلٍ مِّنْ فِضَّةٍ فِیْہِ شَعْرٌ مِّنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَکَانَ اِذَا اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَیْنٌ اَوْ شَیْءٌ بَعَثَ اِلَیْھَا بِاِنَاءٍ فَخَضْخَضَتْ لَہٗ فَشَرِبَ مِنْہُ فَاطَّلَعْتُ فِی الْجُلْجُلِ فَرَاَیْتُ شَعْرَاتٍ حُمْرًا۔

الصحیح البخاری ، اللباس ٥٨٩٦

ترجمہ : میرے والدِ گرامی نے مجھے ام المومنین سیدہ ام سلمی رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا۔ آپ چاندی کی ایک نلی لائیں۔ اس میں تاجدارِ کائنات ﷺ کے مبارک بالوں میں سے کچھ بال تھے۔ جب کسی انسان کو آنکھ لگ جاتی یا کوئی اور عارضہ لاحق ہو جاتا تو وہ برتن دے کر آپ کے پاس بھیجتا۔ آپ اس نلی کو اس برتن میں ڈبو دیتیں اور وہ شخص اس پانی کو پی لیتا۔ میں نے اس نلی میں جھانکا تو اس میں سرخ رنگ کے بال تھے۔

اسی طرح سیدہ ام سلمی رضی اللہ عنہا کے پاس تاجدارِ کائنات ﷺ کے کپڑے تھے۔ جو شخص بیمار ہوتا تو وہ کسی کو ان کی طرف بھیجتا۔ آپ اس کپڑے کو بھگوتیں اور ایک برتن میں نچوڑ دیتیں اور اس پانی کو مریض کی طرف بھیج دیتیں۔ وہ مریض اس پانی کو پیتا اور اس سے غسل کرتا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کے آثار سے برکات حاصل کرنے پر بہت سی احادیث وارد ہیں۔ مگر صاحبِ توفیق کے لئے اس سے کم بھی کافی ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ قَالَ لَھُمْ نَبِیُّھُمْ اِنَّ اٰیَۃَ مُلْکِہٖۤ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَ اٰلُ ھٰرُوْنَ تَحْمِلُہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴾

قرآن الحکیم البقرہ ٢:٢٤٨

ترجمہ : اور انہیں ان کے نبی نے کہا کہ اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس

ایک صندوق آئے گا اس میں تمہارے رب کی طرف سے تسلی (کا سامان) ہوگا اور (اس میں) بچی ہوئی چیزیں ہوں گی جنہیں اولاد موسیٰ اور اولاد ھارون چھوڑ گئی ہے۔ اس صندوق کو فرشتے اٹھا لائیں گے۔ بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان دار ہو۔

یہ تابوت ایک صندوق تھا۔ اس میں آل موسیٰ اور آل ھارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا بقیہ تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نعلین مبارک اور عصا مبارک تھا۔ سیدنا ھارون علیہ السلام کا عمامہ شریف تھا۔ من جوان پر نازل ہوتا تھا اس کا ٹکڑا تھا۔

دیکھیں کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی تعظیم کی۔ فرشتوں سے ان کو اُٹھوایا۔ اس میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نعلین مبارک اور سیدنا ھارون علیہ السلام کا عمامہ شریف تھا۔ ان چیزوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی اس سے بڑی عنایت کیا ہو سکتی ہے۔

اولاً: سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے سیدنا داؤد علیہ السلام تک ایک لمبا زمانہ ہے اس وقت ان کی حفاظت کی۔

ثانیاً: ان کو فرشتوں سے اُٹھوایا کیونکہ اس میں اس کے دو نیک بندوں کے آثار تھے۔ یہ مبارک جوتے اور اس صندوق کی دوسری چیزیں، انبیاءِ کرام کے پہنے جانے والے کپڑے اور کھائی جانے والی خوراک کس قدر برکتوں والے تھی۔ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے اُٹھایا۔

ان آثار کی پھر اس سے بڑھ کر اور تشریف کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے اسے نشانی قرار دیا۔ رہے بے ایمان تو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھنے سے پردے میں ہوتے ہیں اور ظاہراً اور باطناً ان کے شرف اور ان کی برکات کی معرفت سے محروم ہوتے ہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آخر میں ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴾

قرآن الحکیم البقرہ ۲:۲۴۸

ترجمہ : بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان دار ہو۔

اس کی آیات کی پہچان کے لئے ایمان شرط ہے۔

اللہ ﷻ ہمارے دلوں سے تالوں کو کھولے تاکہ ہم وہ سمجھ سکیں جو وہ ہمیں سمجھانا چاہتا ہے۔

خاصۂ کلام یہ ہے کہ نیک بندوں کے آثار سے برکات حاصل کرنا مشروع ہے، ان برکات کی تاثیر معلوم ہے اور قرآن و حدیث اس پر گواہ ہیں۔

اگر کچھ بھی اور وارد نہ ہوتا تو یہی کافی تھا جو اللہ ﷻ ہمارے لئے سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیص کی برکات کو بیان کیا۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ج وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۞ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْ لَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۞ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۞ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ج قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ج اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

قرآن الحکیم یوسف ۱۲:۹۶-۹۵-۹۴-۹۳

ترجمہ : میرا یہ پیراہن لے جاؤ پس اسے میرے باپ کے چہرہ پر ڈالو وہ بینا ہو جائیں گے۔ اور (جا کر) اپنے سب اہل وعیال کو میرے پاس لے آؤ۔ اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا (تو ادھر کنعان میں) ان کے باپ نے فرمایا کہ میں یوسف کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اگر تم مجھے بیوقوف خیال نہ کرو۔ گھر والوں نے کہا بخدا! (باباجی!) آپ اپنی اس پرانی محبت میں مبتلا ہیں۔ پس جب خوشخبری سنانے والا آ پہنچا (اور) اس نے وہ پیراہن آپ کے چہرہ پر ڈالا تو وہ فوراً بینا ہو گئے۔ آپ نے (فرط مسرت سے) کہا (دیکھو) کیا میں تمہیں نہیں

کہا کرتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ (کے جتانے) سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔
جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے آثار سے برکات کا حصول قبلِ تعریف اور سنتِ مشروعہ ممدوحہ اور محمودہ ہے جیسا کہ قرآن اور احادیث ناطق ہیں تو مخالف یقیناً قابل مذمت اور دھتکارا ہوا ہے۔
اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ جانتے ہیں جو ہم نہیں جانتے۔
ہمیں کیا ہے، اعتراض تو ان پر ہے۔ اس بات کو سمجھ۔
اللہ تعالیٰ کی کتاب سے یہ دلیلیں میرے ذہن میں آئیں۔
تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَكْرِمُوا عَمَّتَكُمُ النَّخْلَة فَاِنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ فَضْلَةِ طِيْنَةِ اَبِيْكُمْ آدَمَ وَ لَيْسَ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ اَكْرَمُ عَلَى اللهِ تعالٰى مِنْ شَجَرَةٍ وَلَدَتْ تَحْتَهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ

الضعفاء، الضعفاء للعقيلي، ٤:٢٥٦ الكامل في الضعفاء لابن عدي، ٦:٢٤٢٤
الموضوعات لابن جوزي، ١:١٨٤ الدرر المنتثرة في الاحاديث المشتهرة للسيوطي، ٤٢٠ البداية و النهاية لابن كثير، ٢:٦٦
تذكرة الموضاعات لابن القيسراني، ١٣٢٠ الطب لابن السني،
الطب لابي نعيم، مسند ابو يعلي،

ترجمہ: اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو۔ یہ تمہارے باپ کی مٹی سے بچے ہوئے حصہ سے بنائی گئی ہے۔ درختوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ درخت عزیز ہے جس کے نیچے سیدہ مریم بنت عمران علیہا السلام کے ہاں پیدائش ہوئی۔

اسے ابو یعلی نے اپنی مسند میں ابن ابی حاتم نے اور عقیلی نے الضعفاء میں ابن عدی نے الکامل میں، ابن السنی نے، ابو نعیم نے طب میں اور ابن مردویہ نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اے میرے بھائی! اللہ تعالیٰ کے ہاں اس درخت کی تشریف کو دیکھ جو سیدنا آدم علیہ السلام کی مٹی کے بچے ہوئے حصہ سے پیدا کیا گیا۔ اور اس درخت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمت کو دیکھ جس کے نیچے سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے ہاں ولادت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے نیک بندوں کے آثار کی رعایت فرماتا رہا ہے۔ اس کا انکار سراسر جہالت ہے۔

اسی طرح امام بیہقی نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّہٗ اَوَّلُ مَا اَسْرٰی بِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ بِاَرْضٍ ذَاتَ نَخْلٍ

فَقَالَ لَہٗ جِبْرَائِیْلُ: اِنْزِلْ فصلِّ فَصَلّٰی

فَقَالَ: صَلَّیْتُ بِیَثْرَب.

ثُمَّ مَرَّ بِاَرْضٍ بَیْضَاءَ فَقَالَ: اِنْزِلْ فَصَلِّ فَصَلّٰی

فَقَالَ صَلَّیْتُ بِمَدْیَنَ (یَعْنِیْ عِنْدَ قَبْرِ مُوْسٰی)

ثُمَّ مَرَّ بِبَیْتِ لَحْمٍ فَقَالَ: اِنْزِلْ فَصَلِّ فَصَلّٰی

فَقَالَ: صَلَّیْتُ حَیْثُ وُلِدَ عِیْسٰی

البیھقی ،

ترجمہ: جب تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو کھجوروں والی سرزمین سے گذر ہوا۔

سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: نیچے اُتریں اور دعا فرمائیں۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی آپ نے یثرب میں دعا فرمائی۔

پھر ایک سفید زمین سے گذر ہوا۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: نیچے اترے اور دعا فرمائیں۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی آپ نے مدین میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قبر

کے قریب دعا فرمائی۔

پھر بیت اللحم کے نزدیک سے گزرے۔سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: نیچے اُتریں اور دعا فرمائیں۔تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا:

یہاں ایک نکتہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں اترنے کے لئے عرض کیا جہاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قبر تھی اور جہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔آپ نے ان جگہوں پر نماز ادا کی۔کیونکہ یہ ان جگہوں پر برکتیں تھیں اور صالحین کی قبروں کے پاس اور مبارک جگہوں پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

اور صلوٰۃ کا لغوی معنی دعا ہے۔آپ اسی لئے ان جگہوں پر اترے تھے۔

دیکھیں! اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مقامات کی کیا عظمتیں ہیں کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سواری سے نیچے اترنے کے لئے عرض کر رہے ہیں ان تمام مبارک جگہوں جیسے یثرب جو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی جگہ ہے۔پر دعا کرنے کے لئے عرض کر رہے ہیں۔اس پر عنایت الٰہی سبقت کر گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول کی جگہ ہے۔آپ کی حکمرانی کی جگہ ہے اور آپ کی قبر انور کی جگہ ہے۔اور یہ ان جگہوں میں سے ہے جن کی برکت سے دعائیں قبول ہوتیں ہیں۔اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی جگہ کے پاس۔حالانکہ آپ اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں مدعو تھے۔اپنے پروردگار، آقا اور مولا کی طرف جا رہے تھے۔اور جبرائیل امین علیہ السلام آپ کے استاذ، معلم اور راہبر تھے۔صالحین کے مقامات کی اس سے بڑی کیا عظمت ہو سکتی ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہے ہیں ان جگہوں سے گذر رہے ہیں۔ان جگہوں پر نوافل پڑھ رہے ہیں اور دعائیں کر رہے ہیں۔اور سیدنا جبرائیل علیہ السلام یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی کر رہے تھے۔

پاک ہو وہ ذات جو اپنے اولیاء پر وہی دلیل بناتا ہے جو اس کی طرف دلیل ہوتا ہے اور انہیں کی طرف بھیجتا ہے جن کو اپنی طرف بلانا چاہتا ہے۔اور انبیاءِ کرام ولایت کے اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں۔

تمام جگہوں سے بڑھ کر برکت والی جگہ مکة المکرمہ میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت کی جگہ ہے۔تاجدارِ کائنات ﷺ کی پیروی میں وہاں نماز اور دعا قبول ہوتی ہے۔کیونکہ جبرائیل امین علیہ السلام سیدنا عیسٰی علیہ السلام کی ولادت کی جگہ میں نماز ادا کرنے اور دعا کرنے کے لئے عرض کیا۔اس جگہ پر عمارت کھڑی کرنا اور اس جگہ کو صاف رکھنا چاہیئے جس طرح یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے زمانہ میں تھی۔آپ سارے رسولوں سے افضل ہیں۔اور آپ سے منسوب جگہیں بھی ساری جگہوں سے افضل ہیں۔آپ کی قبر مبارک ساری قبروں سے افضل ہے۔

امام نووی نے ذکر کیا:

جس شخص کو شہر مدینہ کی حاضری نصیب ہو اس کے لئے سنت ہے کہ قبرانور کی حاضری کے بعد مدینہ طیبہ کے کنوؤں پر جائے۔یہ مدینہ والوں کے ہاں مشہور ہیں۔ یہ 19 کنویں جہاں تاجدارِ کائنات ﷺ نے وضوفرمایا،یا غسل فرمایا،یا وہاں سے پانی پیا برکت کے حصول کے لئے زیارت کرنے والے کو وہاں وضو کرنا چاہیے یا غسل کرنا چاہیے یا وہاں سے پانی پینا چاہیے۔

اسی طرح مدینہ طیبہ کی مسجدوں میں جانا سنت ہے اور یہ تقریباً30 مسجدیں ہیں۔میں نے حاشیہ ایضاح میں ذکر کیا ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے آثار کی برکت کے حصول کے لئے وہاں نوافل ادا کرنے چاہیے۔وہاں میں نے اس پر دلائل بھی عرض کئے ہیں۔

جہاں تاجدارِ کائنات ﷺ نے نماز ادا کی یا وہاں سے گذرے یا وہاں پر پڑاؤ کیا ان جگہوں کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تلاش کر کے وہاں پر نماز ادا فرماتے،پڑاؤ

کرتے اور وہاں سے گزرتے تھے۔

اسی لئے علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا:

تاجدارِ کائنات کی تعظیم اور تکریم سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تمام چیزوں کی، تمام مشاہد، تمام معاہد، تمام ملامس اور تمام معارف کی تعظیم اور تکریم کی جائے۔ یہ وصیت کافی، وافی اور جامع ہے۔ صاحب ایمان کو ایسا کرنا چاہیے اگر وہ صاحب ہدایت ہے۔ اللہ ﷻ ہمیں ان سے کرے۔

صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین اور ان کی اقتداء کرنے والے بیت اللہ شریف کے اندر اس جگہ کو تلاش کرتے تھے جہاں تاجدارِ کائنات ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی۔ حالانکہ تمام بیت اللہ شریف ہی برکت کی جگہ ہے لیکن تاجدارِ کائنات کی نماز کی جگہ زیادہ برکت والی ہے۔ اگر اس جگہ زیادہ برکتیں نہ ہوتیں تو سلف اور خلف کبھی اسی جگہ کو تلاش نہ کرتے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود سے فرمایا تھا۔

قَدْ عَلِمْتُ اَنَّکَ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَمْ اَرَ النَّبِیَّ ﷺ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ.

ترجمہ: میں جانتا ہوں کہ تو نہ فائدہ دیتا ہے اور نہ ہی نقصان۔ اگر میں تاجدارِ کائنات ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا۔

الصحیح البخاری، الحج ٦٠ الصحیح للمسلم، حج ٢٥٠

پس ثابت ہوا کہ اللہ ﷻ کے نیک بندوں کے وصال کے بعد ان کے آثار سے برکت حاصل کرنا مشروع ہے۔ اس پر قرآن حکیم کی صراحت اور صحیح احادیث گزر چکی ہیں۔ اور توفیق اللہ ﷻ سے ہی ہے۔

ساتویں فصل

زندہ صالحین کی زیارت کرنا، ان کی صحبت و محبت چاہنا اور ان سے دعا طلب کرنا

صالحین کی زیارت، صحبت اور طلبِ دعا

ان کی زیارت کرنا ایک معلوم امر ہے اس کا استحباب شرعاً اور عقلاً ثابت ہے۔ان سے ملاقات کے بہت سے فائدے ہیں۔

پہلا: ان کے علوم سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے۔

دوسرا: ان کی محبت کے لئے جس کا نتیجہ ان کے نقش قدم پر چلنا ہے، ان کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اور قیامت کے دن ان کی معیت میں اُٹھنا ہے۔

تیسرا: ان کی صحبت کے لئے ممکن ہے کہ اس سے ان کی برکات حاصل ہوں اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی وہ نگاہِ کرم حاصل ہو جو ان سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ یہ نگاہِ کرم اس کے محبوب لوگوں کی منازل پر فائز کرتی ہے۔اس سے سعادتِ ابدیہ حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشیں کبھی بدنصیب نہیں ہوتا اگر چہ وہ ان کی زیارت کے لئے نہ آیا ہو بلکہ کسی اپنی حاجت کے لئے آیا ہو۔

چوتھا: ممکن ہے کہ ان کی نیک دعاؤں میں سے کسی دعا کا فائدہ حاصل ہو اور اس کے بعد اس کی اولاد کو فائدہ ہو۔

مختصر یہ ہے کہ مقبولانِ الٰہی کی زیارت کرنا پہلے زمانہ سے آج تک لوگوں کا معمول رہا ہے۔ یہ ہم سے پہلے لوگوں میں بھی مشروع تھی۔اس ضمن میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت کے لئے جنگلوں، بیابانوں اور سمندروں کی مسافت طے کرنا ہے۔ان کے علم سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے ان کی صحبت اختیار کرنا ہے کیونکہ سیدنا خضر علیہ السلام کو اپنے رب کے ہاں ایک خصوصی مقام حاصل تھا۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَادَ مَرِيضًا اَوْ زَارَ اَخَالَهُ فِيْ قَرْيَةٍ نَادَاهُ مُنَادٍ اَنْ طِبْتَ وَ طَابَ مَمْشَاكَ وَ طَابَتْ لَكَ الْجَنَّةُ وَ اِلَّا قَالَ اللّٰهُ فِيْ مَلَكُوْتِ عَرْشِهٖ عَبْدٌ زَارَ

...یٌّ وَ عَلیٌّ قِرَاہُ فَلَمْ یَرْضَ لَہُ بِثَوَابٍ دُوْنَ الْجَنَّۃِ.

الجامع الترمذی، ٦٤ سنن ابن ماجه، الجنائز ٢

ترجمہ: جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی یا کسی گاؤں میں اپنے کسی بھائی کی زیارت کی۔ اسے ایک ندا دینے والے نے ندا دی۔ تیری زندگی مبارک ہو۔ تیرا چلنا مبارک ہو اور تجھے جنت مبارک ہو۔ وگرنہ اللہ ﷻ نے اپنے عرش کی بلندیوں میں ارشاد فرمایا:

ایک بندے نے میری خاطر زیارت کی۔ اس کی مہمان نوازی میرے ذمہ ہے۔ اللہ ﷻ اس کے لئے جنت کے علاوہ کسی جزا پر راضی نہیں ہوتا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِرِجَالِکُمْ فِی الْجَنَّۃِ ؟

قُلْنَا : بَلٰی ! یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ.

قَالَ: اَلنَّبِیُّ فِی الْجَنَّۃِ وَالصِّدِّیْقُ فِی الْجَنَّۃِ وَالرَّجُلُ یَزُوْرُ اَخَاہُ فِیْ نَاحِیَۃِ الْمِصْرِ لَا یَزُوْرُہٗ اِلَّا لِلّٰہِ فِی الْجَنَّۃِ .

ترجمہ: کیا میں تمہیں تمہارے جنتی مرد کی اطلاع نہ دوں؟

ہم نے عرض کی: کیوں نہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ!

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: نبی جنت میں ہے، صدیق جنت میں ہے۔ اور اللہ ﷻ کے لئے شہر کے ایک کنارے پر رہنے والے اپنے بھائی کی زیارت کرنے والا جنتی ہے۔

یہ مقام تو اپنے گاؤں میں رہنے والے بھائی کی اللہ ﷻ کے لئے زیارت کرنے کا ہے۔ تو کیسا مقام ہوگا اگر وہ محض اللہ ﷻ کی رضا کے کسی سفر کو اختیار کرے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ شَیَّعَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ

وَیَقُوْلُوْنَ اَللّٰھُمَّ کَمَا وَصَلَہٗ فِیْکَ فَصِلْہُ۔

ترجمہ : جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کی اس کے ساتھ اس کے لئے دعائیں کرتے اللہ تعالیٰ کے 70,000 فرشتے گئے وہ کہتے ہیں اے اللہ تعالیٰ! اس پر رحم فرما جس طرح اس نے تیرے لئے صلہ رحمی کی۔

دیکھیں! اللہ تعالیٰ کے لئے کسی کی زیارت کرنے کا کیا مقام ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے نبی اور صدیق کے بعد تیسرے مرتبہ پر جنت میں ملا دیا۔ اس کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے 70,000 فرشتے چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جس زیارت کا یہ صلہ ہے یہ اپنے مسلمان بھائی کی زیارت ہے۔

اس زمانہ میں آپ ایسے بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر اپنے بھائی کی زیارت نہیں کرتے۔ بالخصوص اگر ان کا وہ بھائی اپنی نیکی میں مشہور ہو۔ چاہے وہ ان کے پڑوس میں ہی ہو۔ یہ لوگ پیرس اور لندن میں رہنے والے اپنے کافر بھائی سے ملاقات کرتے ہیں۔ اگرچہ وہاں پہنچنے میں ان کو تکلیف اور مشقت ہی برداشت کرنی پڑے۔

وہ اس زیارت پر خوش ہوتا ہے۔ نازاں ہوتا ہے، اس کی مہمان نوازی پر شکر کناں رہتا ہے اور اپنی بقایا ساری زندگی اس کی مہربانی کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اس زیارت کا صلہ اسے ناراضی اور عذاب کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں اپنی پناہ عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ۔

موطا امام مالك، الشعر ١٦ مسند احمد بن حنبل، ٤:٢٨٦

ترجمہ : جو لوگ میری خاطر محبت کرتے ہیں، میری خاطر مجلس کرتے ہیں، میری خاطر

زیارت کرتے ہیں۔ میری خاطر خرچ کرتے ہیں ان کے لئے میری محبت واجب ہے۔

اس حدیث کو امام مالک نے اسنادِ صحیح کے ساتھ اپنے موطا میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِی الْجَنَّةِ غُرَفًا یُرٰی ظَوَاهِرُهَا مِنْ بَوَاطِنِهَا وَ بَوَاطِنُهَا مِنْ ظَوَاهِرِهَا اَعَدَّ هَا اللّٰهُ لِلْمُتَحَابِیْنَ فِیْهِ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیْهِ.

مسند احمد بن حنبل، ۲:۱۷۳

ترجمہ: جنت میں کچھ ایسے کمرے ہیں کہ ان کا باہر ان کے اندر سے نظر آتا ہے اور ان کا اندر ان کے باہر سے نظر آتا ہے یہ اللہ ﷻ نے ان لوگوں کے لئے تیار کئے ہیں جو اس کے لئے محبت کرتے ہیں اور اس کے لئے زیارت کرتے ہیں۔

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ رَجُلًا زَارَ اَخَالَهُ فِیْ قَرْیَةٍ اُخْرٰی فَاَرْصَدَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مَدْرَجَتِهٖ "یَعْنِیْ طَرِیْقِهٖ" مَلَکًا فَلَمَّا اَتٰی عَلَیْهِ

قَالَ: اَیْنَ تُرِیْدُ؟

قَالَ: اُرِیْدُ اَخًا فِیْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ

قَالَ: هَلْ لَکَ عَلَیْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُدُّهَا ؟

قَالَ: لَا غَیْرَ اَنِّیْ اُحِبُّهُ فِی اللّٰهِ

قَالَ: فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکَ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّکَ کَمَا اَحْبَبْتَهُ فِیْهِ

الصحیح للمسلم، البر ۳۸   مسند احمد بن حنبل، ۲:۲۹۲

ترجمہ: بے شک جب کوئی شخص کسی دوسرے شہر میں اپنے بھائی کی زیارت کو چلے اللہ ﷻ اس کے راستے میں ایک فرشتہ کو بھیجتا ہو۔ جب وہ فرشتہ اس کے پاس پہنچتا ہے۔

تو پوچھتا ہے: کہاں کا ارادہ ہے؟

وہ جواب دیتا ہے: میں اس شہر میں اپنے بھائی کی زیارت کو جارہا ہوں۔

فرشتہ پوچھتا ہے: کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے؟ جس کو تو لوٹانا چاہتا ہے۔

وہ بندہ جواب دیتا ہے: اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہوں۔

وہ فرشتہ کہتا ہے: پھر میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام رساں ہوں۔ بے شک جس طرح تو نے اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ سے محبت کی۔

پچھلی حدیث میں تھا۔ جس نے اپنے ہی شہر میں رہنے والے اور شہر کے کنارے رہنے والے اپنے بھائی کی زیارت کی، اس حدیث میں ہے جس نے دوسرے شہر میں رہنے والے بھائی کی زیارت کی۔

اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے بھائی کی زیارت کرنے کے بے شمار فضائل ہیں۔ جس قدر مشقت زیادہ اسی قدر اجر زیادہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں ایک فرشتہ کو بٹھایا۔ جو اسے اللہ تعالیٰ کی محبت کی بشارت دیتا ہے کیونکہ یہ اپنے بھائی سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہے۔

ہمارے علماء نے ارشاد فرمایا: اس حدیث میں فرشتہ کو دیکھنے کی بھی دلیل موجود ہے۔ یہ کیسے نہیں ہے حالانکہ فرشتہ نے زیارت کے لئے جانے والے کو فرمایا:

میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام رساں ہوں۔

اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ انبیاءِ کے علاوہ کسی پر فرشتے نازل نہیں ہوتے ہاں شریعت لے کر انبیاءِ کرام کے علاوہ کسی پر نہیں اترتے۔

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَادَ مَرِيْضًا اَوْ زَارَ اَخَالَهٗ نَادَاهُ مُنَادٍ:
اَنْ طِبْتَ وَ طَابَ مَمْشَاکَ وَ تَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا

الجامع الترمذی ، البر ٦٤ السنن ابن ماجه ، الجنائز ٢

ترجمہ : جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی یا اپنے بھائی کی زیارت کی، اسے ایک ندا کرنے والے نے ندا کی۔

تو سلامت رہے تیرا چلنا مبارک ہو، تو نے جنت میں اپنا گھر بنالیا۔

اسے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

پس مبارک ہے اس کے لئے جوان کی اللہ تعالیٰ کے لئے زیارت کرے۔ اور بربادی ہے اس کے لئے جوان سے دور رہے۔ اسے یقیناً اس راہ سے شیطان نے ہی روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے زیارت کسی نیک مرد کی ہی ہوسکتی ہے۔ لہذا جس شخص نے نیک لوگوں کی زیارت کی۔ وہ احادیث میں وارد تمام جزاؤں کا مستحق ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

رہی بات ان کی محبت کی ترغیب کی۔

سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

الصحیح البخاری ، الادب ٩٦ الصحیح للمسلم ، البر ٦٥

ترجمہ : آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس نے محبت کی۔

ایک روایت میں ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ

الصحیح البخاری ، الادب ٩٦

ترجمہ: ایک آدمی ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے حالانکہ وہ ابھی ان سے ملا نہیں ہوتا۔

پھر ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.

ترجمہ: آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس نے محبت کی۔

الصحیح البخاری ، الادب ٩٦ الصحیح للمسلم ، البر ٦٥

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : مَتَی السَّاعَۃُ ؟

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : مَا اَعْدَدْتَ لَھَا ؟

قال : حُبُّ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ

قَالَ : اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ.

الصحیح البخاری فضائل ، ٦ الصحیح للمسلم ، البر ٥٠

ترجمہ: ایک اعرابی نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی: قیامت کب آئے گی؟

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: تو نے قیامت کے کیا تیار کیا ہے؟۔

اعرابی نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔

حدیث اعرابی کی ایک دوسری روایت ہے۔

مَا اَعْدَدْتُ لَھَا لَا کَثِیْرَ صَلٰوۃٍ وَلَا صِیَامٍ وَلَا صَدَقَۃٍ اِنَّمَا اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ.

فَقَالَ لَہٗ صلی اللہ علیہ وسلم : اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ.

الصحیح للمسلم ، البر ١٦٤

ترجمہ: میں نے اس کے لئے زیادہ نمازیں، روزے اور صدقہ تو تیار نہیں کئے۔ میں بے شک اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا:

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا، جس کے ساتھ اس نے محبت کی۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! کَیْفَ تَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ یَلْحَقْ بِهِمْ.

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.

الصحیح البخاری، الادب ۹۶ الصحیح المسلم، البر ۱۶۵

ترجمہ: ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: آپ اس شخص کے بارے کیا ارشاد فرماتے ہیں جو ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جن کو وہ ملا نہیں ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا، جس سے اس نے محبت کی۔

اہل اسلام نیک لوگوں کی محبت میں کیوں نہ گریں۔ جب کہ یہ احادیث ان سے محبت کرنے والوں کو ابدی کامیابی اور سرمدی عزت کی خوشخبری دے رہی ہیں۔

رہی بات ان کی صحبت اور مجلس کی ترغیب میں تو اللہ ﷻ نے خود تاجدارِ کائنات ﷺ سے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْهُمْ ج تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ج وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَکَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴾

القرآن الحکیم الکهف ۱۸:۲۸

ترجمہ: اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیے جو اپنے رب کو صبح شام پکارتے

ہیں۔اس کی رضا کے طلبگار ہیں اور آپ کی نگاہیں انؐ سے نہ ہٹیں۔کیا آپ دنیوی زندگی کی زینت چاہتے ہیں؟اور اس (بدنصیب) کی پیروی نہ کیجیے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔

اس کے بعد ان کی صحبت سے پیچھے رہنے کی کونسی خبر باقی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی خیر الخلق ﷺ کے لئے وصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اصحابِ صفہ کے ساتھ خود کو روکے رکھیں۔

سبحان الله! یہ کیسا شرف ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا۔

جب یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کو وصیت ہے کہ وہ خود کو ان کے ساتھ روکے رکھیں تو ہماری حالت کیا ہوگی حالانکہ ہمیں تو اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم خود کو ان کے پاس روکے رکھیں۔اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ہمیں اپنی فرماں برداری کی توفیق عطا فرمائے گا۔ان کی مجلس کی وجہ سے ہمارے دلوں کی سختی دور ہوگی۔اللہ تعالیٰ ان کے زمرہ میں ہمیں اٹھائے گا اور ان کے ساتھ ہمیں ملائے گا۔

اگر اللہ تعالیٰ ان کو وصیت فرماتا کہ وہ آپ خود کو تاجدارِ کائنات ﷺ کے ساتھ روکے رکھیں تو یہ بھی ان کے لئے عظیم شرف تھا۔مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ اعظم کی طرف وحی کی کہ وہ خود کو ان کے ساتھ روکے رکھیں۔یہ ان کے لئے اس سے کہیں زیادہ بڑا شرف اور کہیں زیادہ عظیم فضیلت ہے۔

اسی قبیل سے ہے جس کو سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ.

سنن ابو داؤد، ادب ۱۶ — الجامع الترمذی، الزھد ۴۵

ترجمہ: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔تمہیں دیکھنا چاہیئے کہ کس کے ساتھ

دوستی کرتے ہوں۔

یہ حدیث صحیح ہے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ

السنن ابو داؤد، الادب ١٦ الجامع الترمذی، الزھد ٥٦

ترجمہ: مومن کے علاوہ کسی کی مصاحبت نہ کر اور پاک کے علاوہ کسی چیز کو نہ کھا۔

جس شخص کا کھانا تاجدارِ کائنات ﷺ نے تناول فرمایا اس کے لئے دعا فرمائی۔ اور اسے اس کے لئے بدلہ بنا دیا۔

أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَافْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ.

الدارمی، الصوم ٥١ سنن ابن ماجہ، الصیام ٤٥

ترجمہ: تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور تمہارے پاس روزہ دار روزہ کھولیں۔

اس دعا میں نیک لوگوں کی صحبت میں عظیم شرف ہے اور ان کی شان کی بلندی کا اظہار ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ ان نیک لوگوں کا کسی کے گھر بیٹھ کر کھانا کھانا عظیم برکت ہے۔ نیک لوگوں کی صحبت پر اُبھارنے کے لئے یہی کافی ہے۔ جو شخص اس بات میں غور کرے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک لوگوں کا شرف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کس قدر شان ہے اس کے یہ کافی ہے کہ اصحاب کہف کی سنگت کی وجہ سے ان کی کتے کو بھی جنت مل گئی۔ تو کیا مسلمان ان کی صحبت سے دنیا اور آخرت میں محروم رہے گا۔ ایسا ہرگز نہیں۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز کتے سے حقیر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دعا کرانا۔

سیدنا اسیر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

سیدنا ابنِ جابر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

جب آپ کے پاس یمن کے لوگ آئے۔ آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم میں اویس بن عامر ہیں۔ جب اویس بن عامر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

میں نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اِمْدَادِ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَءَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بِرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ.

الصحیح للمسلم ، فضائل الصحابۃ ۲۲۵

ترجمہ: تمہارے پاس اہل یمن کے ساتھ اویس بن عامر آئیں گے۔ وہ مراد اور پھر قرن سے ہیں۔ ان کو برص تھا جو ایک درہم کی مقدار کے علاوہ ٹھیک ہو گیا۔ ان کی والدہ ہے جس کے ساتھ ان کا حسنِ سلوک ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کچھ کہہ دیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا کر دے۔ اگر ممکن ہو تو ان سے اپنے لئے بخشش کی دعا کروانا۔ لہٰذا آپ میرے لئے بخشش کی دعا فرمائیں تو سیدنا اویس بن عامر نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے بخشش کی دعا فرمائی۔

ایک اور روایت میں ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

میں نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا:

اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْس لَهٗ وَالِدَةٌ وَ كَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ.

الصحیح للمسلم ، فضائل الصحابۃ ۲۲۵

ترجمہ: تابعین میں سے بہترین شخص ایک مرد ہے جس کا نام اویس بن عامر ہے۔ ان کی والدہ ہیں ان کے بدن پر سفید نشان ہیں۔ ان سے کہنا کہ وہ تمہارے

لئے بخشش کی دعا کریں۔

پہلی حدیث میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ترغیب ہے کہ وہ سیدنا اویس بن عامر سے دعا کروائیں۔ دوسری حدیث میں تمام صحابہ کو حکم ہے کہ وہ سیدنا اویس بن عامر سے دعا کروائیں۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اپنے صحابۂ کرام کو جو انبیاء کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ہیں، کو حکم فرمایا کہ اس نیک شخص سے دعا کروائیں اور ان سے برکت حاصل کریں۔

یہ عظیم ترین لوگ ہیں جن کی زیارت کے لئے بڑے علماء بھی جاتے ہیں۔ ان کے فیض سے شادکام ہوتے ہیں اور ان سے دعا کرواتے ہیں۔ کمالِ ادب کے ساتھ ان کی مجلس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا خضر علیہ السلام کے واقعہ میں یہ ادب سکھایا۔ میں نے اس طرح کا ادب خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو صفحات کی وسعتوں میں نہیں آسکتا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اسی قبیل سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

میں نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی اجازت طلب کی آپ نے اجازت عطا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا:

لَا تَنْسَانَا یَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِکَ

ابو داؤد، الوتر ۲۴ الجامع الترمذی، الدعوات ۱۰۹

سنن ابن ماجہ، المناسک ۵

ترجمہ: اے میرے پیارے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھلانا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

فَقَالَ کَلِمَۃً مَا یَسُرُّنِیُ اَنْ لِیُ بِھَا الدُّنُیَا

ترجمہ : یہ ایسا ایمان افروز فرمان تھا جس کے بدلے میں ساری دنیا بھی مجھے خوش نہیں کر سکتی۔

ایک روایت میں ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَشُرِکُنَا یَا اُخَیَّ فِیُ دُعَائِکَ

ترجمہ : اے میرے پیارے بھائی! اپنی دعاؤں میں ہمیں شریک رکھنا۔

یہ حدیث صحیح ہے۔

السنن ابو داوٗد، الوتر ٦ الجامع الترمذی، الدعوات ١٠٩

ابن ماجہ، مناسک ٥

یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کا اپنی امت کو ارشاد ہے کہ وہ صالحین سے دعاؤں کی درخواست کریں اس حق کے بعد تو گمراہی ہی ہے۔ اہل ایمان کو چاہیئے کہ وہ کثرت سے لوگوں سے اپنے لئے دعائیں کروائیں۔

اولیاءِ کرام اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اسی طرح پوشیدہ ہیں جس طرح رمضان میں لیلۃ القدر پوشیدہ ہے اور قبولیت کی گھڑی جمعہ کے دن پوشیدہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں پوشیدہ موتیوں کی طرح ہیں۔

لَیُسَ الُخُمُوُلُ بِعَارٍ عَلٰی امُرِیءٍ ذِیُ جَلَالٍ

فَلَیُلَۃُ الُقَدُرِ تُخُفِیُ وَ تِلُکَ خَیُرُ اللَّیَالِیُ

ترجمہ : پوشیدگی، عزت والے شخص کے لئے ہرگز شرمندگی نہیں ہے

لیلۃ القدر بہترین رات ہے مگر وہ پوشیدہ ہے۔

بہت سارے بکھرے ہوئے بالوں والے گرد آلود لوگ ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کچھ کہہ دیں تو اللہ عزوجل اسے ضرور پورا کردے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے کثرت سے لوگوں سے دعا کروانے کا حکم دیا۔

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اِسْتَکْثِرِ النَّاسَ مِنْ دُعَاءِ الْخَیْرِ لَکَ فَاِنَّ الْعَبْدَ لَا یَدْرِیْ عَلٰی لِسَانِ مَنْ یُّسْتَجَابُ لَهٗ اَوْ یُرْحَمْ.

کنز العمال، ۳۱۸۸ موطا امام مالك،

ترجمہ: لوگوں سے اپنے لئے کثرت سے اچھی دعائیں کروایا کرو۔ بندہ نہیں جانتا کہ کس کی دعا اس کی حق میں قبول کی جائے۔ یا کس کی دعا کی وجہ سے اس پر رحم کیا جائے۔

یہ دلائل اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ نیک لوگوں سے اپنے لئے دعا کروانی چاہیے یہ اللہ عزوجل کی طرف سے قربت کا ذریعہ ہے اور ہرگز شرک نہیں ہے۔

آٹھویں فصل

فوت شدگان مسلمانوں کی زیارت

فوت شدگان مسلمانوں کی زیارت

اہلِ ایمان، انبیاءِ کرام اور رسل عظام کی قبور کی زیارت کرنا اجماعاً مستحب ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلا فَزُوْرُوْهَا.

الصحيح للمسلم ، الجنائز ١٠٦ ابنِ ماجه ، زيارة القبور ١٥٧١

ترجمہ: میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا۔ اب ان کی زیارت کیا کرو۔

سلیمان بن بُردہ اسلمی سے روایت ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُ اَصْحَابَهُ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ كَيْفَ يَقُوْلُوْنَ

الصحيح للمسلم ، الجنائز ٤ ابنِ ماجه ، الجنائز ٣٦

مسنداحمد بن حنبل ٢: ٣٧٥

ترجمہ: تاجدارِ کائنات ﷺ اپنے صحابۂ کرام کو تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو کیا کہیں۔

اس حدیث میں مطلقاً زیارتِ قبور کے جواز پر دلیل ہے۔

زیارتِ قبور کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم ۔ اکابر زندہ لوگوں کا اکابر فوت شدگان کی زیارت کرنا۔ اکابر زندہ لوگوں نے اکابر فوت شدگان کا ادب اور ان کی قبور کے پاس دعا کا التزام کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے معراج کی رات انبیاءِ کرام کی ان کی قبور میں زیارت کی ہے جبرائیل علیہ السلام آپ کے پیش رو تھے اور وہ آپ کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ وہ سواری سے اترنے کی درخواست کرتے تھے اور انبیاءِ کرام کی قبروں کے پاس دعا کی درخواست کرتے تھے۔

قبر کے پاس اپنے ساتھی کے ساتھ اترنا ادب اور تواضع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے ساتھ تواضع سے پیش آنا اللہ تعالیٰ سے ہی تواضع کرنا ہے۔ اور ان کی قبور کے

پاس دعا کرنا نیکی کی مہلت کو غنیمت جاننا ہے تا کہ اس کو فوت نہ کر دیا جائے۔

یہ قبولیت کے تحقق کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ اللہ ﷻ کے رحمت کے جھونکوں میں سے ایک جھونکا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام اس کی طرف راہنمائی کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ دوبارہ اس کا موقعہ نہ ملتا۔ اس کی طرف جبرائیل علیہ السلام اللہ ﷻ کے حکم سے ہی راہنمائی کرتے تھے۔ یہ صالحین کی قبور کا ادب کرنے اور ان کے پاس دعا کرنے کی دلیل ہے اور اس امر پر بھی دلیل ہے کہ وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

خاتون جنت سیدہ فاطمة الزہراء رضی اللہ عنہا ہر جمعہ سیدنا حمزہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں۔

سیدنا امام شافعی نے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کی قبر کی زیارت کی اور ان کے ادب کی وجہ سے وہاں صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھی کیونکہ امام اعظم کے مذہب میں اس کا پڑھنا منقول نہ تھا۔ اسی طرح اکابر لوگوں کی قبور کا ادب کرنا چاہیئے۔ جب بھی امام شافعی سیدنا امام اعظم کی قبر کی زیارت کرتے۔ قبر کے قریب دعا کرتے تھے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کی پیروی میں اپنی حاجات کے پورا ہونے کے لئے اللہ ﷻ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرتے تھے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے جبرائیل امین علیہ السلام کی عرضداشت پر انبیاءِ کرام کی قبروں کے پاس دعا فرمائی تھی۔ سلف صالحین، تاجدارِ کائنات ﷺ اور جبرائیلِ امین علیہ السلام اسی طریق پر تھے۔

دوسری قسم: اکابر زندہ لوگوں کا خود سے کم درجہ والوں کی قبروں کا زیارت کرنا۔

جیسے تاجدارِ کائنات ﷺ کا عام اہل ایمان کی قبروں کی زیارت کرنا۔ اکابر جب اصاغر کی قبور کی زیارت کریں اور ان کے لئے دعا فرمائیں تو اطاعت گزاروں کے درجات بلند ہو جاتے ہیں اور گنہگاروں پر رحمت ہوتی ہے۔ اکابر کی ان کے لئے بخشش کی

دعا کو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ ہر رات آخری حصہ میں **جنت البقیع** تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے:

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ........ پھر ان کے لئے دعائے خیر فرماتے تھے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کا فوت شدگان کی زیارت کرنا جواز اور آپ کی سنت کا بیان ہے۔ سلام دینے میں یہ بتلانا ہے کہ وہ زندہ ہیں خود پر کئے گئے سلام کو سنتے ہیں۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کا دعا فرمانا فرماں بردار کے لئے درجات کی بلندی کا باعث ہے اور گنہگار کے لئے رحمت اور بخشش کا ذریعہ ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کا قبرسان میں جانا اور ان کے لئے دعا فرمانا نفع مند نہ ہوتا تو آپ ہرگز ایسا نہ فرماتے کیونکہ آپ کے افعال کریمہ عبث ہونے سے پاک ہوتے ہیں۔ آپ کے افعال طیبہ امت کے لئے وجہ جواز اور فائدہ مند ہوتے ہیں۔/

تاجدارِ کائنات ﷺ دو قبروں پر سے گزرے اور ارشاد فرمایا:

ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ان دونوں کو (ان کے گمان میں) کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر ایک سبز کھجور کے درخت سے ایک شاخ توڑ کر دونوں قبروں پر رکھی اور ارشاد فرمایا:

اِنَّہٗ لَیُخَفَّفُ عَنْھُمَا مِنَ الْعَذَابِ مَا لَمْ یَیْبِسَا.

الصحیح البخاری ، ۱۳۷۸ الصحیح للمسلم ، ۲۹۲

ترجمہ : جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوتیں ان سے عذاب ہلکا کردیں گی۔

ان دو مسلمانوں کی قبروں کے قریب سے تاجدارِ کائنات ﷺ کے گذرنے کی برکت سے، اللہ تعالیٰ کا ان دونوں کے حال کی اطلاع دینا، ان کے عذاب کا سبب بتانا، سبز ٹہنیاں رکھ کر ان کی تکلیف دور کرنے کی دوا کرنا اور ان کے غم کو دور کرنا۔

امام ابنِ حجر عسقلانی نے فتح الباری میں نقل فرمایا ہے۔

وہ دو کافروں کی قبریں تھیں۔

اھدل نے افادۃ الطلاب میں ان سے نقل کیا ہے۔

کافروں پر عذاب کے ہلکا ہونے میں راز یہ تھا کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو وہاں رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ دونوں سبز شاخیں جب تک تر رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہیں گی۔

اگر وہ دونوں مسلمان ہوں تو پھر اور بھی زیادہ فائدہ ہوگا۔ ان دونوں قبروں پر دونوں شاخوں کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی برکت ہمیشہ رہے گی۔ اس کی برکات بڑھتی رہیں گی۔ ان شاخوں کے خشک ہونے پر یہ برکات ختم نہیں ہوں گی بلکہ صرف ذکر ختم ہوگا۔ پھر تاجدارِ کائنات ﷺ کی شفاعت سے عذاب اُٹھ جائے گا۔ اہل اسلام سے وہ شخص کامیاب ہو جائے گا۔

ایک سیاہ رنگ خاتون تھی جو مسجد نبوی کی صفائی کرتی تھی ۔ وہ فوت ہوئی ۔ مسلمانوں نے اس کی نمازِ جنازہ ادا کی اور رات کے وقت اسے دفن کر دیا۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کا گذر اس قبر کے قریب سے ہوا۔ آپ نے اس خاتون کا اچھا حال دیکھا۔

ارشاد فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟

صحابۂ کرام نے عرض کی: یہ اس سیاہ رنگ خاتون کی قبر ہے جو مسجد کی صفائی کرتی تھی۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے دفن کرتے وقت تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے وہاں اس کی قبر کے قریب دعا فرمائی۔ پھر صحابۂ کرام کو فرمایا۔

میں نے اس خاتون سے پوچھا: کس حال میں ہو؟

اس خاتون نے عرض کی: اچھے حال میں۔

پھر پوچھا: تم نے کس عمل کو سب سے افضل پایا۔

اس نے عرض کی: مسجد کی صفائی۔

یہ اس خاتون کے حال کے مطابق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے جو اس خاتون نے دیکھا۔

اسی طرح بڑے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے سے چھوٹوں کی قبروں کی زیارت کو جائیں۔ اگر وہ اہلِ کشف سے ہوں گے تو بسا اوقات اللہ تعالیٰ فوت شدہ لوگوں کے احوال پر ان کو آگاہ فرمادے گا اور وہ ان کے لئے دعا فرمادیں گے۔ اگر یہ فوت شدہ لوگ گناہ گار ہوئے تو ان کا عذاب ہلکا ہوجائے گا۔ جیسے وہ دو قبروں والے تھے جن کا ذکر پہلے گذرا۔ اگر وہ نیک ہوئے تو ان کا درجہ بڑھ جائے گا۔ جیسے وہ سیاہ خاتون تھی۔

تاجدارِ کائنات ﷺ ہر سال کے آخر میں شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔ وہ اگرچہ شہداء ہیں۔ ان کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ لیکن تاجدارِ کائنات ﷺ کا ان کی قبروں پر تشریف لے جانا اور ان کے لئے دعا فرمانا ان کے درجات کی زیادتی کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے زائرین کے نفع سے ہمیں شاد کام فرمائے۔

تیسری قسم: عام زندہ اہلِ ایمان کی عام فوت شدہ اہل ایمان کی زیارت کرنا۔

اس سے پہلے تاجدارِ کائنات ﷺ کا یہ فرمان گذرا۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ آلا فَزُوْرُوْهَا.

الصحيح للمسلم، الجنائز ١٠٦ — ابنِ ماجه، زيارة القبور ١٥٧١

ترجمہ: میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا۔ ہاں ان کی زیارت کیا کرو۔

سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ آلا فَزُوْرُوْهَا.

الصحیح المسلم ، الجنائز ١٠٦ ابنِ ماجه ، زیارة القبور ١٥٧١

ترجمہ : میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا۔ ہاں ان کی زیارت کیا کرو۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کو ان کی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی۔

ان کی زیارت کیا کرو۔ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔

ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے

الجامع الترمذی ، الجنائز ٦٠

صحیحین میں یہ حدیث پاک سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

الصحیح للمسلم ، الجنائز ١٠٦ التاریخ الکبیر للبخاری ، ٢٨٧:٢۔٢٤٧:٦

مستدرك للحاكم ، ٣٧٦:١ كنز العمال ، ٤٢٥٥٥

الصحیح البخاری ، مسند الربیع بن حبیب ، ٢٣:٢

اہل ایمان زندوں کی اہل ایمان فوت شدگان کی قبروں کی زیارت کے دو فائدے ہیں۔

ایک بِنفسِہٖ زیارت کرنے والے کو فائدہ ہے۔

اس کے لئے عبرت ہے اور اسے آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔ کیونکہ اسے بھی اسی طرف جانا ہے جس کی طرف وہ چلے گئے اور اسے بھی ان چیزوں کو چھوڑنا ہے جسے انہوں نے چھوڑا ہے۔ اور انہیں بھی اس سے ملاقات کرنی ہے جس سے انہوں نے ملاقات کی ہے۔ خیر ہو یا شر۔

فوت شدہ کا فائدہ زندہ لوگوں کی ان کے لئے دعا کرنا ہے۔ ان کے لئے گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے۔

اللہ ﷻ قبر میں داخل ہوتے ہی اہل ایمان کو خوش خبری دیتا ہے کہ جو اس کے لئے استغفار کرے گا اللہ ﷻ اسے قبول فرمائے گا۔

جس طرح سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک میں قریب ہی گزرا۔ فائدہ کی

تکمیل کرتے ہوئے یہاں ہم اس کو دوبارہ ذکر کریں گے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ مَا یُبَشَّرُ بِهِ الْمُؤْمِنُ فِیْ قَبْرِهٖ اَنْ یُّقَالَ : اَبْشِرْ بِرِضَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْجَنَّةِ، قَدِمْتَ خَیْرَ مَقْدَمٍ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لِمَنْ شَیَّعَکَ اِلٰی قَبْرِکَ وَ صَدَّقَ مَنْ شَهِدَ لَکَ وَاسْتَجَابَ لِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَکَ .

الدر المنثور ، ۲۳۹:۶

ترجمہ : اہل ایمان کو سب سے پہلے قبر میں یہ بشارت دی جاتی ہے کہ اسے کہا جاتا ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوش خبری ہو۔ خوش آمدید۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بھی معاف کردیا ہے اور ہر اس شخص کو جو تجھے قبر تک لایا ہے۔ اور جنہوں نے تیری نیکی کی شہادت دی ہے اس کی تصدیق کی گئی ہے اور جس نے تیری بخشش کی دعا کی اس کی دعا کو قبول کرلیا گیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے خود اپنے صحابۂ کرام کو تعلیم دی کہ جب وہ قبرستان جائیں تو فوت شدگان کے لئے کس طرح دعا کریں۔

یہ امر بہت بڑی دلیل ہے کہ قبور کی زیارت کرنا مشروع ہے۔ اس پر تاجدارِ کائنات ﷺ کے صریح دلائل ہم نے پیچھے ذکر کئے۔

ان فوت شدہ اہل ایمان کے لئے دعا کرنا مستحب ہے۔ اس میں ان کے لئے فائدہ ہے۔ اگر اس میں ان کا فائدہ نہ ہوتا تو تاجدارِ کائنات ﷺ کبھی بھی ان کے لئے دعا کا حکم نہ دیتے۔

مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ جب اس کا گزر مسلمانوں کے قبرستان سے ہوتو ان کے ادب اور احترام کے لئے اپنے دونوں جوتے اتار دے۔

رہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تو ان کی قبروں پر جوتوں سمیت مذاقاً گزرنا کفر ہے اگر ازروئے مذاق نہ ہو تو حرام ہے۔

سنت نبوی نے ہمارے لئے واضح کر دیا کہ مبارک جگہوں پر اللہ ﷻ سے دعا ان لوگوں کی برکت سے قبول ہو جاتی ہے۔

مکان مکین کی وجہ سے بابرکت ہو جاتا ہے.......... یہ قاعدہ کلیہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبر اقدس سب جگہوں سے افضل ہے۔آپ کی قبر اقدس کے پاس دعا کرنا اور آپ کے مقام کے پاس ادب، عظمت اور عزت واحترام کی وجہ سے دعا کرنا افضل ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی پیدائش کی جگہ دعا کرنا افضل اور سیدنا موسی علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کرام کی قبروں کے پاس دعا کرنے کی نسبت قبولیت کے بہت زیادہ قریب ہے۔ مکۃ المکرمہ میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی پیدائش کی جگہ سیدنا عیسی علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ سے افضل ہے۔

نویں فصل

گنبد خضراء کی زیارت

گنبد خضراء کی زیارت

تاجدارِ کائنات کی قبرِ اقدس کی زیارت کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں سب سے بڑھ کر قریب کرنے والی ہے۔ صحابۂ کرام اور ان کے بعد سلف اور خلف سبھی نے یہ شرف حاصل کیا۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبرانور کی زیارت کے مستحب ہونے پر اجماع منعقد ہے۔ اس کی فضیلت اور ترغیب میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔

امام سبکی نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبرانور کی زیارت پر قولی اور عملی اجماع کو بیان کیا ہے اس امر پر آئمۂ کرام کا کلام وارد کیا ہے۔ اور آپ نے کتاب، سنت، اجماع اور قیاس کے دلائل سے اس کا نیکی ہونا بیان کیا ہے۔

علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا:

قبرانور کی زیارت کی مشروعیت کی اس قدر تاکید ہے کہ یہ وجوب کے قریب ہے۔ بعض علماءِ کرام نے تو اسے واجب ہی قرار دیا ہے۔

امام ابنِ حجر نے ارشاد فرمایا:

امام سبکی نے کس قدر بھلی بات کی ہے۔ قبرِ انور کی زیارت کا نیکی ہونا دین سے بدیہی طور پر معلوم ہے۔ اس کے انکار والے کی تکفیر کی جائے گی۔

قبرانور کی زیارت پر قرآنِ حکیم سے دلائل۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا:

۞ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۞

القرآن الحکیم النساء ٤: ٦٤

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جب اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کے پاس حاضر ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے نیز ان کے لئے رسول (کریم) بھی مغفرت طلب کرتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا، نہایت رحم کرنے والا پاتے۔

اس آیتِ کریمہ میں بارگاہِ رسالت کی حاضری، وہاں استغفار کرنے اور تاجدار کائنات ﷺ سے استغفار کرانے کی ترغیب ہے۔ یہ رتبہ وصال سے ختم ہونے والا نہیں ہے۔ آپ کو اللہ ﷻ کی طرف سے تمام اہل ایمان کے لئے استغفار کرنے کا حکم ہے۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ﴾

القرآن الحکیم محمد ۱۹:۴۷

ترجمہ: نیز مومن مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت طلب کریں۔

جب بارگاہِ رسالت کی حاضری ہوگی۔ ان کے لئے استغفار ہوگا تو توبہ اور رحمت کو واجب کرنے والے تمام امور پورے ہوں گے۔

اِسْتَغْفَرَ لَهُمْ، جَآءُوْكَ پر معطوف ہے۔ یہ اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کا استغفار ان کے استغفار کے بعد ہو۔ ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ جب آپ کے وصال کے بعد آپ ﷺ پر آپ کے غلاموں کے اعمال پیش کئے جائیں گے تو استغفار نہیں فرمائیں گے۔ یہ بات آپ ﷺ کی کمالِ رحمت سے یقینی طور پر معلوم ہے کہ جب کوئی شخص آپ کی بارگاہ میں اپنے رب سے استغفار کرتا ہوا آئے گا تو آپ ہرگز اسے نظرانداز نہیں کریں گے۔

یہ کیسے ممکن ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَيُحَدَّثُ لَكُمْ وَمَوْتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ اَعْمَالُكُمْ فَاِنْ وَجَدْتُ خَيْرًا حَمِدْتُ اللهَ وَاِنْ وَجَدْتُ شَرًّا اسْتَغْفَرْتُ لَكُمْ.

الطبقات الکبری، ۲:۲:۲ اتحاف السادۃ المتقین، ۹:۱۷۶۔۱۷۷

کنز العمال، ۳۱۹۰۳ المطالب العالیہ لابن حجر، ۳۸۵۳

الحاوی للفتاوی، ۲:۳ البدایہ والنہایہ، ۵:۲۷۵ الکامل فی الضعفاء

لابن عدی،۳:۹٤٥ کشف الخفا للعجلونی ، ٢:٤٤٢

مناهل الصفا ، ٣ مجمع الزوائد ، ٩:٢٤ مسند بزار ،

ترجمہ : میری زندگی بھی تمہاری لئے خیر ہے تم باتیں کرتے ہو اور تم سے باتیں کی جاتی ہیں۔ میرا وصال بھی تمہارے لئے خیر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے۔ اگر میں نے ان کو اچھا پایا تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور اگر میں نے انہیں برا پایا تو تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

اسے ابنِ سعد اور بزار نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اسے قاضی اسمعیل اور حارث نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ وصال کے بعد جب ان پر ہمارے اعمال پیش کئے جائیں گے تو ہمارے لئے استغفار فرمائیں گے چاہے ہم زمین کے آخری کنارے پر ہوں۔ تو کیا جو حاضری کے لئے آپ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو اس کے لئے استغفار نہیں فرمائیں گے۔

امام سمہودی نے وفاء الوفاء میں ارشاد فرمایا:

علماءِ کرام نے اس آیتِ کریمہ سے عموم سمجھا ہے۔ دونوں حالتیں وصال او زندگی۔

انہوں نے اس امر کو مستحب کہا کہ جو آپ کی قبرِ انور پر حاضر ہو وہ اس آیت کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ اسی ضمن میں ایک اعرابی کی حکایت ہے جسے امام عتبی سے بہت سارے آئمہ نے نقل کیا ہے۔ ان کا نام محمد بن عبداللہ بن عمرو ہے۔ انہوں نے ابنِ عیینہ کا زمانہ پایا اور ان سے روایت کی ہے۔ یہ حکایت مشہور ہے۔ اسے تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسکِ حج میں ذکر فرمایا ہے، اسے مستحسن خیال کیا ہے اور زائر کے ادب سے جانا ہے۔

اسے ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

ابن جوزی نے مثیر الغرام الساکن میں اور ان کے علاوہ بھی اپنی اسانید

سے ذکر کیا ہے یہ سند محمد بن حرب الھلالی تک جاتی ہے۔

انہوں نے ارشاد فرمایا:

میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا۔قبر انور کی حاضری نصیب ہوئی۔ میں نے زیارت کا شرف حاصل کیا اور اس کی ایک طرف بیٹھ گیا۔

ایک اعرابی آیا۔اس نے زیارت کی۔ پھر عرض کرنے لگا۔

اے رسولوں میں سب سے بہتر! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل فرمائی۔

اس میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَر لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴾

وَاِنِّیْ جِئْتُکَ مُسْتَغْفِرًا رَّبَّکَ مِنْ ذُنُوْبِیْ مُسْتَشْفِعًا بِکَ .

وَ فِیْ رِوَایَۃٍ……

وَ قَدْ جِئْتُکَ مُسْتَغْفِرًا مِنْ ذَنْبِیْ مُسْتَشْفِعًا بِکَ اِلٰی رَبِّیْ ثُمَّ بَکٰی وَ اَنْشَأَ یَقُوْلُ

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمَہ فَطَابَ مِنْ طِیْبِھِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَم

نَفْسِیَ الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ فِیْہِ الْعَفَافُ وَ فِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَم

ترجمہ : اور اگر یہ لوگ جب اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کے پاس حاضر ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے نیز ان کے لئے رسول (کریم) بھی مغفرت طلب کرتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا پاتے۔

میں آپ کی بارگاہِ اقدس میں آپ کی شفاعت طلب کرتے ہوئے آپ کے رب سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہوئے آیا ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے۔

میں اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہوئے ، اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کی

شفاعت طلب کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔

پھر وہ اعرابی رویا اور یہ اشعار پڑھنے لگا۔

اے دفن ہونے والوں میں سب سے عظیم

آپ کی خوشبو سے قاع اور اکم مہک اُٹھے ہیں

میری جان اس قبر پر قربان ہو جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔

اس میں پاکیزگی ہے۔اس میں سخاوت ہے۔اس میں کرم ہے۔

اس کے بعد اس نے استغفار کیا اور چلا گیا۔

میں (عتبی) سو گیا۔خوب میں مجھے تاجدارِ کائنات ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔آپ ارشاد فرما رہے تھے۔

اِلْحَقِ الرَّجُل وَ بَشِّرْهُ بِاَنَّ اللّٰه غفرلهٗ بِشَفَاعَتِیْ ۔

ترجمہ: اس شخص کو مل اور اسے بشارت دے کہ اللہ ﷻ نے اسے میری شفاعت کی وجہ سے بخش دیا ہے

میں بیدار ہوا۔اس اعرابی کو تلاش کیا مگر وہ مجھے نہ ملا۔

الدرة الثمينة ، ٢٢٤

میں کہتا ہوں بلکہ حافظ **ابو عبداللّٰہ محمد بن موسی النعمان** نے اپنی کتاب **مصباح الظلام** میں کہا:

حافظ **ابو سعید سمعانی** نے اس حکایت کو **سیدنا علی المرتضی** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

تاجدارِ کائنات کو دفن کئے ہوئے تین دن گذرے تھے۔ایک اعرابی آیا۔اس نے خود کو تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبر انور پر گرایا۔قبر انور کی مٹی کو اپنے سر میں ڈالا۔پھر عرض کرنے لگا۔

اے اللہ ﷻ کے رسول!

ہم نے آپ کا فرمان سنا اسے اللہ ﷻ سے محفوظ کیا۔ آپ سے محفوظ نہیں کیا۔

آپ پر نازل کیا گیا۔

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾

وَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ وَ جِئْتُكَ تَسْتَغْفِرُلِىْ فَنُوْدِىَ مِنَ الْقَبْرِ اَنَّهٗ قَدْ غُفِرَ لَكَ

ترجمہ: میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب آپ کی بارگاہ میں استغفار کرتے ہوئے حاضر ہوں۔

اس اعرابی کو قبر سے آواز آئی۔ بے شک تجھے بخش دیا گیا ہے۔

تفسیر ابن کثیر، ۲:۰ ٦ ۹

ابو الحسن علی بن ابراهیم بن عبد الله الکرخی نے علی بن محمد بن علی سے بھی روایت کیا ہے۔

ہم سے احمد بن محمد بن الھیثم الطائی نے بیان کیا ہے۔

مجھ سے میرے والدِ گرامی نے، انہوں نے سلمہ بن کھیل سے، انہوں نے ابنِ صادق سے، اور انہوں نے علی بن ابی طالب ﷛ سے یہ روایت کیا ہے۔

اس کے بعد وہی ذکر کیا جو امام سمہودی نے نقل کیا ہے۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْ م بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:۱۰۰

ترجمہ: اور جو شخص اپنے گھر سے ہجرت کرکے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف نکلے پھر اس کو (راہ میں) موت آ لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا۔

جس شخص کے پاس معمولی سا بھی علمی ذوق ہے۔اس کے لئے شک نہیں ہے کہ جو شخص تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبرانور کی زیارت کے لئے گھر سے نکلے گا اس پر یہ بات سچی ہو گی کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی ہے۔کیونکہ یہ زیارت اس شخص کی محبة فی اللہ کے لئے ہی ہے۔تاجدارِ کائنات ﷺ کے ہم پر واجب حقوق اور عظیم احسان ہیں۔اس لئے بھی کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبرانور کی وصال کے بعد زیارت ایسے ہی ہے جیسے آپ کی زندگی میں زیارت تھی۔ آنے والی احادیث کی نص کی شہادت اس پر موجود ہے۔ان احادیث کا ذکر ابھی آئے گا۔

جو شخص یہ کہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی طرف ہجرت صرف ان کی زندگی میں ہی تھی۔ہم اس سے پوچھیں گے کہ کیا ان کو زندگی میں ہی رسول کہا جاتا تھا۔کیا آپ ﷺ اپنے وصال کے بعد منصب رسالت سے معزول ہو گئے ہیں؟ کیا زیارت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہجرت کرنے والے نہیں کہا جائے گا۔

اس وضاحت کے بعد اس شخص کی جہالت ظاہر ہو جاتی ہے جس نے وصال کے بعد قبرانور کی زیارت کو حرام قرار دیا۔کہا کہ سفر زیارت سفر معصیت ہے اور زیارت کے لئے کجاوے کسنا حرام ہے۔

قبرِ انور کی زیارت پر سنت سے دلائل:

پہلی حدیث: دارِ قطنی ، بیھقی اور ان کے علاوہ محدثین نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ

الدارقطنی ، ۲:۲۷۸ — اللآلی المصنوعه للسیوطی ، ۲:۶٤

مجمع الزوائد ، ٤:۲ — تلخیص الحبیر ، ۲:۲٦۷

الدر المنثور ، ۱:۲۳۷ — شفاء السقام ، ٦-٥

...نز العمال، ٤٢٥٨٣ - اتحاف السادة المتقين، ٤: ٤١٧

...كرة لموضوعات للفتني، ٧٥ الدرر المنثرة في الاحاديث المشتهره، ١٥٨

...كامل في الضعفاء لابن عدى، ٦: ٢٣٥٠

...رجمہ: جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

امام سبکی نے ارشاد فرمایا:

اس حدیثِ پاک میں التباس کا گمان نہیں ہے نہ سند کی جہت سے اور نہ ہی متن کی جہت سے۔

کیونکہ یہ نافع سے روایت ہے اور وہ اس میں خصوصیت کے حامل ہیں۔

متن اس حدیث کا انتہائی مختصر اور واضح ہے۔

اسے عبد الحق نے احکام الوسطی اور الصغری میں ذکر کیا ہے۔

آپ نے اسے صحیحة الاسناد اور معروفة عند النقاد قرار دیا ہے۔

امام سبکی نے ارشاد فرمایا:

پختہ لوگوں نے اسے نقل کیا ہے۔ ثقہ لوگوں کے ہاں یہ متداول و مشہور ہے۔ اس کی مثل وسطی جو آج کل کبری کے نام سے معروف ہے میں مذکور ہے۔ تیسری حدیث کو صحیح قرار دینے میں امام سبکی نے سبقت کی ہے۔ اس کا بیان عنقریب آئے گا۔

وہ حدیثِ پاک بھی اس کے معنی کو متضمن ہے۔ اگر اس حدیث پاک میں جھگڑا کیا جائے تو کم از کم یہ حسن کے درجہ میں ہے۔ اس کے شواہد عنقریب آئیں گے۔

احادیث کا ایک دوسرے کی مدد اور تائید کرنا ان کی قوت میں اضافہ کرتا ہے یہاں تک کہ حسن بھی درجۂ صحیح کو پہنچ جاتی ہے۔

امام ذہبی نے ارشاد فرمایا:

اس حدیث کے تمام طرق لینہ ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں کیونکہ ان کے راویوں میں سے کسی پر بھی جھوٹ کی تہمت نہیں ہے۔

دوسری حدیث: بزار نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشادفرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ

شفاء السقام ،

ترجمہ: جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

امام سبکی نے ارشادفرمایا:

یہ پہلی ہی حدیث ہے۔اسی لئے عبد الخالق نے اسے دارِ قطنی اور بزار کی طرف منسوب کیا ہے۔

پہلی حدیثِ پاک میں وَجَبَتْ ہے اور اس حدیثِ پاک میں حَلَّتْ ہے۔

اسی لئے انہوں نے اسے جدا بیان کیا ہے۔ان کا مقصد اس کے ساتھ پہلی کو تقویت دینا ہے۔

تیسری حدیث طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں، دار قطنی نے اپنی الامالی میں اور ابو بکر المقری نے اپنی معجم میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشادفرمایا:

مَنْ جَآءَ نِیْ زَائِرًا لَا تَحْمِلُهُ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهُ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

الدرۃالثمینۃ ۲۲۱

ترجمہ: جو شخص میری زیارت کرنے کے لئے آئے اور اسے میری زیارت کے علاوہ کوئی اور حاجت نہ ہو۔اس کا مجھ پر حق ہوگا کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کرنے والا ہوں۔

ابن المقری کی معجم میں ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَآءَ نِیْ زَائِرًا کَانَ لَہٗ حقًّا عَلَی اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ اَنْ اَکُوْنَ لَہٗ شفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.

ترجمہ: جو شخص میری زیارت کرنے کے لئے آئے گا۔ اس کا اللہ تعالیٰ پر حق ہوگا کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کرنے والا ہوں۔

الحافظ ابن السکن نے اس حدیث کو اپنی کتاب اَلسُّنَنُ الصِّحَاحُ الْمَاْثُوْرَۃُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب ثواب مَنْ زَارَ قَبْرًا لنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد کیا ہے۔ اور یہ امام، حافظ اور ثقہ ہیں۔ ان کا وصال مصر میں 353 میں ہوا۔ ان کی اس کتاب میں اسناد محذوف ہیں۔ خطبہ کے اندر بیان کی ہوئی شرطوں کے مطابق یہ ایسی حدیث ہے جس کی صحت پر اجماع ہے۔

سید سمہودی نے ارشاد فرمایا:

اسی لئے ان سے ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے حافظ زین الدین عراقی ہیں۔ انہوں نے اس حدیث پاک کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور جس طرح انہوں نے اس کا باب باندھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے وصال کے بعد ہی زیارت سمجھی ہے۔ یا مَا بَعْدَ الْمَوْتِ عموم میں داخل ہے۔

امام سبکی نے ارشاد فرمایا:

یہ حدیث صحیح ہے۔

چوتھی حدیث: امام طبرانی، دار قطنی اور دوسرے محدثین نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَيَاتِیْ.

مجمع الزوائد ، ٤:٢ المطالب العاليه لابن حجر ، ١٢٥٤

الدر المنثور ، ٢٣٧:١ كنز العمال ، ٤٢٥٨٢

المعجم الكبير للطبرانی ، ٤٠٧:١٢

ترجمہ : جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

ابن الجوزی نے **مثیر الغرام الساکن** میں **سیدنا عبد اللہ بن عمر** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَيَاتِیْ وَ صَحِبَنِیْ.

السنن الكبرى للبيهقی ، ٢٤٦:٥ الكامل فی الضعفاء لابن عدی ٧٩٠:٢

مشكوة المصابيح ، ٢٧٥٦

ترجمہ : جس شخص نے میری موت کے بعد حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی وہ ایسے ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور میری سنگت کی۔

ابو الیمن بن عساکر نے کہا کہ "وَصَحِبَنِیْ" کہنے میں **حسن بن طیب** اور **علی بن حجر** متفرد ہیں۔ اور اس میں نظر ہے۔

امام سبکی نے ارشاد فرمایا:

اس میں **ابن الطیب** متفرد نہیں ہیں۔ **ابن عدی** نے اپنی **کامل** میں **حسن ابن سفیان عن علی بن حجر** سے اسی گذری ہوئی حدیث کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اسے **ابو یعلی** نے **حفص بن سلیمان عن کثیر بن شنظیر عن لیث بن ابی سلیم عن مجاهد عن ابن عمر** رضی اللہ عنہ کے طریق سے وَصَحِبَنِیْ کے بغیر

روایت کیا ہے۔

امام سمہودی نے ارشاد فرمایا:

''جس نے میری سنگت کی'' کی تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہے۔ تاکہ اس فرمان کے مخالف ہو کہ

لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُکُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا.

السنۃ لابن ابی عاصم، ۲:۴۷۸

ترجمہ: اگر تم میں سے کوئی ایک احد کی مثل سونا خرچ کرے۔

جس طرح کہ بعض نے گمان کیا ہے۔

پانچویں حدیث ابن عدی نے الکامل میں محمد بن محمد بن النعمان کے طریق سے روایت کیا ہے۔

ان نے کہا: مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا ہے۔

انہوں نے کہا: مجھ سے مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ.

الکامل فی الضعفاء لابن عدی، ۷:۲٤۸۰ شفاء السقام، ۲۳

ترجمہ: جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

ابن عدی نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اسے مالک نے نعمان بن شبل کے علاوہ کسی سے روایت کیا ہے۔ اور میں نے احادیث میں ایسی غریب حدیث نہیں دیکھی جو حد سے تجاوز کر جائے کہ جس کا میں ذکر کروں۔ یعنی وہ جرح کا سبب بن جانے۔ انہوں نے ترجمہ کی ابتداء میں عمران ابن موسی سے روایت کی ہے۔ بے شک وہ ثقہ ہیں اور موسی بن ھارون سے اور ان پر جھوٹ کی تہمت ہے۔

امام سبکی نے ارشاد فرمایا یہ تہمت مفسرہ نہیں ہے۔ توثیق کا حکم اس پر مقدم ہے۔

دارِ قطنی نے اس حدیث کو پہلی سند کے ساتھ غرائبِ مالک میں ذکر کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ شیخ اس میں متفرد ہیں اور وہ منکر ہے۔ظاہر یہ ہے کہ منکر کا حکم ان کے تفرد اور اسناد مذکور کی طرف نسبت کے عدم احتمال کی بنا پر ہے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ متن منکر ہو یا موضوع ہو۔ابنِ جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے یہ ان کا اس سے شرف ہے۔

یہ امام سبکی نے کہا ہے۔

چھٹی حدیث: دار قطنی نے السنن فی الکلام میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ فِی الْمَدِیْنَةِ فَلْیَفْعَلْ.

ابن ماجه، ۳۱۱۲ — مسند احمد بن حنبل، ۲:۷٤
الترغیب و الترهیب، ۲:۲۲۳ — مجمع الزوائد، ۳:۳۰٦
شرح السنة للبغوی، ۷:۳۲٤ — تاریخ اصفهان لابی نعیم، ۲:۱۰۳

ترجمہ: جو مدینہ طیبہ میں مر سکے اسے ایسا ہی کرنا چاہئے۔

محمد بن الحسن الجیلی سے، عبد الرحمٰن بن مبارک سے، عون بن موسیٰ سے، ایوب سے، نافع سے، سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَنِیْ اِلَی الْمَدِیْنَةِ کُنْتُ لَهٗ شَهِیْدًا وَّ شَفِیْعًا

اتحاف السادة المتقین، ٤:٤١٦ـ ١٠:٣٦٤ تاریخ جرجان للسهمی، ۲۲۰
کنز العمال، ٤٢٥٨٤

ترجمہ: جس شخص نے مدینہ طیبہ میں میری زیارت کی، میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔

الجیلی کے لئے کہا گیا کہ بے شک وہ سفیان بن موسیٰ ہیں۔

ان نے کہا: اس کو علی بن موسیٰ بناؤ۔

السید السمھودی نے ارشاد فرمایا:
صحیح یہ ہے کہ بے شک سفیان بن موسیٰ سے روایت ہے۔ ابنِ حبان نے ان کا ثقات میں ذکر فرمایا ہے۔

ساتویں حدیث ابو داؤد الطیالسی نے روایت کی۔
ہم سے سوار بن میمون الجراح العبدی نے بیان کیا۔
مجھ سے آلِ عمر میں سے ایک شخص نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔
انہوں نے ارشاد فرمایا:
میں نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ آپ مجھ سے ارشاد فرما رہے تھے:
مَنْ زَارَ قَبْرِیْ اَوْ قَالَ مَنْ زَارَنِیْ کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا اَوْ شَهِیْدًا وَ مَنْ مَّاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِی الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

السنن الکبری للبیهقی، ٥:٢٤٥ المطالب العالیه لابن حجر، ١٢٥٣ الطیالسی لابی داؤد

ترجمہ: جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی۔ یا ارشاد فرمایا: جس نے میری زیارت کی میں اس کا شفیع ہوں گا یا گواہ۔ اور جو شخص دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے امن پانے والوں میں اُٹھائے گا۔

امام سبکی نے ارشاد فرمایا:
سوار بن میمون سے شعبہ نے روایت کی ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ یہ ان کے ہاں ثقہ ہیں پس ایک ہی شخص ایسے ہیں جن کی طرف نظر کی ضرورت ہے جو آلِ عمر سے ہیں۔ اور معاملہ اس میں قریب ہے۔ خصوصاً اس طبقہ میں جو تابعین کا طبقہ ہے۔

آٹھویں حدیث ابو جعفر العقیلی نے پہلے سوار بن میمون سے آلِ خطاب میں سے ایک شخص سے روایت کی ہے۔
تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ مَنْ مَّاتَ فِیْ اَحَدِ الْحرمَیْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِی الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

اتحاف السادة المتقین، ٤١٦:٤ مشکوة الصابیح، ٢٧٥٥

کنزالعمال، ١٢٣٧٣ الدر المنثور، ٢٣٧:١

ترجمہ: جس شخص نے ارادے سے میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔ اور جو شخص دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے امن پانے والوں میں اٹھائے گا۔

ایک اور روایت میں ھارون بن قزعه سے، آل خطاب کے ایک شخص سے اس کی مثل مرفوع روایت ہے۔ ابن حبان نے ھارون بن قزعه کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور العقیلی نے اس سلسلہ میں امام بخاری کے قول سے زیادہ ذکر نہیں کیا۔ پھر اس میں ایک ہی شخص مبہم رہ جاتا ہے۔ اور اس روایت کا ارسال۔ ان کا قول فیہ من آل الخطاب ان کے قول الطیالسی کی روایت من آل عمر سے موافق ہے۔ الطیالسی نے اس کا اسناد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کیا ہے۔ لیکن امام البخاری نے جب اس کا التاریخ میں ذکر کیا۔ کہا کہ ھارون بن قزعه عن رجل من ولد حاطب عن النبی ﷺ من مات فی احد الحرمین.

ان سے میمون بن سوار نے بھی روایت کی ہے۔ اس پر متابع نہیں ہے۔

ابن حبان نے کہا: ھارون بن قزعه نے ایک شخص سے ولد حاطب سے روایت کی ہے۔

دونوں صورتوں میں یہ روایت مرسل جید ہے۔ عنقریب ھارون بن قزعه سے بھی مسند آئے گی۔ دوسرے لفظوں کے ساتھ نویں حدیث میں۔

یہ امام سبکی نے فرمایا۔

نویں حدیث: دار قطنی اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے

ھارون بن قزعه عن رجل من آلِ خطاب عن حاطب سے روایت کیا:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَنِی بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِی فِیْ حَیَاتِیْ وَ مَنْ مَّاتَ بِاَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بُعِثَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

دار قطنی ، ۲:۲۷۸ اتحاف السادة المتقین، ٤:٤١٦

تلخیص الحبیر لابن حجر ، ۲:۲٦٦ کنز العمال ، ۱۲۳۷۲

الترغیب و الترھیب ، ۲:۲۲٤ کشف الخفا للعجلونی ، ۲:۳٤۷

الفوائد المجموعه للشوکانی ، ۱۱۷ کشف الخفا للعجلونی ، ۲:۳٤۷

الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتھره للسیوطی ، ۱۵۹

ترجمہ : جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی وہ ایسے ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا۔ اسے قیامت کے دن امن پانے والوں میں اُٹھایا جائے گا۔

اور ایک روایت میں **احمد بن مروان صاحب المجالسة عن ھارون بن ابی قزعه مولی حاطب عن حاطب** سے ہے۔

اور روایت **عن رجل عن حاطب** ہے جیسے پہلے گزری۔

دسویں حدیث: یحی بن الحسن بن جعفر الحسینی نے **اخبار المدینة نعمان بن شبل** کے طریق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

ہم سے **محمد بن الفضل مدینی** نے سن 74 میں **عن جابر عن محمد بن علی** سے روایت کیا ہے:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زار قبرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فکانّما زارنِیْ فِیْ حیاتِیْ ومن لَمْ یزرْنِیْ فقدْ جَفانِیْ.

المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۲: ۴۰۶ مجمع الزوائد، ۴: ۲

ترجمہ: جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی، گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اور جس شخص نے میری زیارت نہ کی گویا اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

امام سبکی نے اس روایت پر کلام نہیں کیا۔

النعمان بن شبل پر پانچویں حدیث میں گفتگو ہو چکی۔ **محمد بن الفضل** کے بارے فرمایا: وہ **مدینی** ہیں۔ یہ **محمد بن الفضل عطیہ** نہیں ہیں جن کو محدثین نے جھٹلایا ہے۔ یہ بات **ابن عبد الهادی** کے قول کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہی ہیں۔ کیونکہ وہ **کوفی** ہیں اور **مدینی** ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ **مروزی** ہیں۔ بعد میں بخاری میں آ بسے۔

اور جابر اگر **الجعفی** ہوں جس طرح **ابن عبد الهادی** نے کہا۔ تو یہ ضعیف ہیں۔ اس میں بہت کلام ہے۔ ان کو **امام شعبہ** اور **امام ثوری** نے ثقہ قرار دیا ہے۔

محمد بن علی اگر **ابو جعفر الباقر** ہوں۔ تو سند منقطع ہے۔ کیونکہ ان تمام نے اپنے جد امجد **سیدنا علی بن ابو طالب** کے زمانہ کو نہیں پایا۔

اور اگر یہ **ابن الحنفیہ** ہیں تو انہوں نے اپنے باپ **سیدنا علی المرتضیٰ** کے زمانہ کو پایا ہے۔

تحقیق **ابو سعید عبد الملک بن محمد بن ابراهیم النیسابوری الجرکوسی** نے **شرف المصطفیٰ** میں فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَمَنْ لَّمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ.

المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۲: ۴۰۶ مجمع الزوائد، ۴: ۲

ترجمہ: جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی، گویا اس نے میری

زندگی میں میری زیارت کی۔اور جس شخص نے میری زیارت نہ کی گویا اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

یہ عبد الملک 406 میں نیشناپور میں فوت ہوئے۔ان کی قبر وہاں مشہور ہے اس کی زیارت کی جاتی ہے۔

امام سمہودی نے ارشاد فرمایا:

میں کہتا ہوں:

میں نے یحیٰ کی ایک کتاب میں اس کے بیٹے طاهر بن یحیٰ کی ایک روایت پہلی حدیث کے بعد دیکھی ہے۔جس کے یہ الفاظ ہیں۔

ہم سے ابو یحیٰ محمد بن الفضل بن نباتة النمیری نے بیان کیا۔

ہم سے جمال نے بیان کیا۔ہم سے امام ثوری نے عبد الله بن السائب عن ابن مسعود عن رسول الله ﷺ

گیارھویں حدیث یحیٰ نے روایت کیا ہے۔

ہم سے محمد بن یعقوب نے بیان کیا ہے۔

انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن وھب نے ایک شخص سے،انہوں نے سیدنا بکر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَتَی الْمَدِیْنَةَ زَائِرًا لِیْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَة وَ مَنْ مَّاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بُعِثَ آمِنًا

ترجمہ: جو شخص مدینہ طیبہ میں میری زیارت کرنے کے لئے آیا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔اور جو کسی ایک حرم میں فوت ہوا،وہ امن والا اٹھایا جائے گا۔

اس پر بھی امام سبکی نے کلام نہیں فرمایا۔

السید السمہودی نے ارشاد فرمایا:

محمد بن یعقوب وہ ابو عمر الزبیری المُدنی سچے ہیں۔اور عبد اللہ بن وھب ثقہ ہیں۔اس میں ایک شخص مبہم ہے۔بکر بن عبد اللہ اگر المزنی ہیں تو وہ ایک جلیل تابعی ہیں۔پس یہ روایت مرسل ہوگی۔

اگر وہ بکر بن عبداللہ بن الربیع الانصاری ہیں۔تو وہ صحابی ہیں۔

علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا:

پانچویں اور دسویں حدیث میں نبی کریم ﷺ کے الفاظ ''فَقَدْ جَفَانِیْ'' میں جفا سے مراد طبیعت کی سختی اور محبوب سے دوری اور اعراض ہے۔یعنی اس نے جافی کا کردار ادا کیا نہ کہ اس نے حقیقۃً جفا کی۔کیونکہ حقیقی جفا تو اذیت،استحقار اور تکبر ہے اور العیاذ باللہ کفر ہے۔

اس باب میں ابھی بہت سی احادیث باقی ہیں۔ان کو میں نے ذکر نہیں کیا۔ان کا ذکر سید السمهودی نے اپنی کتاب وفاء الوفاء باخبار دار المصطفٰی میں کیا ہے۔یہ مذکورہ احادیث کی تائید کرتی ہیں۔احادیث جب ایک دوسرے کی تائید کریں تو اگرچہ وہ ضعیف ہوں،باہم مل کر قوی ہو جاتی ہیں۔جو ان احادیث کا تفصیل کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہے اسے اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

میرا ارادہ اختصار کا ہے اور امام السمهودی کی کتاب مطول ہے۔آپ نے ان احادیث کی تخریج فرمائی ہے اور ان کے راویوں،سند اور متن کے ذکر سے اعراض کیا ہے۔

احادیث طیبہ نے بالخصوص تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبر اقدس کی زیارت کی فضیلت کو بیان کر دیا ہے۔صحیح احادیث میں اتفاقی طور پر قبور کی زیارت کی مشروعیت بیان ہوئی ہے۔تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبرِ اقدس تو تمام قبروں کی سردار ہے اور اس عموم میں داخل ہے۔

بعض ظاہریہ نے کہا قبروں کی زیارت مطلقاً واجب ہے کیونکہ اس میں زیارت

کے حکم کی تعمیل ہے۔

اجماع

قاضی عیاض نے ارشاد فرمایا:

تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبرِ اقدس کی زیارت اہل اسلام کے ہاں سنت ہے اس پر امت کا اجماع ہے۔ اس کی ترغیب میں بہت فضیلت ہے دلیل کے اعتبار سے اجماع کافی ہے جو اس اجماع سے باہر نکلے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

یہ بات ثابت ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ شہداء کی قبروں کی زیارت کے لئے **مدینہ طیبہ** سے باہر نکلے تھے شہداء اور صالحین کے قبور کی زیارت کے لئے جب قریب کا سفر جائز ہوا تو دور کا بھی جائز ہوگا۔ اور اس وقت تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبر اقدس کی زیارت کے لئے نکلنا بدرجۂ اَولیٰ جائز ہوگا۔ اس امر پر سلف اور خلف کا اجماع منعقد ہے۔

حنفیہ نے کہا:

تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبر انور کی زیارت کرنا مندوبات اور مستحبات میں سب سے افضل ہے بلکہ یہ واجبات کے درجہ کی عبادت ہے۔ اس مسئلہ پر اسی طرح مالکیہ اور حنابلہ کی بھی نص وارد ہے۔ امام سبکی نے ان کی نقول کو واضح کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کی زیارت کی بحث میں ان کو ذکر کیا ہے۔ جب اس مسئلہ پر اجماع ہے تو اس تتبع کی حاجت نہیں ہے۔

قیاس

تاجدارِ کائنات ﷺ سے اہل بقیع اور شہداء بدر کی زیارت کرنا ثابت ہے۔ دوسرے کی قبر کی زیارت مستحب ہے۔ تو تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبر انور کی زیارت بدرجۂ اولی مستحب ہے۔ کیونکہ آپ کا حق اعظم اور تعظیم واجب ہے اور آپ کی قبر انور کی زیارت تعظیم اور تبرک کے لئے ہی ہے۔ اور اس لئے تاکہ وہاں گھیرنے والے فرشتوں کی موجودگی میں صلوۃ و سلام کا نذرانہ پیش کریں تو ہمیں رحمتیں حاصل ہوں۔ اور آپ کے لئے درود و

سلام پڑھنا مشروع ہے۔

بعض علماء اہل اسلام کے اجماع سے باہر نکلے۔ انہوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبر انور کی زیارت کو حرام قرار دیا۔ انہوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی۔

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلاثَـةِ مَسَاجِدَ. اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ، وَ مَسْجِدِیْ هٰذَا وَالْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی.

الترمذی، ۳۲٦ النسائی، ۷۳:۲ مسند احمد بن حنبل، ۲۳٤:۲

السنن الکبری، ۲٤٤:٥ المعجم الکبیر، ۳۱۰:۲

شرح السنه للبغوی، ۳۳۷:۲ مشکوۃ المصابیح، ٦۹۳

کنز العمال، ۳٤٦٤۸ مشکل الاثار للطحاوی، ۲٤۲:۱_۲٤٤

فتح الباری، ۲٤۱:٤ حلیة الاولیاء ۳۰۸:۹

تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ۲۲۲:۹ مسند الحمیدی، ۷٥_۹٤۳

جامع مسانید ابی حنیفه، ۳۰۲:۱ مسند ابی حنیفه، ۳۸

البدایه و النهایه، ۲۲۰:۳ الاسرار المرفوعه لعلی القاری، ٤٥۸

المغنی عن حمل الاسفار للعراقی، ۲٤٥:۱

ارواء الغلیل للالبانی، ۲۲٦:۳_۱٤۱:٤

جمہور نے اس کا معنی بیان کیا ہے۔

کوئی مسلمان ان تین مسجدوں کے علاوہ نماز کے زیادہ ثواب کے لئے کسی اور مسجد کے لئے خود کو تکلیف نہ دے۔ کیونکہ ان کے علاوہ تمام مسجدیں فضیلت میں برابر ہیں۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے ہر مسجد میں ثواب کو بیان فرمادیا۔

کہا گیا ہے کہ مسجد قبا کی طرف بھی کجاوے کسنے چاہیے۔ کیونکہ یہ پہلی مسجد ہے جس کی تقوی پر بنیاد رکھی گئی اس میں نماز پڑھنے کی ترغیب میں احادیث وارد ہیں۔ تاجدارِ کائنات ﷺ خود ہر ہفتہ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں نماز ادا فرماتے تھے۔

جب ان لوگوں نے ان تین مسجدوں کے علاوہ مطلقاً سفر کو ناجائز قرار دیا تو بہت بڑی رکاوٹ کھڑی کر دی۔ تب تو علم کی طلب کے لئے سفر حرام ہوگا۔ حج کی ادائی لئے بھی سفر حرام ہوگا۔ صرف مسجد حرام کے لئے ہی حج کے دوران سفر جائز ہوگا۔ نہ عرفہ کی طرف جائز ہوگا نہ صفا اور مروہ کے لئے سعی کے لئے سفر جائز ہوگا۔ نہ اس کے علاوہ کسی اور رکن حج کی طرف۔ حج کا اہم ترین رکن وقوفِ عرفہ ہے۔

اللہ ﷻ کے لئے کسی بھائی کی ملاقات کے لئے سفر بھی ناجائز ہوگا۔ رشتہ داروں کے ملنے کے لئے بھی سفر ناجائز ہوگا۔ تجارت کے لئے بھی سفر ناجائز ہوگا۔ دارِ کفر سے ہجرت کے لئے بھی سفر ناجائز ہوگا

امام قرطبی نے

وَ مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيْرًا وَّ سَعَةً .

کی تفسیر میں ابن العربی سے ایک عظیم اور حسین فائدہ نقل کیا ہے۔

میں اس تمام کو بعض الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

علماءِ کرام نے زمین پر چلنے کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

ھرب اور طلب

پھر ہرب کی چھ قسمیں ہیں۔

(1) دارِ حرب سے ہجرت کرتے ہوئے نکلنا۔ اس حالت میں ہجرت قیامت کے دن تک باقی ہے۔ جو دارِ حرب میں باقی رہا، وہ گناہ گار ہوا اور اپنے حال میں مختلف ہوا۔

(2) بدعت کی سرزمین سے نکلنا، جس کی تبدیلی سے یہ عاجز ہو۔

(3) اس سرزمین سے نکلنا جس پر رزقِ حرام غالب ہو کیونکہ حلال روزی کمانا فرض ہے۔

(4) جسمانی تکلیف کی وجہ سے نکلنا۔ اس میں رخصت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ فخرج منها خآئفا يترقب...... ﴾

القرآن الحکیم القصص ۲۸:۲۱

ترجمہ: پس آپ وہاں سے ڈرتے ہوئے نکلے (اپنی گرفتاری کا) انتظار کرتے ہوئے۔

(5) ان شہروں سے نکلنا جو جسم کے لئے نقصان دہ ہوں۔ جب **عرنیون** کو **مدینہ طیبہ** جسمانی جہت سے راس نہ آیا تو تاجدارِ کائنات ﷺ نے ان کو **مدینہ** سے نکل جانے کی اجازت عنایت فرمائی۔ طاعون کی وجہ سے نکلنا اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس پر دلیل قائم ہے۔

(6) اہل اموال میں نقصان کے خوف سے نکلنا۔ مسلمان کے مال کی حرمت اور مسلمان کے گھر والوں کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے بلکہ اہل کی حرمت مال کی حرمت سے زیادہ ہے۔

طلب کی دو قسمیں ہیں۔

طلبِ دین اور طلبِ دنیا

اس کی اپنی انواع کے تعدد کے ساتھ نو قسمیں ہیں۔

(1) عبرت کے لئے سفر۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾

القرآن الحکیم الروم ۳۰:۹

ترجمہ: کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی تا کہ وہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔

یہ سفر **مستحب** ہے۔

(2) اگر توفیق ہو تو حج کے لئے سفر۔ یہ سفر فرض ہے۔

(3) جہاد کے لئے سفر اور اس کے احکام ہیں۔

(4) علم کی طلب میں سفر۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّیْنِ.

المغنی عن حمل الاسفار للعراقی ، ۱:۹ میزان الاعتدال ، ۱:۲۱٤
جامع بیان العلم و فضله لابن عبد البر ، ۱:۸۲۷ اللآلی المصنوعة للسیوطی ، ۱:۱۰۰ کنز العمال ، ۲۸٦۹۷_۲۸٦۹۸ امالی الشجری ، ۱:۵۷
المجروحین لابن حبان ، ۱:۳۸۲ لسان المیزان ، ۱:۲٦۱۱
اتحاف السادة المتقین ، ۱:۹۸_۱۲۹_۱٤۳ تاریخ بغداد للخطیب ، ۹:۳٦٤
الکامل فی الضعفاء لابن عدی ، ۱:۱۸۲ الضعفاء للعقیلی ، ۱:۲۳۰
تذکرة الموضوعات لابن القیسرانی ، ۱۱۸ مسند الربیع بن حبیب ، ۱:۹
الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتهره ، ۳۹ الموضوعات لابن جوزی ، ۱:۲۱۵
تاریخ اصفهان لابی نعیم ، ۲:۱۵٦ تنزیه الشریعه لابن عراق ، ۱:۲۵۸

ترجمہ: علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے۔

اس سفر کی فضیلت مشہور ہے۔

(5) حرمین شریفین کا سفر۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ.....

ترجمہ: کجاوے نہ باندھیں جائیں مگر تین مسجدوں کی طرف...... ۔

(6) سرحدوں پر جنگ کی تیاری کے لئے سفر۔ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

(7) بھائیوں کی زیارت کے لئے سفر کرنا اس کا نفع حاصل ہے اور اس کا ثواب ملنے والا ہے۔

(8) رزقِ حلال کے لئے سفر جب مقیم رہ کر مشکل ہو۔ مثلاً شکار اور ایندھن اور گھاس وغیرہ کے لئے سفر۔

(9) زیادہ کمائی کے لئے تجارت کے لئے سفر۔ یہ اللہ ﷻ کی طرف سے فضل ہے۔ مسلمانوں کے نفع کی نیت سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں مسلمانوں کی ضروریات منتقل کرنے میں بہت زیادہ اجر ہے ناقل اپنی تمام کاوشوں میں مأجور ہے۔

اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿...... عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى لا وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ......﴾

القرآن الحکیم المزمّل ۷۳:۲۰

ترجمہ: کیا وہ بھی جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کرتے ہوں گے اللہ کے فضل (رزق حلال) کو تلاش کر رہے ہوں گے۔

بعض علماء نے یہ زیادہ کیا ہے۔

(10) صلہ رحمی کے لئے سفر جب اس کی استطاعت ہو یہ اللہ ﷻ اور اس کے رسول کے ہاں عظیم ترین اور قابلِ تعریف سنت ہے۔ کیونکہ رحم اللہ ﷻ کی بارگاہِ اقدس میں مناجات کرتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صِلْ مَنْ وَصَلَنِيْ وَاقْطَعْ مَنْ قَطَعَنِيْ.

ترجمہ: صلہ رحمی کے موضوع پر تاجدارِ کائنات ﷺ کے بہت زیادہ فرمودات ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ ان تین مسجدوں تک سفر کو محدود کرنا فقط محرومی ہے اور بغیر گہری نظر و فکر اور تحقیق و تدقیق کے ایک بات ہے۔ ان عام فہم دلائل ان مخالفین کی حجت باطل ہو گئی اور ان کا جھگڑا ختم ہو گیا۔ کیونکہ یہ دلائل روزِ روشن کی طرح آشکارا ہیں اور اس لئے بھی کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے ان تین مسجدوں کے علاوہ ان میں نماز کی ادائی کے لئے سفر سے روکا ہے۔ ان کی زیارت، ان سے گزرنے اور ان میں لیٹنے سے نہیں روکا۔ ذوات اور

منافع کی طرف کجاوے کسنے سے نہیں روکا۔

اگر آپ صاحبِ فہم ہیں تو سمجھیں۔ زیادہ علم تو اللہ ﷻ کے ہی پاس ہے۔

ابنِ ابی شیبہ نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ طور میں نماز کی ادائی کا بھی ذکر کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَنبَغِیْ لِلْمُطِیِّ اَنْ تُشَدَّ رِحٰلُهَا اِلٰی مَسْجِدٍ یَبْتَغِیْ فِیْهِ الصَّلٰوۃَ غَیْرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَسْجِدِیْ هٰذَا وَ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی.

مسند احمد بن حنبل، ۳:۶٤ مجمع الزوائد، ٤:۳

ترجمہ: سفر کرنے والے کے لئے نماز پڑھنے کے لئے جائز نہیں ہے وہ مسجدِ حرام، میری اس مسجد اور مسجد اقصی کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف کجاوے کسے۔

اس مسئلہ میں یہ حدیث صریح ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی مسجد دوسری تمام مسجدوں سے اسی لئے ممتاز ہے کیونکہ وہ آپ کے نشان سے ہے۔ اور اس لئے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس کو اپنی برکات سے مشرف کیا ہے۔ اگر اس کی یہ نسبتیں نہ ہوں تو یہ بقیہ تمام مسجدوں کی طرح ہے۔ مسجد میں پتھر اور مٹی کے لئے کونسا شرف ہے۔ اگر یہ آثارِ مصطفی ﷺ سے نہ ہو۔

مسجدِ اقصی کا شرف یہ ہے کہ وہ اللہ ﷻ کے نبی سیدنا سلیمان علیہ السلام سیدنا ابن داؤد علیہ السلام کے آثار سے ہے۔ اس میں آپ نے اور بہت سارے انبیاءِ بنی اسرائیل نے نماز ادا کی ہے۔ اس لئے علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا کہ مسجد کو اس کے بنانے والے سے شرف نصیب ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کو فروع فقہ میں قواعد سے ایک قاعدہ قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے۔

﴿اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾

القرآن الحکیم التوبہ ۹:۱۰۹

ترجمہ: تو کیا وہ شخص جس نے اللہ کے تقوی پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھی اور (اس کی) رضا جوئی پر بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد وادی کے کھوکھلے دہانے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا ہے پس وہ اسے لے کر دوزخ کی آگ میں گر پڑا۔

تو کیا کافروں، فاسقوں، ظالمون اور انبیاءِ کرام کی رکھی ہوئی بنیادیں ایک جیسی ہیں۔ یہ قیاس میں بہت بعید ہے۔

﴿...... لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا...... ﴾

القرآن الحکیم التوبہ ۹:۱۰۸

ترجمہ: تو البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو صاف ستھرا رہنے کو پسند کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ مسجدِ قبا اور اس کے بسانے والوں کی شان میں نازل ہوئی۔ اس لئے کہ اس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی اور اس میں نماز ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نیک اور خوب پاکی چاہنے والے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف عطا فرمایا اور اس مسجد اور مسجد کو بسانے والے کی تعریف کی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

﴿ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴾

القرآن الحکیم البلد ۹۰:۲-۱

ترجمہ: میں اس (شہر) مکہ کی قسم کھاتا ہوں۔ درآنحالیکہ آپ اس شہر میں بس رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شہرِ مکہ کی قسم یاد کی اور اس قسم کو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں رہنے کے ساتھ مقید کر دیا۔ تا کہ اس کا شرف زیادہ ہو اور یہ پتہ چل جائے کہ مکان کی قدر و

منزلت مکین سے ہوتی ہے آب زمزم کی بھی یہی فضیلت ہے۔ یہ تمام پانیوں پر ممتاز ہے۔ اس سے بڑھ کر اس پانی کی فضیلت ہے جو تاجدارِ کائنات ﷺ کی انگلیوں سے جاری ہوا تھا۔ آب زمزم اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا اسمعیل علیہ السلام کے پاؤں کی حرکت سے نکلا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے جبرائیل علیہ السلام نے نکالا تھا اور یہ ان کے آثار سے ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے آثار سے ہے۔ مسجدِ حرام اللہ تعالیٰ کے دو نبی سیدنا اسمعیل علیہ السلام اور سیدنا ابراھیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ ہے۔ اور اس میں بہت بڑی تعداد میں انبیاءِ کرام مدفون ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے سب سے پہلے فرشتوں نے تعمیر کیا تھا۔ پھر سیدنا آدم علیہ السلام نے پھر سیدنا اسمعیل علیہ السلام اور سیدنا ابراھیم علیہ السلام نے۔ انہوں نے اس میں عبادت کی۔

شہر مکہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ آپ خاتم النبیین والمرسلین، سید الاولین والآخرین ہیں۔ یہ آپ کی پیدائش کی جگہ ہے۔ آپ پر وحی اترنے کی جگہ ہے۔ آپ نے یہاں 13 سال عبادت کی۔ اس طرح مسجد حرام میں پہلے انبیاءِ کرام اور تاجدارِ کائنات ﷺ کی برکات جمع ہوگئیں ان برکات میں تاجدارِ کائنات ﷺ کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔ پس یہ تمام مسجدوں سے افضل ہے اور نماز کا سب سے زیادہ ثواب ہے۔

مسجدِ اقصیٰ میں بہت زیادہ انبیاءِ بنی اسرائیل ہیں۔ پس اماکن اور مساجد کو ان کے بنانے والوں اور بسانے والوں سے شرف ملا ہے۔

مفسرین کرام نے اللہ تعالیٰ کے فرمان

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ ﴾

القرآن الحکیم بنی اسرائیل ۱۷:۱

ترجمہ: (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ

میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔ ہم نے جس کے گردونواح کو بابرکت بنادیا۔
کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہاں دین و دنیا کی برکتیں ہیں ۔ یہ انبیاءِ کرام کی وحی اترنے کی جگہ ہے یہ انبیاءِ کرام کی عبادت گاہ ہے۔ یہ اللہ ﷻ کے نبی **سیدنا سلیمان** علیہ السلام **بن سیدنا داؤد** علیہ السلام کی تعمیر کردہ ہے۔

ہمارے نبی تاجدارِ کائنات ﷺ علی الاطلاق تمام انبیاءِ کرام سے افضل ہیں۔ **مدینہ منورہ** آپ کی مہبطِ وحی ہے۔ اس شہر میں آپ کی مسجد ہے۔ آپ کی عبادت گاہ ہے۔ آپ کے صحابۂ کرام کی عبادت گاہ ہے ۔ صحابۂ کرام انبیاءِ کرام کے بعد سب سے افضل ہیں ۔ اس لئے وہاں نماز ادا کرنا مسجدِ اقصیٰ میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے۔ مسجدِ حرام میں نماز ادا کرنا مسجدِ نبوی میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے۔ مسجدوں کو شرف ان کے بنانے والوں اور ان کو بسانے والوں کی وجہ سے ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

دسویں فصل

حیاتِ انبیاءِ کرام اور حیاتِ اولیاءِ عظام

حیاتِ انبیاء کرام اور حیاتِ اولیاء عظام

اس فصل میں ہم حیاتِ شہداء کے درپے نہیں ہوئے۔ کیونکہ اس پر قرآنِ حکیم کی صریح نص موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مردہ کہنے سے ہمیں روکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم البقرہ ۲:۱۵٤

ترجمہ : اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں انہیں نہ کہا کرو کہ وہ مردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (اسے) سمجھ نہیں سکتے۔

اس فصل میں ہم صرف انبیاءِ کرام اور صالحین کی حیات پر گفتگو کریں گے جن کے جسموں کا فنا نہ ہونا قرآنِ حکیم اور تاجدارِ کائنات ﷺ کی سنت سے معلوم ہے۔ اور سنتِ صحیح سے ان کی حیات بھی معلوم ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔

انبیاءِ کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ان کے جسم بوسیدہ نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حق میں ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ج فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴾

القرآن الحکیم سبا ۳٤:۱٤

ترجمہ : پس جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ نافذ کر دیا تو آپ کی موت کا پتہ جنات کو نہ بتایا، مگر زمین کے دیمک نے جو آپ کے عصا کو کھاتا رہا۔ پس جب آپ زمین پر آرہے تو جنات پر یہ بات کھل گئی کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو (اتنا عرصہ) اس رسوا کن

عذاب میں نہ رہتے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے عصا سے ٹیک لگائے نماز ادا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حالت میں ان کی روح قبض کر لی۔ وہ ایک سال اپنے عصا کے سہارے سیدھے کھڑے رہے۔ ایک سال کے بعد سیونک نے ان کے عصا کو کھالیا اور وہ زمین پر آ رہے۔ یہ دلیل ہے کہ انبیاءِ کرام کے اجسام موت کے بعد بوسیدہ نہیں ہوتے۔ لوگ کئی سو سالوں کے بعد صدیقین و صالحین کے اجسام پر مطلع ہوئے۔ اس موضوع پر انہوں نے کتابیں تدوین کیں۔ اھرام جیسے مشہور اسلامی رسائل میں ان خبروں کو نشر کیا۔ جب انہوں نے راستوں کو کھودا اور امیر المومنین عمر بن خطاب کے فتح مصر کے دنوں کے قبرستانوں کو کھودا۔ اسی طرح شام میں شہداءِ موتہ۔ الجامعة الاسلامیه نے خبر دی کہ ان کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوئے تھے۔ الجامعة الاسلامیه کے شمارہ ۲۰۱ جمعہ کے دن ۲۴ ذوالقعدہ ۱۳۵۱ھ ایک مقالہ آیا جس کا عنوان تھا۔ شہداءِ موتہ۔

وہ وفد واپس آیا جو شہداءِ موتہ کے اجسام کے اکتشاف کے لئے گیا تھا۔

انہوں نے شہداء کو ایک قریۃ المزار کے ایک کمرہ میں دیکھا۔ یہ سیدنا جعفر بن ابی طالب کے پڑوس میں تھا۔ ان شہداء کے سر، ٹانگیں اور ہاتھ اپنی حالت میں تھے۔ ان میں انگلیاں اور ناخن بھی تھے اور خشک جلد بھی تھی ان دیکھنے والوں نے ان شہداء میں سے ایک کا سر دائیں اور بائیں طرف الٹا تو ان کے بال گرد آلود تھے اور ان پر نچڑتے ہوئے خون کے نشان تھے جب انہوں نے ان کو چھوا تو یہ جدا ہو گئے۔ ان کے کپڑے مختلف اقسام کے تھے۔ کچھ نے خام کھردرا سیاہ کپڑا پہن رکھا تھا۔ اور کچھ نے سفید۔ ان کے سروں پر سفید سبز اور سرخ عمامے تھے وفد نے سبز رنگ کے ایک عمامہ کو کھولا تو وہ ایک میٹر تھا۔

1342 سالوں کے بعد بھی ان کے جسموں کا بوسیدہ نہ ہونا اتنا تعجب انگیز نہ تھا۔ تعجب تو اتنی لمبی مدت کے بعد ان کے کپڑوں کا بوسیدہ نہ ہونا تھا۔ اس کو کسی عقل مند کی عقل قبول نہیں کرتی۔۔ کیونکہ اس کو مٹی نے نہیں کھایا تھا۔ یہ عقل اور فطرت کے خلاف ہے۔ یہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت اوراس کی اس کے محبوب بندوں کی عظمت پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں کو محفوظ رکھا۔ پھران کے لباس کو بھی محفوظ رکھا تا کہ ان کے اجسام برہنہ نہ ہوں۔اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور تاجدارِ کائنات کی صداقت پر کیا دلیل ہو گی؟اھرام جیسے کئی اسلامی جریدوں میں اس طرح کے بہت سے مضامین شائع ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے شہداء کی ان کی قبور میں زندگی کی خبر دی ہے۔اور یہ تو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے شہداء تھے اور کوئی شخص بھی تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاءِ کرام کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔نہ ان کی زندگی میں اور نہ ہی ان کے وصال کے بعد۔جہاں بھی کوئی پہنچ جائے ان کی خصوصیات سے بڑھ کر اسے کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ انبیاءِ کرام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خصوصیات سے نوازا ہے جو خصوصیات کسی شخص کو بھی کسی عمل سے نصیب نہیں ہو سکتیں۔

بعض علماء نے ارشادفرمایا:

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کی حیات میں بالکل کوئی شک نہیں ہے۔اس پر اجماع منعقد ہے۔اسی طرح تمام انبیاءِ کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ان کی زندگی شہداء کی زندگی سے زیادہ کامل ہے۔شہداء کی زندگی کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں خبر دی ہے۔اور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تو شہداء کے سردار ہیں۔شہداء کے اعمال بھی آپ کے میزان میں ہیں۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

عِلْمِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَعِلْمِیْ فِیْ حَیَاتِیْ.

الترغیب و الترھیب ،

ترجمہ : میرا علم میرے وصال کے بعد میری زندگی میں میرے علم کی طرح ہے۔

الحافظ المنذری نے اس کو روایت کیا ہے۔

صدیقین ،انبیاءِ کرام کے بعد دوسرے مرتبہ پر ہیں۔کیونکہ یہ انبیاءِ کرام کے

وارث ہیں۔ پھر ان کے بعد شہداء تیسرے مرتبہ پر ہیں۔ پھر بقایا صالحین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی یہ ترتیب رکھی ہے۔

﴿......فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:٦٩

ترجمہ: تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ ترتیب حتمی ہے۔ کسی کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ ان چاروں اصناف میں کسی صنف کو فضل اور خصوصیت میں مقدم کرے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اسے اپنی رسالت کو کہاں رکھنا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرما لیتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور وہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

انبیاءِ کرام کے قبروں میں زندہ رہنے پر بہت سے دلائل ہیں۔ ان میں جو میسر ہیں وہ ہم وارد کریں گے اور اِنْ شَاءَ اللّٰه اس سے ہر روگی دل کو شفا مل جائے گی۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ.

الامام البیهقی ، مسند ابو یعلی ،

مجمع الزوائد ، ٨:٢١١ المطالب العالیه ، ٣٤٥٢

میزان الاعتدال ، ١٩٣٣ لسان المیزان ، ٢:١٠٣٣

ترجمہ: انبیاءِ کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ وہ نماز ادا کرتے ہیں۔

اسے امام بیهقی اور ابو یعلی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام مناوی نے کہا: کیونکہ انبیاءِ کرام شہداء کی طرح ہیں۔

بلکہ انبیاءِ کرام کی زندگی، شہداءِ عظام کی زندگی سے اعلیٰ ہے۔ شہداء کو اپنے رب کے ہاں رزق ملتا ہے۔

عندیہ کی تقیید کا فائدہ ہے کہ پتا چلے ان کی زندگی ہمارے ہاں ظاہر نہیں ہے بلکہ فرشتوں کی زندگی کی طرح ہے۔ اسی طرح انبیاءِ کرام ہیں۔ اسی لئے انبیاءِ کرام کا ورثہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے شادی بھی نہیں کی جاتی۔

امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں ارشاد فرمایا۔

انبیاءِ کرام کے وصال کے بعد ان کی ارواح لوٹا دی جاتی ہیں۔ وہ شہداء کی طرح اپنے رب کے ہاں زندہ ہوتے ہیں۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے معراج کی رات انبیاءِ کرام کی جماعت کو دیکھا۔ ہم نے مستقل طور پر ان کی حیات پر ایک کتاب ترتیب دی ہے۔

جس طرح امام سبکی نے ارشاد فرمایا۔ ابو داؤد نے سندِ صحیح کے ساتھ سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدُّ عَلَیْہِ السَّلَامَ.

سنن ابو داؤد، المناسک ۹٦

ترجمہ: جو بھی مسلمان مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری روح مجھ پر لوٹا دی ہے میں اس پر سلام لوٹا دیتا ہوں۔

امام بیہقی نے اس حدیث کے ساتھ بَابُ زِیَارَۃِ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ کی ابتداء کی ہے۔ اس حدیث پر آئمہ کرام کی ایک جماعت نے اعتماد کیا ہے۔ ان میں امام احمد بھی ہیں۔

امام سبکی نے ارشاد فرمایا:

یہ اعتماد صحیح ہے کیونکہ اس میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی روحِ پاک کی عظمت ہے

۔تاجدارِ کائنات ﷺ کی روحِ پاک بہت ہی عظمتوں والی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ اس امر پر دلیل ہے کہ زندگی میں ہیشگی نہیں۔

تو اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

امام بیہقی نے اس حدیث سے حیات پر استدلال کیا ہے۔آپ کی مراد ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح لوٹا دی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

امام سبکی نے ارشاد فرمایا:

کبھی لوٹنا معناً ہوتا ہے۔آپ کی روحِ مقدسہ تجلیات الٰہی کے مشاہدہ اور ملاء اعلیٰ میں مصروف رہتی ہے۔ جب آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا جاتا ہے۔تو آپ کی روحِ اقدس ادھر متوجہ ہوتی ہے اور سلام کا جواب دیتی ہے۔

یعنی لوٹنے سے مراد التفاتِ روحانی ہے اور تجلیاتِ الٰہیہ میں استغراق سے دوائرِ بشریہ میں تنزل ہے۔

بعض علماءِ کرام نے یہ کہا کہ یہ خارجی دنیا میں مخاطبین کے فہم کے مطابق ہے۔ کیونکہ روح کا لوٹنا ضروری ہے۔تاکہ سنے اور جواب دے گویا فرمایا: میں کامل طور پر سنتا ہوں اور کامل طور پر جواب دیتا ہوں۔

اس روایت میں دلیل ہے کہ آپ کے وصال کے بعد جب پہلے مسلمان نے سلام پیش کیا تو یہ روحِ مقدس واپس لوٹ آئی۔اس کے بعد پھر قبض نہیں ہوئی۔اس کے بار بار پلٹنے کا کوئی قائل نہیں ہے۔اس طرح تو غیر محدود موتوں کا آنا ثابت ہوگا۔ ہم تو تمام ادراکات علم، سماع وغیرہ کا تمام فوت شدہ لوگوں کے لئے اعتقاد رکھتے ہیں۔

انبیاءِ کرام کی تو بہت بلند شان ہے۔ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ قبر میں سوال و جواب کے لئے ہر فوت شدہ کی زندگی لوٹ آتی ہے۔اسی طرح سنت سے ثابت ہے۔فوت

شدہ لوگوں کے لئے ادراکات پر اسی طرح ایمان ہے جس طرح قبر کے عذاب اور ثواب پر ایمان ہے۔ یہ ادراکات زندگی کے ساتھ ہی مشروط ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ہم انہیں ضرور دیکھتے۔

ہم ان سے کہیں گے۔ بے شک فرشتے زندہ ہیں۔ شہداء زندہ ہیں۔ جنات زندہ ہیں۔ مگر ہم ان کو نہیں دیکھ پاتے۔ ان کی رؤیت ممکن ہے کیونکہ جو بھی موجود ہے اس کی رؤیت ممکن ہے۔ اس موضوع پر امام جلال الدین السیوطی نے ایک کتاب **نُوْرُ الْحَلَکِ فِیْ جَوَازِ رُؤْیَةِ الْجِنّ وَالْمَلَکِ** لکھی ہے۔ اس میں آپ نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی رؤیت کے جواز کو بیان کیا ہے اور اس کے دلائل بھی ذکر کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَکْثِرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ تَشْھَدُہُ الْمَلٰئِکَۃُ وَاِنَّ اَحَدًا لَّنْ یُّصَلِّیَ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا.

قِیْلَ وَ بَعْدَ الْمَوْتِ ؟

قَالَ: وَ بَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ .

السنن للنسائی ، ۱۳۷۵ سنن ابن ماجہ ، ۱۶۳۷ جلاء الافہام ، ۶۳

ترجمہ: جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو۔ یہ دن مشہود ہے۔ اس دن فرشتے خصوصیت سے موجود ہوتے ہیں۔ مجھ پر درود پڑھنے والے کی فراغت سے پہلے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے عرض کی: اور وصال کے بعد؟

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اور وصال کے بعد، بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام کے اجسام کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ اُسے رزق بھی دیا جاتا ہے۔

اسے ابن ماجہ نے اور امام طبرانی نے معجم الکبیر میں روایت کیا ہے۔

عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا درود پاک پڑھنے والے کی ابتداء سے ہی تاجدارِ کائنات ﷺ سنتے ہیں اور اس کے فارغ ہونے تک سنتے رہتے ہیں۔

پوچھنے والے نے تاجدارِ کائنات ﷺ سے کتنی اچھی وضاحت طلب کی۔ اس نے عرض کی: اور وصال کے بعد۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اسے واضح کر دیا۔ درودِ پاک کی یہ پیشگی وصال کے بعد بھی ہوگی کیونکہ آپ حیات سے متصف ہوں گے۔ پھر اس کے بعد ایسا بیان فرمایا جس میں زیادہ وضاحت تھی۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ (پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے)۔ آپ نے نبی کو صفتِ حیات سے متصف کیا اور اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ ارشاد فرمایا: يُرْزَقُ (اسے رزق دیا جاتا ہے)۔ رزق ہی زندہ اور فوت شدہ کے درمیان بہت بڑی حدِ فاصل ہے۔ تاجدا کائنات ﷺ نے ہر الجھن کی وضاحت فرما دی۔

اللہ تعالیٰ اس سوال کرنے والے کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزاء دے۔

امام بیہقی نے اوس بن اوس سے مرفوعا روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَفْضَلُ اَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ وَ فِيْهِ قُبِضَ وَ فِيْهِ النَّفْخَةُ وَ فِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ .

قَالُوْا : وَ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَ قَدْ اَرِمْتَ ؟ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ

قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ .

السنن ابو داوٗد ، الصلوة ۲۰۱ ابن ماجه ، الاقامة ۷۹

ابن حبان مسند للحاكم ، السنن الكبرى للبيهقى ، ۳: ۲۴۸

ترجمہ: جمعة المبارک تمہارے دنوں میں سب سے افضل ہے۔اس میں سیدنا آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے۔اسی دن آپ کا وصال ہوا۔اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن سب لوگ فوت ہوں گے۔اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابۂ کرام نے عرض کی: ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا۔آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام کے جسموں کو کھائے۔

اس حدیث کو ابو داؤد نے، ابنِ ماجہ نے اور ابنِ حبان نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ امام حاکم نے بھی اسے بیان کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔ امام بیہقی نے اس کے کئی شواہد ذکر کیے ہیں۔پھر آپ نے یہ روایت ذکر کی۔

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ عَنْ اُمَّتِي السَّلَامَ.

مسند احمد بن حنبل، ۱:۳۸۷ مجمع الزوائد، ۱۰:۱۳۲

کنز العمال، ۳۰۷۳۸

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل کے کچھ سیاحت کرنے والے فرشتے ہیں۔یہ فرشتے میری امت کا سلام مجھ پر پہنچاتے ہیں۔

اوس کی یہ حدیث صحیح ہے اور وہ پہلی حدیث کو مضبوط کرتی ہے۔جسے ابنِ ماجہ اور طبرانی نے ذکر کیا ہے۔

فائدہ

تاجدارِ کائنات ﷺ کا فرمان تُعْرَضُ عَلَيَّ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا. سِرّ اور جَهر میں برابر ہے۔جو شخص ہمیشہ تاجدارِ کائنات ﷺ پر درود وسلام بھیجتا رہتا ہے اس کے لئے خوش خبری ہے کیونکہ وہ ہمیشہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے پاس مذکور رہتا

ہے۔اس کے درود کو تاجدارِ کائنات ﷺ، فرشتے اور اہلِ ایمان جن اور انسان ہر جگہ اور ہر وقت سنتے رہتے ہیں۔عرش سے لے کر فرش تک۔جب تک یہ ان پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ہر شخص کا درود فارغ ہونے تک ان پر پیش کیا جاتا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہیں۔آپ کی روحِ اقدس کے ساتھ سماعت نے جہاں بھر کو بھر رکھا ہے۔کانوں کے ساتھ نہیں روح کے ساتھ۔اس بات کو سمجھیں اگر آپ **اہل الرسوخ و الفہم** ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَا يُتْرَكُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ بَعْدَ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَّلٰكِنْ يُّصَلُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ حَتّٰى يُنْفَخَ فِي الصُّوْرِ.

کنز العمال، ۳۲۲۳۰ جمع الجوامع للسیوطی، ۵۳۹۷

الحاوی للفتاوی، ۲۶۵:۲ اللآلی المصنوعہ للسیوطی، ۱۴۷:۱

التاریخ للحاکم السنن للبیہقی،

ترجمہ: بیشک انبیاءِ کرام چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے۔وہ صور پھونکنے تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔

اسے **امام حاکم** نے اپنی تاریخ میں اور **بیہقی** نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے ارشاد فرمایا: اگر یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ اس قدر وہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حریم ناز میں نماز ادا کرتے ہیں۔

ابنِ عدی نے اپنی **الکامل عن ثابت عن انس** روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ.

مسند ابو یعلی ، السنن للبیھقی ، مرقاۃ المفاتیح لعلی القاری ، ۳:۲۴۱

ترجمہ: انبیاءِ کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ وہ نماز ادا کرتے ہیں۔

ابو یعلی نے اس کو ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام بیقھی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیث پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ معراج کی رات گزرے تو **سیدنا موسیٰ** علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَرَرْتُ لَیْلَةَ اَسْرٰی بِیْ عَلٰی مُوْسٰی عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَ ھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ.

الکامل فی الضعفاء لابن عدی ، ۵:۱۶۹۶ السنن النسائی ، قیام اللیل ۱۵

مسند احمد بن حنبل ، ۵:۵۹ الصحیح للمسلم ،الفضائل ۱۶۵

کنز العمال ، ۳۲۳۸۶ الدر المنثور ، ۴:۱۵۰

تفسیر ابن کثیر ، ۵:۸ مسند ابن حبان

مسند ابن خزیمہ ، الامام ابن عساکر

الامام الطبرانی

ترجمہ: معراج کی رات میں سرخ ٹیلے کے پاس **سیدنا موسیٰ** علیہ السلام کے قریب سے گزرا وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔

اسے **ابنِ عساکر ، طبرانی ، نسائی ، ابنِ حبان ، ابنِ خزیمہ ، مسلم** نے روایت کیا ہے۔ اس حدیثِ پاک سے پہلی حدیث کا معنی سمجھ آتا ہے کہ انبیاءِ کرام اپنی قبروں میں نماز کے بغیر نہیں چھوڑے جاتے۔ بلکہ وہ اپنی قبروں میں کھڑے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنی قبر سے اور ہر چیز

سے اللہ عزوجل کے دیدار کے علاوہ غائب ہو جاتے ہیں۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے نماز کی رت کو دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔

یہ بات ثابت ہے کہ معراج کی رات تمام انبیاءِ کرام مسجدِ اقصٰی میں جمع ہوئے۔ وہ تمام اپنی اپنی حیات پر زندہ تھے۔ ان تمام انبیاءِ کرام کو تاجدارِ کائنات ﷺ نے امامت کروائی اور انہوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ رَأَيْتُنِيْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ وَاِذَا بِاِبْرَاهِيْمَ علیہ السلام قَائِمٌ يُّصَلِّيْ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُكُمْ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَاَمَمْتُهُمْ.

الصحیح للمسلم ، الایمان ۲۷۸

ترجمہ میں نے انبیاءِ کرام کی جماعت کو دیکھا۔ ان میں سیدنا ابراھیم علیہ السلام بھی تھے۔ یہ کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔ یہ لوگوں میں سب سے زیادہ تمہارے صاحب سے مشابہ تھے۔ جب نماز کا وقت قریب آیا تو میں نے ان تمام کی امامت فرمائی۔

فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ (نماز قریب ہوئی) اس بات پر دلیل ہے کہ انبیاءِ کرام نماز کے اوقات کا انتظار کرتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔ اس لئے تاجدارِ کائنات ﷺ نے معراج کی رات دیکھا کہ انبیاءِ کرام اپنی قبروں میں کھڑے نماز ادا فرما رہے ہیں۔ پھر ان کو مسجدِ اقصٰی میں بھی دیکھا۔ پھر اوپر جاتے ہوئے ان کو ان کے مراتب کے مطابق پہلے آسمان سے ساتویں آسمان پر بھی اسی لحظہ دیکھا۔ سیدنا موسٰی علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھا۔ اسی لئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ...... ﴾

القرآن الحکیم السجدہ ۲۳:۳۲

ترجمہ: اور بیشک ہم نے موسٰی (علیہ السلام) کو کتاب عطا فرمائی تھی۔ تو آپ ایسی کتاب کے ملنے سے شک میں مبتلا نہ ہوں۔

یعنی معراج کی رات، جس طرح مفسرین کرام نے ذکر فرمایا ہے۔
تاجدارِ کائنات ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے معراج کی رات سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ابراهیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اوصاف کو بیان فرمایا:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام قبیلہ شنؤۃ کے لوگوں کی طرح لمبے قد کے ہیں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف کو بیان فرمایا:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام درمیانے قد کے ہیں۔ گویا کہ وہ حمام سے نکلے ہیں۔

امام ترمذی نے الشمائل میں بیان کیا:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے دیکھا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے آبِ زمزم سے غسل فرمایا ہے اور ان کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو عروہ بن مسعود کے مشابہ قرار دیا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے سیدنا ابراهیم علیہ السلام کے اوصاف کو بیان فرمایا:

سیدنا ابراهیم علیہ السلام تاجدارِ کائنات ﷺ کے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مُوْسٰی فِیْ هٰذَا الْوَادِیْ مُحْرِمًا عَلَيْهِ قُطْوَانِيَّتَيْن

الصحیح للمسلم، الایمان ۲۶۸ ابن ماجہ، ۲۸۹۱

مسند احمد، ۱:۲۱۶

ترجمہ: گویا میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس وادی میں احرام باندھے دیکھ رہا ہوں۔
آپ کے اوپر دو اونی چادریں ہیں۔

امام احمد، امام مسلم اور امام ابنِ ماجہ کی روایت میں ہے۔

وَلَهٗ جُؤَارٌ

آپ بلند آواز سے تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے سیدنا یونس علیہ السلام کو بھی حج ادا فرماتے ہوئے دیکھا۔ آپ ایک گھاٹی سے تلبیہ پڑھتے ہوئے نیچے اتر رہے ہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی عَلٰی نَاقَةٍ حَمْرَآءِ جَعْدَةٍ ، عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوْفٍ، خِطَامُ نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِیْ مُلَبِّيًا.

الصحیح للمسلم، الایمان ٢٦٨ ابن ماجه، ٢٨٩١

مسند احمد، ١:٢١٦

ترجمہ: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سیدنا یونس بن متی علیہ السلام گھنگریالے بالوں والی سرخ رنگ کی اونٹنی پر ہیں۔ آپ نے صوف کا جبہ پہن رکھا ہے۔ ان کی اونٹنی کی نکیل کھجور کی رسی کی ہے۔ اس وادی سے تلبیہ پڑھتے ہوئے گذر رہے ہیں۔

صحیح احادیث میں ان وارد ہونے والے دلائل کے بعد انبیاءِ کرام کی حیات میں کیا کوئی شک رہ جاتا ہے؟

کیا یہ پڑھی جانے والی نمازیں، طواف، غسل، حج، تلبیہ، جوار، جبہ کا پہننا، اونٹنی پر سوار ہونا، قبر میں رزق دیا جانا اور جسموں کا بوسیدہ نہ ہونا محض خیال ہے؟ کیا یہ سارے اُمور عادتاً فوت شدہ لوگوں سے صادر ہوتے ہیں۔ کیا اس طرح کے کام جیسے نماز، طواف، غسل، اونٹنی پر سوار ہونا قبر میں رزق دیا جانا صرف اجسام سے مجرد ارواح سے واقع ہوتے ہیں۔ اموات اس طرح کے احوال پر قادر نہیں ہوتیں۔ اور ارواح اس طرح کے امور کی محتاج نہیں ہوتیں۔ اس طرح کے امور کے لئے اجسام اور ارواح کا اجتماع لازم ہے۔

یہ امر بھی انبیاءِ کرام کی حیات پر دلالت کرتا ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے سیدنا ابراهیم علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا یونس علیہ السلام کے ساتھ اجتماع کے ایسے اوصاف بیان کئے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے

بیان کئے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، نص اور اجماع سے ثابت ہے۔

ان انبیاءِ کرام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ انبیاء کرام کی حیات اور ان کے اجسام کے بوسیدہ نہ ہونے کا وہی انکار کرے گا جو کتاب اور سنت سے ناواقف ہوگا۔ اور انبیاءِ کرام کی قدر و منزلت اور ان کی ان خصوصیات سے جاہل ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے صرف ان کو عطا فرمائی ہیں اور ان کو تمام انسانوں سے ممتاز کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو اپنی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ کہنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ان کو زندہ کہنے کا حکم دیا ہے۔ انبیاءِ کرام تو ان سے زیادہ اعلیٰ اور اجدر ہیں۔ کیونکہ شہداء کبھی بھی انبیاءِ کرام کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ انہیں مرتبہ شہادت ان انبیاءِ کرام کی متابعت سے ہی نصیب ہوتا ہے۔ یہ شہداء تو انبیاءِ کرام کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔ ان کا مرتبہ تو صدیقین سے بھی کم ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی لحظہ میں انبیاءِ کرام کو ان کی قبروں میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ پھر ان کو مسجدِ اقصیٰ میں دیکھا پھر ان کو آسمانوں میں دیکھا۔ اس امر میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ کیونکہ موت کے بعد ارواح کو غلبہ ہوتا ہے۔ ارواح کے افعال کو عقل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اجسام موت کے بعد ارواح کے تابع ہوتے ہیں جس طرح ارواح اجسام کے تابع ہوتی ہیں۔ حالانکہ اجسام کثیف ہوتے ہیں۔

امام بیہقی نے ارشاد فرمایا:

انبیاءِ کرام کے وصال کے بعد ان کی حیات کے احادیثِ صحیحہ میں بہت سے شواہد موجود ہیں۔ پھر انہوں نے

مَرَرْتُ بِمُوْسٰی وَ هُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ.

الصحیح للمسلم، کتاب ۴۳، باب ۴۲، حدیث ۱۶۵ النسائی، ۳:۲۱۶

مسند احمد حنبل، ۵:۵۹ الکامل فی الضعفاء لابن عدی، ۵:۱۶۹۶

تاریخ اصفہان لابی نعیم، ۲:۳۲۸

اوراس جیسی احادیث کا ذکر کیا، جن میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی انبیاءِ کرام سے ملاقات کا ذکر ہے۔ پھر صحیحین کی حدیث ذکر کی۔

فَاِذَا مُوْسٰی بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلا اَدْرِیْ اَ کَانَ فِیْ مَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ اَمْ کَانَ مِمَّنْ اِسْتَثْنَی اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ.

الصحیح البخاری، رقاق ٤٣ الصحیح للمسلم، فضائل، ١٦٠

ابو داؤد، سنه ١٨

ترجمہ : پس اچانک (میں نے دیکھا) موسیٰ علیہ السلام عرش کا کنارہ پکڑے کھڑے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ آیا وہ بے ہوش ہوئے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا وہ ان میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا۔

امام بیہقی نے ارشاد فرمایا:

یہ امر صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام کے وصال کے بعد ان کی ارواح کو لوٹا دیتا ہے۔ پس وہ شہداء کی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں۔ جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا۔ تو ہر زندہ بے ہوش ہو جائے گا۔ پھر یہ تمام معانی میں موت نہیں ہوگی۔ اس حالت میں صرف شعور جائے گا۔

اور کہا گیا کہ شہداء ان سے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرمایا ہے۔ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰہُ

اور شہداء کو انبیاءِ کرام سے کیا نسبت ہے۔

امام سمہودی نے ارشاد فرمایا:

یہ حدیث بھی انبیاء کرام کی حیات کی تائید کرتی ہے۔

اِنَّ عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ علیہ السلام مَارٌّ بِالْمَدِیْنَةِ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا وَاِنْ سَلَّمَ عَلَیَّ لَاَرُدَّنَّ عَلَیْہِ.

ترجمہ : بے شک سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بن مریم حج کرتے ہوئے یا عمرہ کرتے

ہوئے مدینہ طیبہ سے گذریں گے اگر انہوں نے مجھ پر سلام کیا تو میں ضرور ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں۔ جو ان کو سلام عرض کرتا ہے، اس کا سلام سنتے ہیں۔ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا قبرِ انور سے اذان اور اقامت سننے کا واقعہ مشہور ہے۔

یہ پہلے گزر چکا ہے۔

یحیٰ نے کہا:

ہم سے ھارون بن عبدالملک بن الماجشون نے بیان کیا ہے۔

خالد بن ولید ابن الحارث بن الحکم بن العاص اور وہ ابن مطیرہ ہیں۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کے منبر پر جمعۃ المبارک کے دن کھڑے ہوئے اور کہا:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ (العیاذ باللّٰہ) خائن ہیں۔ لیکن آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی تھی

داؤد بن قیس روضہ میں تھے۔ یہ کھڑے ہوئے اور ان سے فرمایا: خاموش ہو جا۔ لوگوں نے اس کی قمیص کو پھاڑ دیا اور اس کو زبردستی بٹھا دیا۔

فرمایا: میں نے دیکھا کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی قبرِ انور سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور وہ کہہ رہے تھے:

اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! تو نے جھوٹ بولا ہے۔

اے کافر! تو نے جھوٹ بولا ہے۔ (کئی مرتبہ فرمایا)

عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

وہ شام سے ڈاک لاتے تھے۔ وہ کہتے تھے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا۔ اور یہ تابعین کے زمانہ کی ابتداء تھی ان سے امام ابو بکر بن عمر بن عاصم نے ذکر کیا ہے۔ ان کی وفات تیسری صدی میں ہے۔

انہوں نے فرمایا:

عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ شام سے مدینہ طیبہ ایک قاصد بھیجتے تھے تا کہ وہ ان کا تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں سلام عرض کرے اور پھر واپس لوٹ آئے۔

کیا آپ یہ تصور کر سکتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جو شام سے مدینہ طیبہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں سلام عرض کرنے کے لئے قاصد روانہ کرتے تھے یہ فضول تھا۔ اگر آپ یہ نہ جانتے کہ وہ زندہ ہیں تو وہ ایسا کبھی نہ کرتے۔ اور اتنے زیادہ سفر کی بغیر فائدہ کے ہرگز مشقت نہ دیتے۔

بزار نے صحیح رجال سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِیْ۔

الدارمی، الرقاق ۵۸ سنن النسائی، السھو ٤٦

مسند احمد، ١:٣٨٧، ٤٤١، ٤٥٢

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے سیاحت کرنے والے فرشتے ہیں۔ وہ میری امت کا مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

اسی طرح تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حیاتِیْ خیرٌ لَّکُمْ تُحدِّثُوْن و یُحدَّثُ لَکُمْ وَ وفاتِیْ خیرٌ لَّکُمْ تُعرضُ علیَّ اعمالُکُمْ فما رأیتُ من خیرٍ حمدتُ اللّٰہ علیہ وما رأیتُ من شرٍ استغفرتُ اللّٰہ لکُمْ۔

الطبقات الکبری ، ۲:۲:۲ کنز العمال ، ۳۱۹۰۳

مسند بزار، المطالب العالیه لابن حجر ، ۳۸۵۳

الحاوی للفتاوی ، ۳:۲ البدایه و النهایه ، ۲۷۵:۵

الکامل فی الضعفاء لابن عدی،۹۴۵:۳ مناهل الصفا ، ۳

مجمع الزوائد ، ۲٤:۹ کشف الخفا للعجلونی ، ٤٤۲:۱

اتحاف السادة المتقین ، ۱۷٦:۹ـ۱۷۷

ترجمہ : میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے۔تم باتیں کرتے ہواورتم سے بات کی جاتی ہے۔میرا وصال بھی تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے۔اگر وہ اچھے ہوئے تو میں اللہ ﷻ کی تعریف کروں گا اور اگر وہ برے ہوئے تو اللہ ﷻ کی بارگاہ سے معافی طلب کروں گا۔

سیاحت کرنے والے فرشتے وہ ہیں جو امت کا سلام تاجدارِ کائنات ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ زندہ کو ہی پہنچاتے ہیں کیونکہ مردہ کو پہنچانے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔اور امت کے اعمال اسی صورت میں ہی پیش کئے جاتے ہیں کہ آپ زندہ ہیں۔وگرنہ پیش کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ احادیث طیبہ سے تاجدارِ کائنات ﷺ کی حیاتِ طیبہ ثابت ہے۔یہی سلف اور خلف کا عقیدہ ہے۔ جو جدا ہوگا وہ آگ کی طرف ہی جدا ہوگا۔

امام البارزی نے توثیق عری الایمان میں سلیمان بن سحیم سے روایت کیا ہے۔

رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فِی النَّوْمِ.

فَقُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ! هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یَاْتُوْنَکَ فَیُسَلِّمُوْنَ عَلَیْکَ اَ تَفْقَهُ سَلَامَهُمْ ؟

قَالَ: وَ اَرُدُّ عَلَیْهِمْ.

ترجمہ : میں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی خواب میں زیارت کی، میں نے عرض کی

یَارَسُوْلَ اللّٰہ ۔ یہ لوگ آتے ہیں اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں کیا آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

ابن النجار، ابراهیم بن بشار سے روایت کرتے ہیں۔

میں حج کی ادائی کے لئے حاضر ہوا۔ قبر انور کی حاضری دی اور سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ کے اندر سے سنا:

وَعَلَیْکَ السَّلام

اس طرح کی حکایات اولیاءِ کرام اور صالحین عظام کی ایک جماعت سے منقول ہیں۔

اسی طرح امام سمهودی نے اپنی کتاب وفاء الوفاء میں ذکر کیا ہے۔

صدیقون تو شہدائے جہادِ اکبر ہیں۔ جہادِ اکبر جہادِ نفس ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کفار سے جہاد کرتے ہوئے تلواروں اور نیزوں کی جنگ سے واپس تشریف لائے۔

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ.

قَالُوْا : وَمَاالْجِهَادُ الْاَكْبَرُ ؟

قَالَ : مُجَاهَدَةُ الْعَبْدِ لِهَوَاهُ.

ترجمہ : ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ بڑا جہاد کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات نے ارشاد فرمایا: بندے کا اپنی خواہشات کے خلاف جہاد۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے تیر و تفنگ اور شمشیر و سناں والے جہاد کو جہادِ اصغر قرار دیا۔ اور جہادِ نفس کو جہادِ اکبر قرار دیا۔ اس لئے جہادِ اکبر میں ثابت قدم رہنے والے کے لئے جہادِ اصغر میں ثابت قدم رہنے والے سے زیادہ ثواب ہے۔

مجاہدِ اکبراپنے محبوب دشمن سے جنگ کرتا ہے جس کا قتل کرنا اس پر دشوار ہوتا ہے۔کافروں سے جہاد کرنے والا اپنے مبغوض دشمن سے جہاد کرتا ہے۔اس سے جنگ کرنا اس پر آسان ہوتا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَکْثَرَ شُھَدَآءِ اُمَّتِیْ لَاَصْحَابُ الْفُرُشِ وَ رُبَّ قَتِیْلٍ بَیْنَ الصَّفَّیْنِ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِنِیَّتِہٖ

(اَلْفُرُش) میں فاء اور شین پر پیش ہے۔یہ (اَلْفَرْش) کی جمع ہے۔فا کی زبر اور راء ساکن ہے۔

مسند احمد بن حنبل ، ۱ : ۲۹۷

ترجمہ : بے شک میری امت کے اکثر شہداء صاحبِ فراش ہوں گے۔اور کفار سے لڑنے والا اللہ ﷻ ہی اس کی نیت بہتر جانتا ہے۔

علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا:

وہ لوگ بستروں پر سونے سے مانوس ہوتے ہیں۔یعنی بستروں پر سونا انہیں نفس اور شیطان سے جہاد سے مشغول نہیں رکھتا۔یہ جہادِ اکبر ہے۔اور کفار سے لڑنے والے کی نیت اللہ ﷻ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی نیت اللہ ﷻ کے دین کی بلندی اور غلبہ ہے یا بہادر کہلانے کے لئے ہے۔یا مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے ہے۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا یَضِنُّ بِھِمْ عَنِ الْقَتْلِ وَ یُطِیْلُ اَعْمَارَھُمْ فِیْ حُسْنِ الْعَمَلِ وَ یُحْسِنُ اَرْزَاقَھُمْ وَ یُحْیِیْھِمْ فِیْ عَافِیَۃٍ وَّ یَقْبِضُ اَرْوَاحَھُمْ فِیْ عَافِیَۃٍ عَلَی الْفُرُشِ فَیُعْطِیْھِمْ مَنَازِلَ الشُّھَدَآءِ.

المعجم الكبير، ١٠: ٢١٧   مجمع الزوائد، ١٠: ٢٠٣

الترغيب و الترهيب، ٢: ٢٥٥   كنز العمال، ١١٢٤١_١١٢٤٥_١١٢٤٦

ترجمہ: اللہ ﷻ کے کچھ ایسے بندے ہیں اللہ ﷻ ان کے قتل کو پسند نہیں کرتا۔ اچھے عمل میں ان کی زندگی کو لمبا کرتا ہے۔ ان کو اچھا رزق عطا فرماتا ہے۔ ان کو خیریت سے زندہ رکھتا ہے۔ صحت میں بستر پر ان کی روحیں قبض کرتا ہے مگر ان کو شہداء کے منازل عطا فرماتا ہے۔

اسے امام طبرانی نے **سیدنا عبداللہ بن مسعود** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔

یعنی ان کو قبروں میں زندہ رکھتا ہے اور ان کو رزق عطا فرماتا ہے۔

ان کی اور بھی خصوصیات ہیں۔ جن سے یہ میدانِ جہاد میں شہید ہونے والوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

ان کا قتل اللہ ﷻ کو ناپسند ہوتا ہے۔

ان کو لمبی عمریں عطا ہوتی ہیں۔

ان کے اعمال کو اچھا کیا جاتا ہے۔

ان کو اچھا رزق دیا جاتا ہے۔

ان کو دین اور دنیا کے فتنوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

ان کی روحیں نرم و گداز بستروں پر قبض کی جاتی ہیں۔

میدان جنگ میں شہید ہونے والے کو بسا اوقات اللہ ﷻ حسن عمل میں لمبی عمر عطا نہیں فرماتا۔ ان کی زندگی کا اختتام شہادت پر ہوتا ہے تاکہ ان کی شہادت ان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔ بسا اوقات ان کو رزقِ حسن نہیں دیا جاتا بلکہ ان کی زندگی تنگ ہوتی ہے۔ بسا اوقات ان کی زندگی میں عافیت نہیں ہوتی۔ لیکن اللہ ﷻ ان کو حسن اختتام عطا فرماتا ہے۔ کیونکہ عنایت الہیہ سبقت کر جاتی ہے۔ بہر حال جب میدان جنگ میں قتل

ہونے والے کی نیت یہ ہو کہ اسے بہادر کہا جائے یا اسے مالِ غنیمت سے حصہ ملے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ایسی نیت سے پناہ عطا فرمائے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ ضَنَائِنُ مِنْ خَلْقِہٖ یَغْذُوْھُمْ فِیْ رَحْمَتِہٖ یُحْیِیْھِمْ فِیْ عَافِیَۃٍ وَاِذَا تَوَفَّاھُمْ تَوَفَّاھُمْ اِلٰی جَنَّتِہٖ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ تَمُرُّ عَلَیْھِمُ الْفِتَنُ کَقَطْعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ وَ ھُمْ مِنْھَا فِیْ عَافِیَۃٍ.

المعجم الکبیر، ۱۲:۳۸۵ حلیۃ الاولیاء، ۱:۶

مجمع الزوائد، ۱۰:۲۶۵ کنز العمال، ۱۱۲۴۲

الاولیاء لابن ابی الدنیا، ۳

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہوتے ہیں ان کو وہ رحمت میں روزی دیتا ہے۔ ان کو عافیت کی زندگی عطا فرماتا ہے۔ جب ان کو مارتا ہے تو جنت عطا فرماتا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے اوپر سے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے گذرتے ہیں مگر یہ ان سے محفوظ رہتے ہیں۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے الکبیر میں اور امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث اول کے معنی میں ہے۔ اور حدیثِ حسن کی جب تائید ہو جائے تو یہ صحیح کے مرتبہ میں پہنچ جاتی ہے۔

اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی غذائے رحمت سے شادکام رہتے ہیں۔ ان کی زندگی پاکیزہ ہوتی ہے وہ دنیا اور آخرت کے فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کا وصال حیاتِ ابدی، بلند مرتبہ اور اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص کے ساتھ حسین ہو جاتا ہے۔ یہ دنیا سے اللہ تعالیٰ کی جنت کی طرف نکلتے ہیں۔ ان پر سے قواعدِ شرعیہ کے مخالف اقوال، افعال اور عقائد کے فتنے

اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح گذرتے ہیں۔ مگر یہ ان سے بالکل محفوظ رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے دل امورِ دین پر ایسے ثابت ہوتے ہیں۔ جیسے پختہ پہاڑ جن کو تند و تیز آندھیاں بھی نہیں ہلا سکتیں۔ نہ ان کو منہ پھاڑنے والے کا بلبلانا متزلزل کر سکتا ہے۔ نہ ان کو فصیح و بلیغ اپنے میٹھے کلام سے اپنی طرف مائل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ان کو زمانے والے حقیر جانیں اور وہ کہیں ان لوگوں کی عقلیں جامد ہیں۔ اور یہ لوگ پرانے اندھیروں کی تقلید پر ڈٹے ہوئے ہیں کیونکہ وہ فتنہ پرور اپنے تئیں نور کی نئی دنیا میں ہوتے ہیں۔ جو تقلیدِ اسلامیہ کی ضد ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے نور سے سلامت اور محفوظ رکھے جو تباہ کرنے والے اندھیرے سے بھی اندھیرا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنیوں کی طرف نکالتا ہے۔ کافروں کے دوست شیطان ہیں وہ انہیں روشنیوں سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ..... ﴾

القرآن الحکیم العنکبوت ٢٩:٦٩

ترجمہ : اور جو (بلند ہمت) ہمیں راضی کرنے کے لئے مصروف جہاد رہتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔

جس شخص نے اللہ تعالیٰ میں کوشش کی اللہ تعالیٰ نے اس کی قرب اور وصال کے راستے کی طرف راہنمائی کی۔

سعید بن سنان رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ عَدُوُّكَ الَّذِيْ اِذَا هُوَ قَتَلَكَ اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ وَاِذَا قَتَلْتَهُ كَانَ

لَکَ نُوْرًا وَاِنَّمَا اَعْدٰی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ.

المعجم الکبیر، ۳۳٤:۳ مجمع الزوائد، ۲٤٥:۱۰

اتحاف السادۃ المتقین، ۳۳:۹ الترغیب و الترھیب، ۱۸۲:٤

کنز العمال، ٤٤٥۰۱-۱۱۲٦٤-۱۱۲٦۳

تفسیر ابن کثیر، ۱٦٦:۸ کشف الخفا للعجلونی، ۲٤۰:۲

ترجمہ: تیرا دشمن وہ نہیں ہے کہ اگر وہ تجھے قتل کرے تو تجھے جنت میں داخل کرے اور اگر تو اسے قتل کرے تو وہ تیرے لئے نور ہو۔ تیرا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

اس حدیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ نفس سے جہاد، کفار کے ساتھ جہاد سے افضل ہے۔ کیونکہ کافر اگر تجھے قتل کرے تو تجھے جنت میں داخل کرے۔ اور اگر تو اسے قتل کرے تو وہ تیرے لئے نور ہو۔ ثواب کے اعتبار سے اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کے اعتبار سے بڑا جہاد، نفس کے ساتھ جہاد ہے کیونکہ یہ مشکل بھی ہے اور تلخ بھی۔ یہ اہل الصدق کا جہاد ہے جسے سے انہیں بہت بڑی سچائی نصیب ہو جاتی ہے۔

ابراھیم بن علقمہ نے ایک ایسی قوم سے کہا جو جہاد اصغر سے واپس لوٹے تھے۔ تم نے جہادِ اکبر کے ساتھ کیا کیا؟

انہوں نے پوچھا: جہادِ اکبر کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: دل کے ساتھ جہاد۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہٗ فِی اللّٰہِ.

الجامع الترمذی، فضائل الجھاد ۲ .مسند احمد بن حنبل، ۲۰:٦

ترجمہ: مجاہد وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے نفس سے جہاد کیا۔

اسے **ترمذی** نے اور **ابن حبان** نے **فضالہ بن عبید** سے روایت کیا ہے۔

اس روایت کے اسناد جید ہیں۔

ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد اکبر کا شہید جہاد اصغر کے شہید سے افضل ہے۔ یہ امر بداہۃ اور ضرورۃ معلوم ہے کیونکہ بڑا بڑا ہے اور چھوٹا چھوٹا ہے۔

ان صالحین کی قبروں سے کس قدر زندگی کی علامات ظاہر ہوئیں! اور کس قدر ان کے اجسام ان کی قبروں سے کئی کئی سالوں 40یا50 سال کے بعد منتقل کیے گئے یا اس بھی زیادہ۔ اس قدر عرصہ گذرنے کے بعد یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے جسم سلامت اور محفوظ رہے ہوں گے۔ اور بغیر کسی مادی دوا اور علاج کے جن سے اجسام محفوظ رہتے ہیں ان کے اجسام کو زمین نے نہ کھایا ہوگا۔ ہاں یہ صرف معنوی دوا تھی جسے اللہ تعالیٰ حی و قیوم نے لگایا تھا۔ تاکہ ان کا اکرام ہو۔ وہ ذات جو ارادہ کرتی ہے کرے اور جسے چاہے اس پر قادر ہے۔ اور ایسا کیونکر نہ ہوتا۔ یہ صالحین انبیاءِ کرام کے وارث ہیں۔ ان کو اپنے مورثین سے حصہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ یہ جہادِ اکبر کے شہداء بھی ہیں اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس مرتبہ کی تعریف فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس مرتبہ کی تعریف فرمائی ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ...... ﴾

القرآن الحکیم العنکبوت ۲۹:۶۹

ترجمہ : اور جو (بلند ہمت) ہمیں راضی کرنے کے لئے مصروف جہاد رہتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

رہے شہداء، ان میں بہت سے ظاہر ہوئے اور ان کے جسم بوسیدہ نہ ہوئے تھے۔ بہت سے رسالوں میں ان کی کہانیاں چھپی ہیں۔ **شہداءِ موتہ** کے بارے **الجامعة الاسلامیه** کے مضامین کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے احد سے ایک نہر جاری کی۔ یہ شہداء کے قریب سے گذری۔ اس میں حیات شہداء کے معجزہ کا ظہور تھا۔

ابن الجوزی نے اپنی مشکل میں سیدنا جابر ﷺ سے روایت کیا ہے۔
جب سیدنا معاویہ بن سفیان ﷺ نے نہر جاری کی، تو ہمیں اپنے شہداء کی خبر ملی ہم نے ان کے اجسام کو 40 سال کے بعد نکالا۔
تَتَثَنّٰی اَطْرَافُھُمْ لَیِّنَةٌ اَجْسَادُھُمْ
ترجمہ : ان کے پہلو مڑے ہوئے تھے اور ان کے اجساد نرم تھے۔
بعض روایات میں ہے۔
کَاَنَّھُمْ نُوَّمٌ حَتّٰی اَصَابَتِ الْمِسْحَاةُ قَدَمَ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَانْبَعَثَ دَمٌ.
ترجمہ : گویا وہ سو رہے تھے ایک بیلچہ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب ﷺ کے پاؤں کو لگا تو خون پھوٹ پڑا۔
امام واقدی نے بیان کیا ہے:
سیدنا عمرو بن جموح ﷺ اور سیدنا عبد اللّٰہ بن عمر بن حرام ﷺ کی قبر کے قریب سیلاب آ گیا۔ ان کی قبروں کو کھودا گیا۔ ان کے اوپر دھاری دار سفید و سیاہ چادریں تھیں۔ سیدنا عبد اللّٰہ ﷺ کو ان کے ہاتھ میں زخم آیا تھا۔ ان کا ہاتھ ان کے زخم کے اوپر تھا۔ ان کا ہاتھ زخم سے ہٹایا گیا تو خون پھوٹ پڑا۔ پھر ہاتھ واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا گیا تو خون ٹھہر گیا۔
سیدنا جابر ﷺ فرماتے ہیں:
میں نے اپنے باپ کو قبر میں دیکھا گویا کہ وہ سو رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو وصال فرمائے 46 سال گزر گئے تھے۔
امام واقدی نے فرمایا:
بے شک سیدنا معاویہ ﷺ نے جب الکظامہ جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو ایک منادی نے مدینہ طیبہ میں ندا دی جن کا کوئی فرد میدانِ احد میں شہید ہوا ہو وہ حاضر

ہو۔لوگ اپنے شہداء کی طرف گھروں سے نکل آئے۔ان لوگوں نے ان شہداء کوتر وتازہ پایا۔ایک شخص کی ٹانگ کو بیلچہ لگا تو خون پھوٹ پڑا۔

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اس کے بعد کوئی منکر انکار نہیں کر سکے گا۔

یہ سب کچھ شہداء کی حیات کے لئے معجزہ کا ظہور تھا۔

السید السمہودی نے ارشاد فرمایا:

اس سارے مجموع سے معلوم ہوتا ہے کہ **سیدنا جابر** رضی اللہ عنہ نے اپنے والدِ گرامی کی قبر کو تین بار کھودا۔

پہلی بار چھ مہینہ کے بعد۔جب آپ کو یہ بات اچھی نہ لگی کہ ان کے والدِ گرامی کے ساتھ قبر میں کوئی اور شخص بھی ہو۔آپ نے دیکھا کہ ان کے جسم میں کوئی تبدیلی نہیں ہے سوائے کان کے قریب۔

اسی طرح **امام بخاری** نے روایت کیا ہے۔

دوسری بار جب **سیدنا امیر معاویہ** رضی اللہ عنہ نے 40 سال کے بعد ایک نہر جاری کی۔

تیسری بار جب **سیدنا عمرو بن جموح** رضی اللہ عنہ اور **سیدنا عبد اللہ بن عمر بن حرام** رضی اللہ عنہ کے قریب سیلاب کا پانی آ گیا تو ان قبروں کو کھودا گیا۔یہ واقعہ 46 سال کے بعد ہوا۔

بار بار ایسا ہونے کا راز معجزہ کا ظہور تھا۔

شہداء کی قبروں کو کھودتے وقت ان کے اجسام کا بوسیدہ نہ ہونا اور ان کی حیات واضح ہوگئی۔صدیقین کی قبور کو نہیں کھودا گیا۔صرف ان دو کے بارے ہی منقول ہے۔

اس میں صدیقین کی حیات کے لئے معجزہ کا ظہور ہے۔

جن لوگوں کے اجسام کا بوسیدہ نہ ہونا تواتر سے معلوم ہے۔ان میں سے **الشیخ الجزولی** مؤلف **دلائل الخیرات** ہیں۔70 سال کے بعد ان کے جسد خاکی کو فاس

سے مراکش میں منتقل کیا گیا۔ان کا سرخی مائل سفید رنگ تھا۔جب ان کو ان کی قبر سے نکالا گیا تو جب لوگ اپنی انگلیاں ان کے رخسار پر رکھتے تھے تو نیچے سے خون بکھر جاتا تھا اور وہ حصہ سفید ہو جاتا تھا۔اور جب وہ اپنی انگلیاں اُٹھاتے تھے تو خون دوبارہ اپنی جگہ پر آجاتا تھا۔جس طرح کہ انسان کی زندگی میں ہوتا ہے۔یہ امر تواتر سے نسل در نسل منتقل ہوا ہے۔اور یہ کام اللہ تعالیٰ پر ہرگز بھاری نہیں ہے۔شہداء میں سے ایک شخص کی ٹانگ کو جب پھاوڑا لگا تو ان کا خون پھوٹ پڑا۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔جو ہر چیز پر قادر ہے جو اپنے بندوں کو زندگی میں اور موت میں ممتاز رکھتا ہے۔

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لاسَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الجاثیہ ۴۵:۲۱

ترجمہ : کیا ان لوگوں نے جو برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان (دونوں) کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے۔بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

اسی طرح امام محمد بن ابراهیم الوزیر کا واقعہ ہے۔یہ صنعاء کے علماءِ اہل السنۃ میں سے تھے۔یہ العواصم والقواصم کے مؤلف ہیں۔ان کو ایک طویل مدت کے بعد ان کی قبر سے دوسرے قبرستان المشھد منتقل کیا گیا۔ان کی ہیئت میں کوئی تبدیلی نہ تھی۔یہ اسی طرح تھے جس طرح اپنے وصال کے دن تھے یہ سب کچھ تاجدارِ کائنات ﷺ کے آثار کی پیروی،ان سے محبت اور اس میں محنت ومشقت کا نتیجہ تھا۔

ایک مغربی عالم کا ہم نے ذکر کیا ہے اور یہ یمن کے ہیں۔اس میں خبریں متواتر ہیں۔ان کو کتابوں اور طبقات میں مدوّن کیا گیا ہے۔

عالمِ اسلام کا کوئی گوشہ اس طرح کے واقعات سے خالی نہیں ہے۔یا ظاہر ومشہور

ہیں - یا پوشیدہ اور مخفی ہیں - یہ کیونکر نہ ہو۔ یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ ﷻ بلاؤں کو ٹالتا ہے، ان کے وسیلہ سے دشمنوں پر فتح عطا کرتا ہے، ان کے وسیلہ سے بارشیں ہوتی ہیں۔ زمین کا کوئی گوشہ اس طرح کے لوگوں سے خالی نہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنی بہت سی احادیث میں ان اُمور کی خبر دی ہے۔ ان میں سے کافی گذر چکی ہیں۔ یہ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ہدایت یافتہ لوگوں کے لئے کافی ہیں۔

عام اہل ایمان کی برزخی زندگی انبیاءِ کرام، صدیقین اور شہداء ... کم ... ہے۔ اور کافروں کی زندگی سے اوپر ہے۔ کیونکہ اہل ایمان کی ارواح صاف ہیں۔ ان کی ارواح عِلّیِین میں نعمتوں سے فیض یاب ہیں اور کافروں کی روحیں سِجِّین میں عذاب میں گرفتار ہیں۔ اہل ایمان کی روحیں کافروں کی روحوں سے اس طرح صاف ہیں جس طرح بلور، ٹین سے صاف ہوتا ہے۔ انسان کو اپنا چہرہ جس طرح بلور سے نظر آتا ہے، ایسے ٹین سے نظر نہیں آتا۔

اہل ایمان کی برزخی زندگی کے متعلق تاجدارِ کائنات ﷺ کی بہت سی احادیث ہیں۔

عبد الحق نے الاحکام الصغری میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ الرَّجُلِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ رُوْحَهُ حَتّٰى يَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

اتحاف السادة المتقين، ۱۰:۳٦٥ الحاوی للفتاوی، ۲:۳۰۲

تفسیر ابن کثیر، ٦:۳۳۰

ترجمہ : تم میں سے کوئی شخص جب کسی ایسے شخص کی قبر کے قریب سے گذرتا ہے جس کو وہ دنیا پہچانتا تھا پس اس کو سلام کہتا ہے۔ اللہ ﷻ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے کہ وہ اسے سلام کا جواب دیتا ہے۔

امام عبد الحق نے **کتاب العاقبة** میں ارشاد فرمایا:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

مَا مِنْ رَجُلٍ یَزُوْرُ قَبْرَ اَخِیْهِ فَیَجْلِسُ عِنْدَهُ اِلَّا اسْتَاْنَسَ بِهٖ حَتّٰی یَقُوْمَ.

اتحاف السادة المتقين ، ١٠:٣٦٥ الحاوی للفتاوی ، ٢:٣٠٢

ترجمہ : جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے وہ اس کے اٹھنے تک اس سے مانوس رہتا ہے۔

ابن ابی الدنیا سیدنا **ابو ہریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ یَعْرِفُهٗ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ وَ عَرَفَهٗ وَاِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا یَعْرِفُهٗ فَیُسَلِّمُ عَلَیْهِ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ.

اتحاف السادة المتقين ، ١٠:٣٦٥

ترجمہ : جب ایک شخص ایسی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو یہ پہچانتا ہے اسے سلام عرض کرتا ہے۔ یہ قبر والا اسے پہچانتا بھی ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور اگر کسی ایسے شخص کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو یہ پہچانتا نہیں اور سلام کہتا ہے تو وہ اسے سلام کا جواب دیتا ہے۔

اس معنی میں آثار بہت زیادہ ہیں۔ **ابنِ تیمیہ** نے ان کو **اقتضاء الصراط المستقیم** میں ذکر کیا ہے۔ جس طرح **ابن عبد الهادی** نے ان کو نقل کیا ہے۔

بے شک شہداء بلکہ تمام اہل ایمان جب ایک مسلمان ان کی زیارت کرے اور ان کو سلام کہے یہ اس سلام دینے والے کو پہچانتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں

۔جب ایسا ہر ایک اہل ایمان کے بارے میں ہے تو پھر صدیقین اور شہداء کا کیا مرتبہ ہوگا۔ پھر انبیاء کا کیسا مقام ہوگا اور سب سے بڑھ کر سید الانبیاء والمرسلین کی اس ضمن میں کیا شان ہوگی۔

اگر یہ کہا جائے کہ قبر سے سلام کا جواب کیسے آتا ہے۔قبر میں تو صرف جسم ہوتا ہے اور حیات تو روح میں ہوتی ہے۔

ہم کہیں گے روح اگر چہ جسم سے جدا ہوتی ہے مگر ایک شعاع سے ہمیشہ جسم کے ساتھ اس کا اتصال ہوتا ہے۔اسی شعاع کے واسطے سے صاحبِ قبر عذاب اور ثواب کو قبر میں محسوس کرتا ہے۔اسی سے وہ سلام کو سنتا اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ ہر ایک روح کی شعاع اس کے جسم پر واقع ہوتی ہے۔اگر چہ جسم جل جائے اور راکھ میں تبدیل ہو جائے۔یا اس کو درندے کھا جائیں۔یا اس کے علاوہ کسی اور صورت میں ہو۔جیسے مقناطیس لوہے کے ذرات کو ریت اور باقی معدنیات سے کھینچ لیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے قبر پر رفعِ حاجت کے لئے بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا اُبَالِیْ قَضَیْتُ حَاجَتِیْ عَلَی الْقُبُوْرِ اَوْ فِی السُّوْقِ وَالنَّاسُ یَنْظُرُوْنَ۔

السنن ابن ماجه ، الجنائز ٤٥

ترجمہ: مجھے کیا ہے کہ میں قبروں پر یا بازار میں رفع حاجت کروں اس حال میں کہ قبروں والے اور دیگر لوگ دیکھ رہے ہوں۔

ابن ماجہ نے اسے ایک طویل حدیث سے روایت کیا ہے۔

کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی بھرے بازار میں اپنی عورت کو کھولے۔ تاجدار کائنات ﷺ نے بیان فرمادیا کہ قبروں والے اور بازار والے دیکھنے میں ایک جیسے

ہیں۔ان سے اسی طرح حیاء کرنا چاہیئے جس طرح بازار والوں سے حیا کیا جاتا ہے۔یہ قبر والوں کی زندگی پر دلیل ہے۔

کفار کو بھی برزخی زندگی ملتی ہے۔

دلیل یہ ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ بدر کے دن اهلِ قلیب کو لا جواب کیا۔ ان سے ارشاد فرمایا:

اَنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا

قَالَ لَهُ اَصْحَابُهُ : وَ هَلْ يَسْمَعُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ

فَقَالَ ﷺ : وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ.

الصحیح البخاری ، المغازی ۸

ترجمه : بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا ہم نے اس کو حق پایا ہے۔ کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا تم نے بھی اسے حق پایا ہے؟

صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ: کیا یہ سنتے ہیں؟

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔

اس میں دلیل ہے کہ کفار مرنے کے بعد اسی طرح سنتے ہیں جس طرح زندہ سنتے ہیں۔کیونکہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔

آپ نے اس فرمان کو قسم سے پختہ فرما دیا اگر چہ ہم قسم کے بغیر ہی ان کی تصدیق کرتے ہیں کیونکہ وہ صادق اور امین ہیں۔

وہ سِجّین میں رہتے ہوئے روح کی اسی شعاع کے واسطہ سے ہی سنتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ انبیاء، صدیقین اور شہداء کی زندگی عام اہل ایمان کی زندگی

سے اعلیٰ ہے۔ان کی زندگی روح اور جسم کے ساتھ حقیقی زندگی ہے۔ بلکہ یہ دنیا کی زندگی سے بہتر ہے کیونکہ شرعی تکالیف سے خالی ہے۔ان کو آزمائشوں اور دینی اور دنیاوی فتنوں سے نجات مل چکی ہے۔ یہ ثواب اور جزاء کی جگہ پہنچ چکے ہیں۔اور اپنے محبوب لوگوں سے مل چکے ہیں۔

اگر کہا جائے کہ یہ صرف روحوں کی زندگی ہے۔

ہم عرض کریں گے کہ اہل ایمان کی روحیں بلکہ کافروں کی روحیں بھی زندہ ہیں۔ یہ بات ثابت ہے۔اس بات پر اجماع ہے کہ روحیں فنا نہیں ہوتیں۔فلاسفہ بھی ان کی حیات اور حشر کے قائل ہیں۔ بہت سے عیسائی علماء بھی ارواح کی زندگی کو اب تسلیم کر رہے ہیں۔ انہوں نے مقناطیسی تنویم سے بعض روحوں کو حاصل کیا تو ان کو زندہ پایا۔

انہوں نے اس موضوع پر کتابیں اور رسالے تصنیف کیے۔طنطاوی جوھری نے ان کی تائید بھی کی ہے اور ان کو نقل بھی کیا ہے۔

تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا وُلِّیَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیُحْسِنْ کَفَنَهٗ فَاِنَّهُمْ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ.

الترمذی، ۹۹۵ النسائی، ۳۳:٤

ابن ماجه، ۱٤۷٤ اللآلی المصنوعه ۲۳٤:۲

لسان المیزان، ۱۷۹۷:۲ تاریخ بغداد، ۱٦۰:٤

الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتهره، ۳٥

الکامل فی الضعفاء لابن عدی، ۱۷٦۰:٥

تذکرة الموضوعات للفتنی، ۲۱۹ الضعفاء للعقیلی، ٥٥:۲

الموضوعات لابن جوزی، ۲٤۰:۳ تاریخ اصفهان لابی نعیم، ۳٤٦:۲

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا والی بنے تو اسے اچھا کفن دے کیونکہ وہ قبروں میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی لختِ جگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

اِغْسِلِیْ ثَوْبَیَّ هٰذَیْنِ وَ كَفِّنِیْنِیْ بِهِمَا، فَاِنَّمَا اَبُوْ بَكْرٍ اَحَدُ الرَّجُلَیْنِ اِمَّا مَكْسُوٌّ اَحْسَنَ الْكِسْوَةِ اَوْ مَسْلُوْبٌ اَسْوَاءُ السَّلْبِ.

ترجمہ: میرے ان دونوں کپڑوں کو دھونا اور مجھے ان میں غسل دینا۔ کیونکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ دو مردوں میں سے ایک ہے۔

کفن کا حسن اور قبح وہ ہمارے دیکھنے میں ہے۔ یہ ویسے ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق چاہے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے ارشاد فرمایا:

﴿...... بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ۳:۱۶۹

ترجمہ: بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔

اور ہم انہیں دیکھتے ہیں کہ خون میں لتھڑے پڑے ہیں۔ وہ اس طرح ہمارے دیکھنے میں ہوتے ہیں۔ اور غیب میں وہ اس طرح ہوتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ اگر وہ ہمارے دیکھنے میں بھی اسی طرح ہوں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے خبر دی ہے تو غیب سے ایمان اٹھ جائے۔

امام بیہقی کا کلام ختم ہوا۔

فوت شدہ لوگوں کے باہمی ملاقات کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ باہمی ملاقات زندوں میں ہوتی ہے۔ یہ لوگ جس طرح زندگی میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے اسی طرح موت کے بعد بھی ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ پچھلی حدیث کی طرح حدیث میں آیا ہے۔ یہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اسے حارث ابن ابی اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ابنِ عدی نے الکامل میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل مرفوعاً

روایت کیا ہے۔

الخطیب نے التاریخ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل مرفوعا روایت کیا ہے۔فوت شدہ صالحین ایک دوسرے سے غیب میں ملاقات کرتے ہیں۔اسی طرح تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے خبر دی ہے۔ان میں سے ہر ایک دوسرے کو پہچانتا ہے جس طرح دنیا میں پہچانتا تھا۔لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے اور نہ ہی ان کے ریشمی کپڑوں کو دیکھ سکتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

امام السیوطی نے امام الیافعی سے نقل کیا ہے۔

امام یافعی نے روض الریاحین میں بعض صالحین سے حکایت کیا ہے۔

اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل مقابر کے مقامات دکھانے کے لئے عرض کی۔میں نے ایک رات قبروں کو دیکھا کہ وہ پھٹ گئی ہیں اور ان میں کچھ لوگ چارپائیوں پر سو رہے ہیں۔کچھ لوگ ہنس رہے ہیں اور کچھ لوگ رو رہے ہیں۔

میں نے عرض کی: اے میرے رب اگر تو چاہے تو ان کو کرامت میں ایک جیسا کر دے۔تو قبر والوں میں سے ایک منادی نے ندا دی: اے فلاں! یہ اعمال کے مقامات ہیں۔ریشمی بستروں پر بیٹھنے والے اچھے اخلاق والے لوگ ہیں۔حریر و دیباج والے شہداء ہیں۔ریحان والے روزہ دار ہیں۔نور والے اللہ تعالیٰ کے لئے باہم محبت کرنے والے ہیں۔رونے والے گناہ گار ہیں۔

امام یافعی نے ارشاد فرمایا:

ایمان والے کو اچھی یا بری صورت میں دیکھنا ایک کشف ہے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر بشارت یا عبرت کے لئے،میت کے فائدہ کے لئے،یا اس کے لئے نیکی کروانے کے لئے اس کا قرض چکانے کے لئے یا کسی اور غرض کے لئے فرماتا ہے۔اکثر اوقات یہ مشاہدہ نیند کی حالت میں ہوتا ہے۔اور کبھی کبھار بیداری میں بھی ہو جاتا ہے۔یہ مکاشفات اور مشاہدات

صاحب حال اولیاءِ کرام کی کرامات سے ہوتے ہیں۔

آپ نے **کفایة المعتقد** میں ارشاد فرمایا:

بعض صالحین نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے والدِ گرامی کی قبر پر جاتے ہیں اور ان سے باتیں کرتے ہیں۔

طبقات الاولیاء والاصفیاء میں یہ اس قدر ہے جس کو صفحات نہیں سمیٹ سکتے۔ میں نے خود بھی اس کا مشاہدہ کیا ہے اور اس قدر سنا ہے جو اندازہ میں آنے والا نہیں ہے۔ میرے ساتھ بہت سارے اور لوگوں نے بھی دیکھا اور سنا۔

اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

میں اسی پر اکتفاء کیا ہے جو ثقہ لوگوں سے منقول ہے۔ اور یہ باتیں علم ضروری کی طرح ہیں۔

الشیخ ابنِ حبان نے **کتاب الوصایا** میں **سیدنا قیس بن قبیصہ** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ لَّمْ يُوْصِ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ فِي الْكَلَامِ مَعَ الْمَوْتٰى

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ : وَ هَلْ يَتَكَلَّمُ الْمَوْتٰى

قَالَ: نَعَمْ يَتَزَاوَرُوْنَ .

کتاب الوصایا لابن حبان، اتحاف السادة المتقين، ٥:١٥٨

الحاوی للفتاوی، ٢:٢٧٢ کنز العمال، ٤٦٠٨٠، ٤٦٠٨٦

ترجمہ: جو وصیت نہیں کرے گا اسے فوت شدہ لوگوں کے ساتھ گفتگو کی اجازت نہیں ملے گی۔

عرض کی: کیا فوت شدہ لوگ گفتگو کرتے ہیں؟

ارشاد فرمایا: ہاں وہ ایک دوسرے سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔

ان کا باہم گفتگو کرنا اور ایک دوسرے سے ملاقات کرنا ثابت ہے۔اور یہ ان کی حیات کے شواہد سے ہے۔

امام الیافعی نے ارشاد فرمایا:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے تو بسا اوقات ارواح علیین اور سجین سے قبروں میں اجسام میں لوٹا دی جاتی ہیں۔خصوصا جمعہ کی رات۔وہ باہم بیٹھتے ہیں۔ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں۔ثواب والے ثواب پاتے ہیں اور عذاب والے عذاب پاتے ہیں۔جب تک وہ علیین یا سجیین میں ہیں۔قبر میں روح اور جسم مشترک ہوتا ہے۔

امام یافعی کا کلام ختم ہوا۔

انبیاء، صدیقین، شداء، صالحین اور تمام فوت شدگان کی حیات سے یہ لازم نہیں ہے کہ یہ دنیا کی حیات کی طرح ہو کہ ان کے جسم بھی ان کے ساتھ ہوں۔جیسے دنیا میں ہے اور انہیں کھانے اور پینے اور دوسرے جسمانی حاجت ہوں جیسا کہ دیکھا جاتا ہے بلکہ ان فوت شدہ لوگوں کے لئے دوسرا حکم ہے۔

جاننا اور سننا تو تمام فوت شدگان کے لئے ثابت ہے۔

یہ امام سبکی کا کلام ہے۔

امام السیوطی نے احوال برزخ میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔جس میں انہوں نے انتہائی عجیب وغریب باتیں ذکر کی ہیں۔

امام مسلم ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَرْوَاحُ الشُّهَدَاءِ فِىْ حَوَاصِلِ الطَّيْرِ خَضْرٍ تَسْرَحُ فِى الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَ تْ ثُمَّ تَأْوِىْ اِلٰى قَنَادِيْلَ تَحْتَ الْعَرْشِ.

الصحیح المسلم ۔ الامارہ ۱۲۱

ترجمہ : شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں یہ جنت میں جہاں چاہیں اڑتی پھرتی ہیں پھر عرش کے نیچے قندیلوں میں چلی جاتی ہیں۔

امام احمد ،امام ابو داؤد،امام الحاکم اورامام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَمَّا اُصِیْبَ اَصْحَابُکُمْ بِاُحُدٍ جَعَلَ اللّٰہُ اَرْوَاحَھُمْ فِیْ حَوَاصِلِ طَیْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ اَنْھَارَ الْجَنَّۃِ وَ تَأْکُلُ مِنْ ثِمَارِھَا وَ تَأْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ مِنْ ذَھَبٍ مُعَلَّقَۃٍ فِیْ ظِلِّ الْعَرْشِ.

سنن ابو داود ، جهاد ۲۵ الجامع الترمذی ، تفسیر سوره ۳: ۱۹

الحاوی للفتاوی ، ۲: ۳۰۶ ابن ماجه ، جهاد ۱۶

اتحاف السادة المتقين ، ۱۰: ۳۸۸ مسند احمد ، ۲۳۹۲

المستدرك للحاكم ، ۲۴۴۴ ، ۳۱۶۵ شعب الايمان للبيهقی ،

ترجمہ : احد میں تمہارے ساتھیوں کو تکلیف پہنچنے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کی پوٹ میں رکھا ہے۔ یہ جنت کی نہروں پر وارد ہوتے ہیں۔ جنت کے پھل کھاتے ہیں۔عرش کے سایہ میں لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں پناہ لیتے ہیں۔

الشیخ اسمعیل الحقی نے تفسیر روح البیان میں ارشاد فرمایا ہے:

تاجدارِ کائنات ﷺ کا فرمان کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں۔یہ ارواح کی سبز پرندوں کے ساتھ تمثیل ہے۔اگر یہ روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں حقیقی طور پر ہوں اور وہ پرندے جنت میں لطف اندوز ہوں تو تناسخ کا قول لازم آئے گا۔اور تناسخ کا عقیدہ بالاجماع باطل ہے۔بے شک ارواح بِنَفْسِھَا سبز پرندوں کی شکل میں متشکل ہوتی ہیں۔اس پر تاجدارِ کائنات ﷺ کا فرمان دلالت کرتا ہے۔اسے امام مالک نے موطا میں امام احمد نے اور امام نسائی نے سندِ صحیح کے ساتھ سیدنا

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرُهَا يَتَعَلَّقُ فِيْ شَجَرَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَهُ اللّٰهُ اِلٰى جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُهٗ.

الموطا للامام مالك، الجنائز ٤٩ مسند احمد ، ٣:٤٥٥

النسائی ، الجنائز ١١٧

ترجمہ : بے شک اہل ایمان کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درخت کے ساتھ لٹکا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جسم میں لوٹا دیتا ہے۔

امام طبرانی نے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ كَالزَّرَازِيْرِ تَاْكُلُ مِنْ ثَمَرِ الْجَنَّةِ.

الطبرانی ، شعب الایمان ،

ترجمہ : اہل ایمان کی روحیں ایک بڑے پرندے کی طرح ہیں۔ یہ جنت کے پھل کھاتی ہیں۔

ابن المبارک نے کتاب الزھد میں سعید بن المسیب عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ بَرْزَخٍ مِنَ الْاَرْضِ تَذْهَبُ حَيْثُ شَاءَ تْ وَ اَنْفُسُ الْكَافِرِيْنَ فِيْ سِجِّيْنَ.

الزھد لابن المبارك

ترجمہ : اہل ایمان کی روحیں زمین میں برزخ میں رہتی ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ اور کافروں کی روحیں سجین میں ہوتی ہیں۔

امام ابو القاسم نے ارشاد فرمایا:

برزخ دو چیزوں کے درمیان پردہ کو کہتے ہیں۔ گویا زمین میں یہ دنیا اور آخرت کے درمیان ہے

یہ اس بات پر دلالت ہے کہ روحیں سبز پرندوں میں متشکل ہوتی ہیں۔

ابن المبارک نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ بِيْضٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ.

الزهد لابن المبارك، اتحاف السادة المتقين، ٩:٢٣٥ـ١٠:٣٨٦

كنز العمال، ٤٢٦٨٨

ترجمہ : اہل ایمان کی روحیں سفید پرندوں کے پیٹ میں عرش کے نیچے ہوتی ہیں۔

امام ابو نعیم نے حلیة الاولیاء میں وھب بن منبه سے روایت کیا ہے۔

اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى دَاراً فِي السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ يُقَالُ لَهَا الْبَيْضَاءُ فِيْهَا اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَاِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا تَلَقَّتْهُ الْاَرْوَاحُ يَسْأَلُوْنَهُ عَنْ اَخْبَارِ الدُّنْيَا كَمَا يَسْأَلُ الْغَائِبُ اَهْلَهُ اِذَا قَدِمَ عَلَيْهِمْ.

حلية الاولياء، ٤:٤٧٥٨

ترجمہ : بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ساتویں آسمان میں ایک گھر ہے جسے بیضاء کہا جاتا ہے۔ اس میں اہلِ ایمان کی روحیں جمع ہوتی ہیں۔ جب ان میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو اس سے روحیں ملاقات کرتی ہیں۔ وہ روحیں اس سے دنیا کی خبریں پوچھتی ہیں۔ جس طرح غائب اپنے گھر والوں کے بارے پوچھتا ہے۔ جب ان کے پاس آئے۔

ابن القیم نے کہا:

تحقیق یہ ہے کہ اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ روحیں برزخ میں ایک دوسری سے بہت زیادہ متفاوت ہوتی ہیں۔ ان دلائل میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

بے شک یہ سب کچھ لوگوں کے درجات کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ بہر

صورت روح کو بدن کے ساتھ ایسا اتصال ہوتا ہے کہ اسے خطاب کرنا اور سلام کہنا صحیح ہوتا ہے۔

روح کی ایک دوسری ساخت بھی ہے۔ وہ رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے بدن سے بھی متصل ہوتی ہے کہ جب کوئی اسے سلام دیتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتی ہے۔ حالانکہ وہ اپنی جگہ پر بھی ہوتی ہے۔ غائب کو شاہد پر قیاس کرنے کی بنا پر غلطی ہوتی ہے۔ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ روح جب بدن سے جدا ہو کر دوسری جگہ چلی جاتی ہے تو پھر اس کا دوسری جگہ ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ یہ محض غلطی ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے معراج کی رات سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی وقت اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے بھی دیکھا۔ چھٹے آسمان پر بھی دیکھا۔ روح وہاں بدن کی مثال میں تھی۔ اس کا بدن کے ساتھ اتصال تھا کہ وہ قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔ اور سلام کو لوٹاتے تھے۔ حالانکہ روح رفیقِ اعلیٰ میں تھی۔ ان دونوں امور میں کوئی تباین نہیں ہے۔ ارواح ابدان کی طرح نہیں ہیں۔ بعض لوگوں نے روح کو سورج کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ سورج آسمان میں ہوتا ہے مگر اس کی شعاع زمین پر ہوتی ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا بُلِغْتُهٗ.

اتحاف السادة المتقین، ۳:۲۸۹ـ۱۰:۳٦٥ — مشکوة المصابیح، ۹۳٤

کنز العمال، ۲۱٦٥ـ۲۱۹۷ـ۲۱۹۸ — تفسیر ابن کثیر، ٦:٤٦٦

تذکرة الموضوعات للفتنی، ۹۰ — الدر المنثور، ٥:۲۱۹

اللآلی المنصوعه للسیوطی، ۱:۱٤٦ — الحبائك فی الملائك للسیوطی، ۹۹

ترجمہ: جس شخص نے میری قبر کے پاس درود پڑھا۔ میں نے اس کو سن لیا اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا، وہ مجھے پہنچا دیا گیا۔

یہ بات تو یقینی ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی روحِ پاک تو دوسرے انبیاءِ کرام

کے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہے اور وہ رفیقِ اعلیٰ کے پاس ہے۔

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے کہ روح عِلِّیِّیْن میں ہو، آسمان اور زمین کے درمیان ایک پردے میں ہو، سجین میں ہو۔ یا اسے بدن کے ساتھ ایسا اتصال حاصل ہو کہ وہ ادراک کرے، سنے، نماز ادا کرے، تلاوت کرے۔ یہ بات دنیوی معاملات پر قیاس کرنے کی وجہ سے عجیب لگتی ہے۔ کیونکہ روحوں کی دنیا کو جسموں کی دنیا سے کوئی مشابہت نہیں ہے۔ آخرت اور برزخ کے امور دنیوی امور سے بالکل مختلف ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بد بخت اور خوش بخت روحوں کا مقام ایک جیسا نہیں ہے۔ اختلافِ درجات کے باوجود ان تمام روحوں کا اپنے جسموں کے ساتھ قبروں میں اتصال ہوتا ہے۔ اس اتصال کی بنا پر یہ بدن عذاب اور ثواب کو محسوس کرتے ہیں۔

ابن القیم کا کلام ختم ہوا۔

انبیاءِ کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کی حیات روحوں اور جسموں دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر انبیاءِ کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کی حیات بھی فقط روحوں کے ساتھ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں انبیاءِ کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کی برزخی زندگی اور کافروں، گناہ گاروں اور فاسقوں کی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یہ اعتقاد بہت بڑی جہالت ہے جو عقلاً اور نقلاً مردود ہے۔ جس نے یہ حکم لگایا اللہ تعالیٰ نے اس کو بے وقوف قرار دیا۔

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الجاثیہ ۴۵:۲۱

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے جو برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان

(دونوں) کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے۔ بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

اس شخص کے لئے یہ کافی ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور دشمنوں کی زندگی ایک جیسی ہے۔ اگر یہ عقل والے ہوں تو سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون فیصلہ کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اعلیٰ اور اجل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دوست نہ تو اپنی زندگی میں ایک جیسے ہیں نہ اپنی موت میں ایک جیسے ہیں۔ جو اس کے خلاف کہے وہ قرآن اور عقل دونوں کا مخالف ہے۔

گیارھویں فصل

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
خواب میں اور بیداری میں

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں اور بیداری میں

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر دلائل ذکر کرنے کے بعد مناسب ہے کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کو بیان کیا جائے۔ اور یہ بیان کیا جائے کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں بھی زیارت ممکن ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ

مسند احمد بن حنبل، ۳۰۶:۵ الصحیح البخاری، العلم ۳۸

الترمذی رؤیا ٤

ترجمہ : جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا بیشک شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔

اسے امام احمد، امام بخاری اور امام ترمذی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَزَایَا بِیْ

الصحیح البخاری، التعبیر ۱۰ الصحیح للمسلم، مسند احمد،

ترجمہ : جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

اسے امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَأَنِی الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَایَتَکَوَّنُ بِیْ

الصحیح البخاری ، التعبیر ١٠ الصحیح للمسلم مسند احمد ، ٣:٥٥

ترجمہ : جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

اسے امام مسلم اور امام بخاری نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے:

فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَزَایَا بِیْ

مسند احمد بن حنبل الصحیح البخاری ، التعبیر ١٠

الصحیح للمسلم

ترجمہ : پس بے شک شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

اسے امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

پس تاجدارِ کائنات ﷺ اللہ جل جلالہ کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہیں۔ آپ سے جو بھی سنا جاتا ہے وہ حق ہی ہوتا ہے۔

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَآنِیْ فَاِنِّیْ اَنَا ھُوَ فَاِنَّہٗ لَیْسَ لِلشَّیْطَانِ اَنْ یَتَمَثَّلَ بِیْ

الجامع الترمذی رؤیا ٤

ترجمہ : جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ اِنَّهٗ لَا یَنْبَغِیْ لِلشَّیْطَانِ اَنْ یَتَمَثَّلَ فِیْ صُوْرَتِیْ

مسند احمد بن حنبل ۱:۳۷۵ الصحیح للمسلم رؤیا ۱۰۔۱۱

ابن ماجہ رؤیا ۲

ترجمہ : جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔

اسے **امام احمد، امام مسلم** اور **امام ابن ماجہ** نے **سیدنا جابر** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ

الصحیح البخاری تعبیر ۱۰ الصحیح للمسلم رؤیا ۱۱

السنن ابو داؤد ادب ۸۸

ترجمہ : جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے جاگتے ہوئے ضرور دیکھے گا۔ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔

اسے **امام بخاری، امام مسلم** اور **امام ابو داؤد** نے **سیدنا ابو ہریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ تمام احادیث صحت کے اعلیٰ درجہ میں ہیں۔ جن احادیث پر **امام بخاری** اور **امام مسلم** متفق ہوں، علماء نے کہا ہے کہ وہ احادیث متواتر سے ملحق ہوتی ہیں۔ ان احادیث کو **امام مسلم** اور **امام بخاری** نے روایت کیا اور ان کے ساتھ **امام احمد، امام ترمذی، امام ابنِ ماجہ** اور **امام ابو داؤد** ہیں۔ پس یہ احادیث صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئیں اور متواتر کے ساتھ جا ملیں۔

صحیح بخاری اور **صحیح مسلم** میں ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں:
میں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کو فرماتے سنا:

مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ، فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لا یَتَمَثَّلُ بِیْ، وَ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءاً مِّنَ النُّبُوَّةِ.

الصحیح البخاری، ٦٩٩٤   مسند احمد بن حنبل ٣: ٢٦٩

الصحیح للمسلم، کتاب ٤٢، باب ١، حدیث ١١، ١٠

ترجمہ: جس شخص نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے مجھے ہی دیکھا۔ بے شک شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اہلِ ایمان کی خوابیں نبوت کا 46 واں حصہ ہیں۔

احادیثِ طیبہ میں شیطان کی عدمِ مماثلت کو مختلف الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ لا یَتَمَثَّلُ بِیْ

لَا یَتَکَوَّنُنِیْ

لَا یَتزَایَا بِیْ

لَا یَتَخَیَّلُ بِیْ

تاجدارِ کائنات ﷺ نے تمثیل کا کوئی لفظ نہیں چھوڑا۔ سب کو ذکر فرما دیا۔ اب اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے کہ شیطان خواب میں اور بیداری میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

ابن الباقلانی نے ارشاد فرمایا:

احادیث کا معنی یہ ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی زیارت صحیح ہوتی ہے۔ یہ خواب نہ تو جھوٹے ہوتے ہیں اور نہ شیطان کے تشبہات ہوتے ہیں۔

کسی اور نے کہا:

مراد یہ ہے کہ جس نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی زیارت کی اس نے حقیقتاً آپ کی ہی زیارت کی۔ کوئی مانع نہیں ہے جو یہ معنی مراد لینے سے منع کرے اور عقل اس کے

خلاف ہے تاکہ اس کو ظاہری معنی سے کسی اور معنی کی طرف پھیر دیں۔

علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا:

تاجدارِ کائنات ﷺ کو ان کی صفت کے خلاف بھی دیکھا گیا، دو جگہوں پر بھی ایک ساتھ دیکھا گیا، کئی ایک جگہوں پر بھی دیکھا گیا۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کی صفات میں دیکھنے والے کے خیال میں خلط ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کی ذات تو مرئی ہے۔ آنکھوں کے خلاف ادراک کی یہاں شرط نہیں ہے۔ نہ ہی مسافت کا قرب، نہ ہی یہ کہ مرئی زمین میں دفن ہے۔ صرف اس کا موجود ہونا شرط ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کے جسم کے فناء ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ احادیث میں یہ آیا ہے کہ باقی انبیاءِ کرام کے ساتھ تاجدارِ کائنات ﷺ کا جسم سلامت ہے۔ بلکہ یہ وارد ہوا ہے کہ انبیاءِ کرام اپنی قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کی طرح نیکی کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ایامِ حرہ میں **سیدنا سعید بن المسیب** رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بند ہو گئے تھے اور حجرہ مقدسہ کے اندر سے اذان سن کر نماز کے اوقات کو پہچانتے تھے اور یہ بعید نہیں کہ یہ انبیاءِ کرام اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی خصوصیات ہوں۔

علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا:

ایک ہی رات میں تمام زمین والوں کو بھی تاجدارِ کائنات ﷺ کی زیارت ممکن ہے۔ کیونکہ کائنات شیشے کی طرح ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ سورج کی طرح ہیں۔ جب سورج ان تمام آئینوں پر چمکتا ہے تو ہر آئینہ میں اس آئینہ کے چھوٹے، بڑے، صفائی، گدلہ پن، لطافت اور ثقافت کے اس سورج کی تصویر نظر آتی ہے۔ یا یہ کائنات بلور کی طرح ہے۔ یا کسی اور دھات کی طرح ہے، کنستر کی طرح ہے۔ اور اسے آئینہ کی شکل کے مطابق نظر آتا ہے۔ گول، تکونہ یا چوکور۔ اسی طرح شکلیں اور رنگ۔

جو شخص بھی تاجدارِ کائنات ﷺ کی زیارت کرتا ہے۔ وہ اپنی ذات کے مطابق

اور اپنے دل کے آئینہ کے موافق زیارت کرتا ہے۔ اگر دیکھنے والے صفتِ کمال کے ساتھ زیارت کرے تو یہ دیکھنے والے کا کمال ہے۔ اگر کوئی انہیں صفتِ نقص کے دیکھتا ہے تو یہ دیکھنے والے کا نقص ہوتا ہے۔

تاجدارِ کائنات کا فرمان:

مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ

الصحیح البخاری، ۶۹۹۳

علماءِ نے کہا ہے کہ یقینی طور پر دنیوی زندگی کے بارے ہے اگر چہ یہ سعادت موت کے وقت ہی نصیب ہو۔

جس شخص نے اس کی آخرت میں دیدار کے ساتھ تاویل کی ہے علماءِ کرام نے اس کا رد کیا ہے۔ کیونکہ آخرت میں تو ہر ایمان والا دیکھے گا۔ چاہے اس نے خواب میں دیکھا ہو یا خواب میں نہ دیکھا ہو۔ اسی طرح بہت ساری احادیث میں وارد ہے۔ بلکہ آخرت میں تو تاجدارِ کائنات ﷺ کو کفار اور منافق بھی دیکھیں گے اور آپ کی عظیم قدر و منزلت اور شان و شوکت پہچانیں گے۔

اہلِ ایمان میں سے اہلِ کمال جن کو صفائے قلب نصیب ہے ان کو دنیا میں بھی زیارت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں کی صفائی اور ان کے معارف کو بیان فرمایا ہے:

﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ﴾

القرآن الحکیم النور ۲۴:۳۵

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو

اس میں چراغ ہو، وہ چراغ شیشہ (کے ایک فانوس) میں ہو۔ وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے جو برکت والے زیتون کے درخت سے روشن کیا گیا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ (یہ) نور ہی نور ہے۔

یہ اس بات کی مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل کو نورِ ایمان کے بعد علوم و معارف سے منور کیا ہے یہ عارف کے دل اور دل کے معارف کی تمثیل ہے۔ یہ اس دل کی مثال ہے جو بیداری میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی زیارت اور تمام مغیبات کا اہل ہے۔

بعض علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا:

تاجدارِ کائنات ﷺ کی بیداری میں زیارت باطنی بصیرت اور خاص نور کی اعانت سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

انہوں نے فرمایا:

میں نے امام جلال الدین السیوطی کا نبی اور فرشتہ کی زیارت کے موضوع پر ایک رسالہ دیکھا جس میں عام نصوص وارد کی ہیں۔ الحمد للہ مجھے بعض صحابہ کی اس سعادت کے حصول پر صحیح روایات پر اطلاع ہوئی ہے۔

امام طبرانی نے اسنادِ حسن سے سیدنا ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ، ایک صحابی رسول ﷺ سے روایت کیا ہے:

اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : اُدْعُ اللّٰهَ لِيْ بِالشَّهَادَةِ۔

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ دَمَ ابْنِ ثَعْلَبَةَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَالْكُفَّارِ

قَالَ : فَكُنْتُ اَحْمِلُ فِيْ عُرْضِ الْقَوْمِ فَيَتَرَاءَى لِيَ النَّبِيُّ ﷺ خَلْفَهُمْ

فَقِيْلَ لَهُ : يَا ابْنَ ثَعْلَبَةَ ! اِنَّكَ لَتُغَرِّرُ فَتَحْمِلُ عَلَى الْقَوْمِ

فَقَالَ : اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ یَتَرَاءَ یٰ لِیْ خَلْفَهُمْ فَاَحْمِلُ عَلَیْهِمْ حَتّٰی اَقِفُ عِنْدَهٗ ثُمَّ یَتَرَاءَ یٰ لِیْ اَصْحَابِی فَاَحْمِلُ حَتّٰی اَکُوْنَ مَعَ اَصْحَابِی.
قَالَ: فَعُمِّرَ زَمَانًا طَوِیْلًا مِنْ دَهْرِهٖ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیِّ ﷺ

الطبرانی ، مجمع الزوائد ، ۹:۳۷۹

ترجمہ : یہ صحابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا:

اے اللہ ! کافروں اور مشرکوں پر ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا خون حرام کردے۔

فرمایا: میں قوم کے سامنے سے حملہ کرتا تھا، مجھے ان کے پیچھے تاجدارِ کائنات ﷺ دکھائی دیتے تھے۔

ان سے کہا گیا؛ اے ثعلبہ! تم دھوکا کھاتے ہو اور قوم پر حملہ کردیتے ہو۔

انہوں نے جواب دیا: مجھے ان کے پیچھے تاجدارِ کائنات ﷺ دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس کھڑا ہوتا ہوں۔ پھر مجھے میرے اصحاب نظر آتے ہیں۔ میں اُن پر حملہ کرتا ہوں یہاں تک میں ان کے پاس کھڑا ہوتا ہوں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کے وصال کے بعد کافی عرصہ تک ثعلبہ رضی اللہ عنہ زندہ رہے۔

اسے **حافظ ھیثمی** نے **مجمع الزوائد** میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے: اس کی اسناد حسن ہیں۔

یہ وصال کے بعد تاجدارِ کائنات ﷺ کی بیداری میں زیارت پر دلیل ہے۔ جس طرح کہ اس صحابی کو زیارت ہوتی رہی۔ یہ طویل زمانہ تک اسی حالت پر زندہ رہے۔ یہ سعادت اس کو نصیب ہوتی ہے جس کی بصیرت پرنور ہو اور اس سے حجاب اُٹھ جائیں۔ جو شخص اس طرح نہ ہو وہ کبھی خواب میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی زیارت کرتا ہے اور کبھی بیداری میں زیارت کرتا ہے لیکن یہ پہچانتا نہیں کہ یہ تاجدارِ کائنات ﷺ ہیں

بے شک تاجدارِ کائنات ﷺ زندہ ہیں، موجود ہیں اور موجود کی زیارت ناممکن نہیں ہوتی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

جس شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا، وہ بیداری میں بھی ضرور آپ کی زیارت کرے گا۔ آپ ایسے سچے ہیں کہ جب اپنی خواہش نفس سے کلام ہی نہیں کرتے بلکہ وہ وحی ہوتی ہے۔ کبھی ایک شخص آپ کو دیکھتا ہے، آپ ﷺ سے کلام کرتا ہے، آپ ﷺ کو سلام عرض کرتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ آپ تاجدارِ کائنات ﷺ ہیں۔

جس شخص نے کہا ہے کہ بیداری میں زیارت کرنے سے لازم آئے گا کہ شرفِ صحابیت منقطع نہ ہو۔ علماءِ کرام نے اس کا رد فرمایا ہے کہ شرف صحابیت کے لئے ضروری ہے کہ دنیا میں حالتِ حیات میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی زیارت کی جائے نہ کہ برزخ کی زندگی میں۔ بے شک تاجدارِ کائنات ﷺ نے وصال فرمایا اور آپ ﷺ کو حقیقتاً دفن کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمۡ مَّیِّتُوۡنَ ﴾

القرآن الحکیم الزمر ۳۹:۳۰

ترجمہ: بیشک آپ نے بھی (دنیا سے) انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔

لیکن یہ زندگی انبیاءِ کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کو لوٹا دی جاتی ہے۔ ہم یہ ہرگز نہیں کہتے کہ انہوں نے وصال ہی نہیں فرمایا۔ موت تو ان پر اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر شئی پر واقع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ لیکن خصوصی طور پر عالم برزخ میں ان کی روحیں ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں۔ یہ عالم برزخ میں فرشتوں کی طرح زندہ ہوتے ہیں۔ پھر قیامت سے پہلے نَفۡخَۂ اُولیٰ کے وقت ان پر موت طاری ہوگی۔

اسی طرح عام اہل ایمان اور کافروں کی کچھ زندگی ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہے

کہ اس زندگی کی وجہ سے قبر کی نعمتیں اور اس کا عذاب محسوس کرتے ہیں۔ لیکن ان کی زندگی انبیاءِ کرام کی زندگی اور صدیقین کی زندگی کی طرح نہیں ہوتی۔ یہ جہادِ نفس .... جہادِ اکبر کے شہداء ہیں۔ نہ ہی ان عام اہل ایمان اور کافروں کی زندگی جہادِ کفار میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والوں کی زندگی کی طرح ہوتی ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ مَا يُرْفَعُ الرُّكْنُ وَالْقُرْآنُ وَ رُؤْيَةُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَنَامِ بَلاغًا

تاریخ مکہ ، الامام ازرقی

ترجمہ: سب سے پہلے رکن، قرآن حکیم اور خواب میں زیارت نبی ﷺ کو اُٹھالیا جائے گا۔

اسے الازرقی نے تاریخِ مکۃ میں عثمان بن ساج سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی زیارت منقطع ہو جائے گی اور یہ قیامت کی علامات سے ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی روحِ مقدسہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتی جس میں کتا ہو یا تصویر ہو یا جو ایسے گھر میں سو رہا ہو وہ بھی اس زیارت سے محروم رہتا ہے۔ مجسمے جیسے درندے، بندر، خنزیر، کتے گھوڑے، پرندے اور بلیاں جو آج کل بازاروں میں بچوں کے لئے بکتی ہیں وہ اس باب میں اَولیٰ ہیں کیونکہ یہ بالا جماع حرام ہیں۔ تاجدارِ کائنات ﷺ ہر اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

بارھویں فصل

صحبن کے بارے عقیدۂ اہلِ سنت

صالحین کے بارے عقیدۂ اہلِ سنت

ولی کے لئے سچا ہونا ضروری ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الْمُؤْمِنُ اِذا قال صَدَقَ

کشف الخفا للعجلونی ، ۲:۳۰۴ الاسرار المرفوعه لعلی القاری ، ۳۶۳

ترجمہ : مومن جب بولے سچ کہتا ہے۔

ولی کے لئے امین ہونا بھی ضروری ہے۔ جس طرح کہ سچا ہونا اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

خیانت کرنے والا اور جھوٹ بولنے والا اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہوسکتا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ علی الْخِلال كُلِّها اِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ.

مسند امام احمد بن حنبل ۵:۲۵۲ الترغیب و الترھیب ، ۳:۵۹۵

کنز العمال ، ۸۳۳ مشکوۃ المصابیح ، ۴۸۶۰

الدر المنثور ، ۳:۲۹۰ مسند بزار ،

مسند ابو یعلی ،

ترجمہ : اہل ایمان کی فطرت میں خیانت اور جھوٹ کے علاوہ ہر خصلت ہوسکتی ہے۔

اسے امام احمد نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

اسے بزار اور ابو یعلی نے بھی روایت کیا ہے۔

ولی سے جھوٹ، خیانت اور ملاوٹ ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ج وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْکَاذِبُوْنَ ○

القرآن الحکیم النحل ۱۶:۱۰۵

ترجمہ: وہی لوگ جھوٹ تراشا کرتے ہیں جو اللہ ﷻ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ سے روایت ہے:

سُئِلَ یَوْمًا هَلْ یَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا؟

قَالَ : قَدْ یَکُوْنُ ذَالِکَ.

قِیْلَ: هَلْ یَکُوْنُ بَخِیْلًا ؟

قَالَ: قَدْ یَکُوْنُ ذَالِکَ.

قِیْلَ : هَلْ یَکُوْنُ کَاذِبًا

قَالَ: لَا

ثُمَّ قَرَءَ : (اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ) اِلٰی آخِرِ الْآیَةِ

المؤطا، الکلام ۱۹

ترجمہ: آپ ﷺ سے ایک دن سوال کیا گیا: کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟

ارشاد فرمایا: کبھی ایسا ہوتا ہے۔

عرض کی گئی: کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟

ارشاد فرمایا: کبھی ایسا ہوتا ہے۔

عرض کی گئی: کیا مومن جھوٹا ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا: نہیں۔ اور پھر اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی۔

ایک روایت میں ہے:

سُئِلَ ﷺ هَلْ یَزْنِی الْمُؤْمِنُ ؟

قَالَ: قَدْ یَکُوْنُ ذٰلِکَ.

قِيْلَ : هَلْ يَسْرِقُ ؟

قَالَ : قَدْ يَكُوْنُ ذٰلِکَ.

قِيْلَ هَلْ يَكْذِبُ.

قَالَ: لَا

تاریخ ابن عساکر ، مساوی الاخلاق ،

ترجمہ : تاجدارِ کائنات ﷺ سے پوچھا گیا: کیا مومن زنا کرتا ہے؟

ارشاد فرمایا: کبھی ایسا ہوتا ہے۔

عرض کی گئی: کیا مومن چوری کرتا ہے؟

ارشاد فرمایا: کبھی ایسا ہوتا ہے۔

عرض کی: کیا مومن جھوٹ بولتا ہے؟

ارشاد فرمایا: نہیں۔

اس کے بعد اِنَّمَا يَفْتَرِی الْكَذِبَ۔۔۔۔۔۔آیت تلاوت فرمائی۔

اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ اور الخرائطی نے مساوی الاخلاق میں بیان کیا ہے

اسی طرح تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ غَشَّنَا لَيْسَ مِنَّا

الصحیح للمسلم، الایمان ١٦٤

ترجمہ : جس شخص نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

یہ احادیث کی اکثر کتابوں میں ہے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت کیا:

يَطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ.

مسند امام احمد بن حنبل ٥:٢٥٢ الترغيب و الترهيب ، ٣:٥٩٥

کنز العمال، ۸۳۳ — مشکوۃ المصابیح، ۴۸٦۰
الدر المنثور، ۳: ۲۹۰ — مسند بزار،
مسند ابو یعلی،

ترجمہ: اہل ایمان کی فطرت میں خیانت اور جھوٹ کے علاوہ ہر خصلت ہو سکتی ہے۔

ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ولی سے جھوٹ، خیانت اور ملاوٹ ممکن نہیں ہے۔

اگر کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو امام شافعی نے توریہ کو جائز قرار دیا ہے۔ امام احمد نے جھوٹ کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے چاہے یہ توریہ کے ساتھ ہو۔

ولی کو تمام عوارضِ بشریہ عارض ہو سکتے ہیں۔ عام اور قابل نفرت بیماریاں بھی جیسے جذام، برص نامردی اور جنون جو انبیاءِ کرام پر محال ہوتے ہیں۔

انبیاءِ کرام کے بعد ان پر سخت آزمائشیں آتی ہیں۔ لوگوں کی اذیتیں، مذاق، قتل، مار پیٹ، گالی گلوچ اور اہانت ان پر واقع ہوتے ہیں۔ جیسے انبیاءِ کرام پر واقع ہوتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے اپنے کسی ولی پر مسلط فرما دیتا ہے اور پھر اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ ابھی اس کے دین میں نقصان ہوتا ہے جو العیاذ باللہ شدید سزا ہے اور کبھی اس کی دنیا جیسے مال، گھر والے یا اولاد میں نقصان ہوتا ہے جو ہلکا عذاب ہے۔

یہ آزمائشیں ان (اولیاءِ کرام) کے حق میں نقص نہیں ہوتیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے شرف میں اضافہ ہوتا ہے۔

عصمت، اولیاءِ کرام کی شان نہیں ہے بلکہ یہ انبیاءِ کرام کی عظمت ہے۔

اللہ تعالیٰ اولیاءِ کرام کو ہر اس چیز سے محفوظ رکھتا ہے جو انہیں اس کی بارگاہ سے دور کر دینے کا سبب ہو۔ جس طرح کوئی شخص اپنے بیمار کو کھانے اور پینے سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور شہوات چھوڑا دیتا ہے جس طرح ماں بچے کو دودھ چھڑا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر شیطان کو مسلط نہیں ہونے دیتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ان پر بہت بڑی نعمت

ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ..... ﴾

القرآن الحکیم الحجر ۱۵:۴۲

ترجمہ: بیشک میرے بندوں پر تیرا بس نہیں چلتا۔

اللہ تعالیٰ کا ان کی نگرانی اور حفاظت کرنے کی بحث متعلقہ باب میں پہلے گزر چکی ہے۔

ہمارے انکار کرنے والے بھائیوں (اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے) کو جاننا چاہیے کہ مسلمان عقیدہ رکھتے ہیں کہ معجزہ اور کرامت جو انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ان کی زندگی اور موت کے بعد خرقِ عادت کے طور پر ہوتی ہے۔ فی الحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے ان کے اکرام کے لئے اللہ تعالیٰ اس کی تخلیق کرتا ہے اور ان کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ یہ ان کی تخلیق نہیں ہوتا۔ یہ ذاتی طور پر اپنے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہوتے۔

﴿ ..... وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ﴾

القرآن الحکیم الفرقان ۲۵:۳

ترجمہ: اور اپنے آپ کو نقصان (سے بچانے) کی اور نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں اور کسی کو مارنے اور زندہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ مرنے کے بعد جلانے کی۔

یہ وہی لیتے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور اسی سے بچتے ہیں جس سے انہیں اللہ تعالیٰ بچاتا ہے۔

ان کے ہاتھوں سے ان کی زندگی میں جن معجزات اور کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی اقامت اور اس کے دلائل اور بینات کے اظہار کے لئے ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہے۔

صَدَقَ عَبْدِیْ فِیْ دَعْوَی النُّبُوَّۃِ وَالْوِلَایَۃِ

ترجمہ: میرا بندہ اپنی نبوت اور ولایت کے دعویٰ میں سچا ہے۔

جن معجزات اور کرامات کا ظہور ان کے وصال کے بعد ہوتا ہے یہ اس امر پر دلالت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند شان ہے اور اس کے ہاں انہیں خاص امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ یہ ان بشارات میں سے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی زندگی میں دیتا ہے۔ ان سے اللہ تعالیٰ کا ولی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں، جادوگروں اور کاہنوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔

جادوگر اور کاہن کے ہاتھ سے جو ان کی زندگی میں ظاہر ہوتا ہے۔ خرقِ عادت ہونے میں یہ معجزہ اور کرامت کے مشابہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ ان کی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتے ہیں اور ان کے زوال سے زائل ہو جاتے ہیں۔

نبی اور ولی کی خصوصیات ختم نہیں ہوتیں اور نہ ان کے معجزات اور کرامات کمزور ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بقاء کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں باقی رہتے ہیں بلکہ آخرت میں یہ اولی ہیں کیونکہ وہ جزاء اور بدلہ کی جگہ ہے اور وہاں ان کی حکومت اور سلطنت کا زمانہ ہے۔ وہ مخلوق کے لئے ان کی شان کی عظمت کی جگہ ہے۔ ان کی سچائیوں پر دلائل قائم ہونے کی جگہ ہے۔ کاہن اور ساحر کے خلاف کہ ان کی موت کے ساتھ ان کی چال بازیاں ختم ہو جاتی ہیں ان کے جھوٹے ہتھکنڈے کمزور ہو جاتے ہیں۔ پھر صرف واضح حق اور ظاہر امر ہی رہ جاتا ہے۔

﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ۳:۵۳

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمایا اور ہم نے رسول کی تابعداری کی تو ہمیں (حق پر) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔

﴿وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ لا وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ

الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿

القرآن الحكيم المائده ٥:٨٤

ترجمہ : اور کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ پر اور جو ہمارے پاس حق آچکا ہے اس پر ایمان نہ لائیں، حالانکہ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک گروہ میں داخل فرمائے۔

یہ علم کے دعویدار جو عام لوگوں کو اس بنیاد پر اولیاء اللہ کی زیارت سے روکتے ہیں کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ لوگ نفع دیتے ہیں اور نقصان دیتے ہیں۔ یہ ان کی جہالت اور باطل پر تعصب کی بنا پر ہے۔ یہ اپنے مسلمان بھائیوں کو کافر قرار دینے کا ہتھکنڈا ہے۔ وگرنہ کوئی اجہل ترین مسلمان بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ کوئی نبی یا ولی، زندہ ہو یا فوت شدہ بنفسہ کوئی نفع اور نقصان نہیں دے سکتے۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے ہاتھ سے چاہتا ہے نفع اور نقصان دیتا ہے نبی ہو یا ولی، بادشاہ ہو یا امیر، نیکوکار ہو یا دھتکارا ہوا شیطان ہو۔

کسی تاثیر میں بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور موثر نہیں ہے۔ یہ اہل السنّت کا مذہب ہے۔ یہ انبیاء اور اولیاء کی زیارت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توسل کے لئے کرتے ہیں۔ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بذاتہ یہ گناہ گار ہیں۔ ان کے گناہ ان کی دعاؤں اور ان کی قبولیت میں رکاوٹ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں۔ دنیا اور اس کی کوئی چیز، ان کے مال اور ان کی اولاد انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرماں برداری سے غافل نہیں کرتے۔ ان کی شفاعت مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی وجاہت معلوم اور مسلمہ ہے۔ وہ ہمارا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کا ہماری طرف وسیلہ ہیں۔ ان کی وجہ سے ہمیں ہدایت نصیب ہوئی وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہماری طرف آئے۔ ان سے ہی دین ہم تک پہنچا۔ رسل کرام بندوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے وسائط ہیں اور اولیاءِ کرام قیامت تک ان کے ورثاء اور خلفاء ہیں۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا:

ہم انبیاء کے ابدال سے مدد طلب کریں۔ ان سے ہم بارشیں طلب کریں جو ہمارا رزق ہیں اور ان کے وسیلہ سے خود بلاؤں کو دور کریں۔ یہ دین اور دنیا کے امور میں ہمارا وسیلہ ہیں۔ ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ امت سے بلاؤں کو دور فرماتا ہے۔

اس لئے امت ان کو اہل التصریف کہتی ہے۔ کیونکہ ان خصائل کے ساتھ یہ ممتاز ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی غرابت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے ارشاد فرمایا:

﴿ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴾

القرآن الحکیم النزعٰت ۷۹:۵

ترجمہ: پھر (حسب حکم) ہر کام کا انتظام کرنے والے ہیں۔

﴿ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴾

القرآن الحکیم الذاریات ۵۱:۴

ترجمہ: (قسم) پھر فرشتوں کی جو حکم (الٰہی) سے بانٹنے والے ہیں۔

حالانکہ حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ ہی مدبر وقاسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِن افعال کی قسم یاد کی حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ان کے جو آگے یا پیچھے ہے سبھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ ان کے بعد انبیاء اور اولیاء کو اہل التصریف کہنا اسی قبیل سے ہے۔ ان کی طرف سے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد کرنا، ہمیں بارشیں عطا کرنا، ہم سے بلاؤں کو دور کرنا یہ سب کچھ ان کے واسطے سے مجازی طور پر ہے۔ حقیقتاً یہ اللہ تعالیٰ کا ہی فعل ہے۔

﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ط اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۞ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ج بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴾

القرآن الحکیم الملک ۶۷:۲۱۔۲۰

ترجمہ: (اے منکرو!) کیا تمہارے پاس کوئی ایسا لشکر ہے جو تمہاری مدد کرے (اللہ)

رحمٰن کے علاوہ۔ بے شک منکرین دھوکا میں مبتلا ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنا رزق بند کر لے تو کیا کوئی ایسی ہستی ہے جو تمہیں رزق پہنچا سکے؟ لیکن یہ لوگ سرکشی اور حق سے نفرت میں بہت دور نکل گئے ہیں۔

اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ ...... ﴾

القرآن الحکیم السجدہ ۱۱:۳۲

ترجمہ : فرمایئے جان قبض کرے گا تمہاری موت کا فرشتہ۔

یہ مجاز ہے۔

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ...... ﴾

القرآن الحکیم الزمر ۴۲:۳۹

ترجمہ : اللہ تعالیٰ جانوں کو موت کے وقت قبض کرتا ہے۔

یہ حقیقت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں اور اس کی مخلوق کی طرف جو بھی افعال منسوب ہوتے ہیں وہ عَلٰى سَبِيْلِ الْمَجَاز ہوتے ہیں۔ حقیقی فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ص وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ﴾

القرآن الحکیم الانفال ۱۷:۸

ترجمہ : پس تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ انہیں اللہ نے قتل کیا۔ اور (اے محبوب) آپ نے (وہ مشت خاک) نہیں پھینکی جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

کافروں کو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے قتل کیا تھا۔ یہ مجاز تھا۔ حقیقتاً یہ قتل اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ریت کی مٹھی کا کفار کی طرف سے پھینکنا مجاز تھا۔ حقیقتاً یہ فعل اللہ تعالیٰ کا تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی طرف تصرف کی

نسبت کو اب سمجھ جائیں۔

اللہ عزوجل کے نیک بندوں، فرشتوں اور انسانوں کے بارے اھل السنہ کا یہی عقیدہ ہے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ ان کی یہی برائی کافی ہے کہ ان منکروں نے اللہ عزوجل کے دوستوں اور محبوبوں کی دشمنی مول لی ہے۔ ان کا گمان ہے کہ یہ توحید ہے۔ حالانکہ انہوں نے اللہ عزوجل کے ساتھ جنگ چھیڑی ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حدیثِ قدسی ہے:

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ

الصحیح البخاری، الرقاق ٦٥٠٢

ترجمہ: جس نے میرے دوست کے ساتھ دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

ہم اللہ عزوجل پر ایمان رکھتے ہیں وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہی ایک الٰہ ہے، وہی ہر جگہ موجود پروردگار ہے۔ ہم اللہ عزوجل کے فرشتوں، رسولوں اور اس کے دوستوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اس کے بندوں میں سے پسندیدہ ہیں۔ اس کی بارگاہ میں مقرب ہیں۔ ہم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ان کی شفاعت پیش کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی محبت میں ان سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل کے لئے ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ ان سے اور ان کے آثار سے برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ یہ اسی کی فرماں برداری ہے، جس کی طرف اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے ہماری راہنمائی کی ہے۔

جس طرح کہ اس رسالہ میں ہم نے بیان کیا ہے۔ جو اس کے دوستوں سے دشمنی کرتا ہے بسا اوقات سزا کے طور پر اللہ عزوجل اپنے دشمنوں کی ان کو دوستی عطا کر دیتا ہے۔

فائدہ:

بعض لوگ جن کا میلان عقل کے ساتھ فیصلہ کرنے کا ہے۔ وہ اس واقعہ کے

بارے پوچھتے ہیں جسے مسعودی کی طرح مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ **سیدنا معاویہ** رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں اپنا ایک مخصوص پیغامبر **امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب** رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے بھیجا۔ اس نے کئی بار تکبیر کہی۔ وہ عظیم حادثہ کے وقت ہی ایسا کرتے تھے۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟

اس نے کہا: **سیدنا معاویہ** رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم وہ فوت نہیں ہوئے اور اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک وہ اس کے مالک نہیں ہو جاتے جو میرے پاؤں کے نیچے ہے۔

اس علم کا فائدہ کیا ہے؟ جب وہ ان سے جنگ کرنے سے نہیں رکے اور وہ مسلمانوں کا خون بہانے سے کیسے راضی ہو گئے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ انجام ان کے ساتھ ہے۔ اس سب کچھ پر عقل راضی نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ غیبی علوم جن کی اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام اور اولیاء عظام کو اطلاع دیتا ہے۔ جیسے کسی شخص کی تاریخ اور اس کے حال اور استقبال کے واقعات کی خبر دیتا ہے۔ نہ ہی ان پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہے نہ ان سے روکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی عزت اور منقبت کے لئے ان کو یہ خصوصیت عطا فرماتا ہے تاکہ نبی اور ولی اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی شان وشوکت کو جان لیں کہ وہ ان کو علومِ غیبیہ سے مطلع کرتا ہے جو فی الحقیقت اسی کے ساتھ خاص ہیں۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے عہد توڑنے والوں، حق سے تجاوز کرنے والوں اور دین سے نکل جانے والے باغیوں کو قتل کرنے کا حکم دے کر شریعت کے قیام کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے علومِ غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے وہ نبی ہو یا ولی، انہیں اگرچہ ایسی بات کی اطلاع ہو جس سے انہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وہ نہ تو اس کو خود سے دور کرنے کی تدبیر کرتے ہیں اور نہ اس سے دور بھاگتے ہیں۔

﴿...... وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا﴾

القرآن الحكيم الفرقان ٣:٢٥

ترجمہ: اور اپنے آپ کو نقصان (سے بچانے) کی اور نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں اور کسی کو مارنے اور زندہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ مرنے کے بعد جلانے کی۔

اللہ تعالیٰ کے ان خاص بندوں نے اپنی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت میں، اپنا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں اور اپنا اختیار اللہ تعالیٰ کے اختیار میں فنا کر دیا ہے۔ یہ اسی سے محبت کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور وہیں کھڑے ہوتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ انہیں کھڑا کرتا ہے۔

ان کی حرکات وسکنات شریعت کے دائرے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قضا اور قدر میں بندھی ہوئی ہیں۔ پس سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا ان عہد توڑنے والے، ظلم کرنے والے اور حد سے تجاوز کرنے والے مسلمانوں سے جنگ کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اپنی ذات کے لئے نہ تھا۔ اس جنگ کا قیام اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا ان کی ذات سے نہ تھا۔ اگر سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ان تین گروہوں سے جنگ نہ کرتے تو آپ کے بعد کوئی مسلمان امام کسی مسلمان گروہ سے جنگ کرنے کے درپے نہ ہوتا۔ چاہے وہ عہد کو توڑنے والے ہوتے یا ظالم اپنے معاملہ میں احکامِ شرعیہ نبویہ سے تجاوز کرنے والے ہوتے۔ یا دین اور اسلامی بنیادوں سے نکلنے والے ہوتے۔ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے یہ افعال بعد والے مسلمان آئمہ کے لئے تشریع بن گئے۔ کیونکہ آپ ان افعال میں **مَامُوْر مِنَ اللّٰه** تھے۔ پس نبی اور ولی کو وحی اور الہام سے جو انجام معلوم ہوتے ہیں، ان کی طرف نظر نہیں کرتے۔ وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی مراد کو دیکھتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔ ان کا قیام ظاہر شریعت پر ہوتا ہے۔

مثلاً اگر شرعاً ان پر جہاد واجب ہو اور ان کو علم غیب سے معلوم ہو کہ اگر وہ

جہاد کی طرف نکلے تو ان کو اور ان کے ساتھ مسلمانوں کو شکست ہوگی۔ تو پھر بھی واجب کو بجا لانے کے لئے جہاد کے لئے نکلیں گے کیونکہ وہ اس حکم کے ساتھ مکلف ہوتے ہیں۔ وہ اپنے غیبی علم کی طرف نہیں دیکھتے کیونکہ یہ تکلیف کے دائرہ سے باہر ہوتا ہے۔ جس طرح کہ تاجدارِ کائنات ﷺ غزوۂ احد کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں نے دیکھا کہ میری تلوار کی دھار میں رخنہ تھا۔ میں نے اس کی تعبیر شکست سے کی۔ مگر اس علم کی وجہ سے آپ جنگ سے نہیں رکے۔ میں عنقریب آپ کے لئے ایک مثال بیان کروں گا کہ آپ یہ فلسفہ سمجھ جائیں گے۔

ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے جس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ چوری کرے گا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ وہ شخص ایک معبر کو اپنی خواب بیان کرتا ہے اور وہ اسے تعبیر دیتا ہے کہ وہ چوری کرے گا اور اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ پھر اس سے چوری کا وقوع ہوتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے تو کیا اس واقعہ کے علم نے اسے واقعہ کے وقوع سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قضاء کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔

قوی قادر اور بادشاہ قاہر کی قدرت سے عارف باللہ تو اور زیادہ واقف ہوتا ہے۔

سائل نے کہا:

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے حکومت **سیدنا معاویہ** رضی اللہ عنہ کے کیوں حوالے کر دی۔ ان کی بیعت کی اور ان کے حق میں منصبِ حکومت سے سبک دوش ہو گئے۔ خون نہ بہانے کو اچھا سمجھا۔ اس راہ کو اختیار نہیں کیا جس راہ پر ان کے والدِ گرامی چلے تھے۔

میں جواب دوں گا:

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو یہی حکم تھا جو آپ نے کیا۔ اس وقت وہی اللہ تعالیٰ کی مراد تھی یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے فرمان کی تصدیق تھی۔

اِنَّ اِبْنِیْ هٰذَا لَسَیِّدٌ وَسَیُصْلِحُ اللّٰهُ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ

الْمُسْلِمِيْنَ.

الصحيح البخاری ، الفتن ٢٠ سنن ابو داؤد ،سنه ١٢

سنن الترمذی ،المناقب ٢٥

ترجمہ : بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کروائے گا۔

معلوم ہوا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی یہی مراد تھی کہ مصالحت ہو اور خون نہ بہے اور **سیدنا علی المرتضی** رضی اللہ عنہ کے خلاف کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے وعدہ توڑنے والوں، ظلم کرنے والوں اور حد سے نکلنے والوں سے جنگ کا حکم دیا۔ دونوں نے ہی وہی کام کیا جس کا انہیں حکم دیا گیا اور جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے وقت میں ارادہ کیا۔ اسی پر انبیاء کرام کے ان اُمور کو قیاس کریں جن پر آپ کو اشکال واقع ہو۔

اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

تیرھویں فصل

اولیاء اللہ کی زندگی میں ان کی کرامات

اولیاء اللہ کی زندگی میں ان کی کرامات

اولیاء اللہ کی کرامات کتاب و سنت سے ثابت ہیں ۔ ان کا انکار جائز نہیں ہے۔علماءِ کرام نے فرمایا ہے: ان کا انکار کرنے والے فاسق اور بدعتی ہیں کیونکہ ان کرامات کے دلائل قطعی ہیں۔

اتفاقی قاعدہ یہ ہے کہ جو امر ایک نبی کے لئے **معجزۃً** جائز ہے وہ چیز ایک ولی سے کراماتاً جائز ہے کیونکہ معجزہ کا خالق ہی کرامت کا خالق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دعوؤں کی تصدیق ہے اور انکار کرنے والے پر برہان کی اقامت ہے۔ جو ذات نبی کو معجزہ عطا فرماتی ہے وہی ذات ولی کو کرامت عطا فرماتی ہے تا کہ بندوں کو معلوم ہو کہ اس کے محبوبوں کی اس کے ہاں کیا قدر و منزلت ہے کہ ان کے لئے عادت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور وہ کام ایک انسان کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ ہر کرامت جو ایک ولی کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے یہ فی الحقیقت اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کی امت سے وہ ولی ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے وہی فضل عظیم کا مالک ہے۔

یہ کرامات چونکہ اچھے حسب ونسب والوں اور علم و عبادت والوں کو عطا ہوتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ...... ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ۳: ۷۴

ترجمہ: جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔

تا کہ کوئی بھی ان کے استحقاق کا دعویٰ نہ کرے۔ یہ کرامات اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوتی ہیں ان سے صادقین کی تائید ہوتی ہے۔ اس میں بنیاد اللہ تعالیٰ کی قدیم عنایت ہے۔ جس کے لئے یہ عنایت سبقت کر جائے اسے ہی ہدایت کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ یہی توفیق اصطفائیت کی علامت ہے۔ چونکہ کرامت کا صدور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا

ہے اور اس کے لئے کوئی چیز بھی ناممکن نہیں ہے نہ ہی وہ کسی فوق العقل اور خارق العادت چیز کو پیدا کرنے یا معدوم کرنے سے عاجز ہے۔

قرآنِ حکیم میں وارد ہونے والی کرامات

اللہ تعالیٰ نے آصف بن برخیا کے حق میں ارشاد فرمایا۔ یہ سیدنا داؤد بن سلیمان علیہ السلام کے ایک فرماں بردار امتی تھے۔ یہ صدیقین میں سے تھے۔

﴿ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ...... ﴾

القرآن الحکیم النمل ۲۷:۴۰

ترجمہ: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا (اجازت ہو تو) میں اسے آپ کے پاس لے آتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ جھپکے۔

یہ پلک جھپکنے میں یمن سے شام میں ملکہ بلقیس کا تخت لے آئے۔

مجھے نہیں معلوم کہ کرامات کا انکار کرنے والے قرآن حکیم کی اس آیت کے بارے کیا کہتے ہوں گے۔

اصحاب کہف کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ﴾

القرآن الحکیم الکہف ۱۸:۲۵

ترجمہ: اور (اہل کتاب کہتے ہیں کہ) وہ ٹھہرے رہے اپنے غار میں تین سو سال اور زیادہ کئے انہوں نے (اس پر) نو سال۔

پھر ارشاد فرمایا:

﴿...... وَ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ق وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ ط لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴾

القرآن الحکیم الکہف ۱۸:۱۸

ترجمہ : اور ہم ان کی کروٹ بدلتے رہتے ہیں (کبھی) دائیں جانب اور (کبھی) بائیں جانب اور ان کا کتا ان کی دہلیز پر اپنے دونوں بازو پھیلائے بیٹھا ہے۔ اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو اور تو ان کے (منظر) کو دیکھ کر ہیبت سے بھر جائے۔

پھر ارشاد فرمایا:

﴿ واذاعتزلتموھم وما یعبدون الا اللہ فأوا الی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمته و یھیئ لکم من امرکم مرفقا ۞ و تری الشمس اذا طلعت تزور عن کھفھم ذات الیمین و اذا غربت تقرضھم ذات الشمال و ھم فی فجوۃ منه ط ذلک من آیات اللہ ﴾

القرآن الحکیم الکھف ۱۸: ۱۷-۱٦

ترجمہ : اور جب تم ان (کفار) سے اور ان معبودوں سے جن کی یہ اللہ کے سوا پوجا کرتے ہیں، سے الگ ہو گئے ہو تو اب غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت (کا دامن) پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے اس کام میں آسانیاں مہیا فرما دے گا اور تو سورج کو دیکھے گا کہ جب وہ ابھرتا ہے تو وہ ان کی غار سے دائیں جانب ہٹ کر گذرتا ہے اور جب وہ ڈوبتا ہے تو وہ بائیں طرف کتراتا ہوا ڈوبتا ہے اور وہ ایک کشادہ جگہ غار میں (سو رہے) ہیں۔ (سورج کا) یوں (طلوع وغروب) اللہ ﷻ کی نشانیوں میں سے ہے۔

اصحاب کھف کا کھانے اور پینے کے بغیر 309 قمری سال تک سوئے رہنا، دائیں اور بائیں کروٹیں بدلتے رہنا تا کہ ایک پہلو زخمی نہ ہو جائے، 309 سال تک ان کے کتے کا کلائیاں بچھا کر بیٹھے رہنا، ان پر اطلاع پانے کا ارادہ کرنے والے پر ان کا رعب و دبدبہ پڑ جانا، غار میں ان کا پناہ لینا، اتنی لمبی مدت تک لوگوں کا ان سے بے خبر رہنا، سورج کا طلوع اور غروب کے وقت دائیں اور بائیں طرف مڑ جانا، اس قدر لمبے عرصے کے بعد ان کا بیدار ہونا تا کہ لوگ ان کے بارے پوچھیں، لوگوں کا ان کے بارے باخبر ہونا تا کہ وہ

جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا دوبارہ زندہ کرنے کا وعدہ سچا ہے۔ جھٹلانے والوں پر ان کے اس لمبے عرصے تک سوئے رہنے اور بیدار ہونے سے برہان کا قائم ہونا، ان کے وصال کے بعد لوگوں کا وہاں مسجد تعمیر کرنا تاکہ اس میں ان کے قریب اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں کیونکہ وہاں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا نزول ہے اور ان کی حقیقی تعداد سے اکثر کا لاعلم رہنا، یہ سب کچھ ان کی کرامات سے ہے۔

سیدنا خضر علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے رسول **سیدنا موسیٰ** علیہ السلام کے ساتھ کرامات واقع ہوئیں۔ یہ عادت کے موافق نہ تھیں۔ یہ ایسے پوشیدہ علوم و معارف تھے کہ **سیدنا موسیٰ** علیہ السلام کی عقلِ کامل بھی انہیں قبول نہ کرسکی۔ یہ نفس الامر میں حق کے مطابق تھے مگر ان عقلوں کو حیرت زدہ کر دیا اور مضبوط لوگوں کو ایک طرف کھڑا کر دیا۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تمنا کی کہ کاش **سیدنا موسیٰ** علیہ السلام صبر کرتے حتی کہ (**سیدنا خضر** علیہ السلام) ہمیں مزید اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور اولیاء اللہ کے حیرت انگیز علوم دکھاتے۔

اسی طرح ایک نیک شخص **سکندر ذوالقرنین** رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے۔ ان کی نبوت میں اختلاف ہے مگر ان کی ولایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو ساری زمین میں تمکن عطا فرمانا کرامت ہے اور اپنی ساری بادشاہی میں پختہ قدم رکھنا کرامت ہے۔ ان کو ہر چیز عطا کرنا اور اپنی ہر مراد تک پہنچنے کی سبیل عطا کرنا، کرامت ہے۔ ان کی تائید کرنا حتی کہ یہ سورج غروب ہونے کی جگہ پر پہنچ گئے، کرامت ہے ان کے کام کا آسان کرنا حتی کہ یہ سورج نکلنے کی جگہ پہنچ گئے، کرامت ہے اور ان کا ایسی عظیم دیوار کا بنانا اور مضبوط رکاوٹ کھڑی کرنا کہ جو زمین میں فساد بپا کرنے والوں کے لئے حجاب ہو، کرامت ہے۔ ان کے شرف کے بیان میں اللہ تعالیٰ کا یہی قول کافی ہے۔

﴿ قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ ﴾

القرآن الحکیم الکھف ۱۸:۸۶

ترجمہ : ہم نے کہا: اے ذوالقرنین!

اس میں آپ کی قدر و منزلت کی بلندی کا بیان ہے اور یہ بیان ہے کہ انہوں نے کوئی کام اللہ تعالیٰ کے الہام کے بغیر نہیں کیا۔ یہ ملہمین اور محدثین میں سے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے پردہ کے پیچھے سے کرامتاً اپنی قدرت کا اظہار فرمایا:

جیسے اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو فرمایا:

﴿ و ھُزِّیۡ اِلَیۡکِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَۃِ تُسٰقِطۡ عَلَیۡکِ رُطَبًا جَنِیًّا ﴾

القرآن الحکیم مریم ۱۹:۲۵

ترجمہ: اور اپنی طرف کھجور کے تنے کو ہلاؤ۔ تم پر پکی ہوئی کھجوریں گرنے لگیں گی۔

یہ تازہ کھجوروں کا موسم نہ تھا۔ نہ ہی یہ کھجوروں کے درختوں پر کھجوریں لگنے کا وقت تھا۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ یہ بالکل خشک کھجور تھی۔ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھا کہ آپ کو بغیر کھجور کے درخت کے کھجوریں عطا فرما دیتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی اکثر عادت یہ ہے کہ پردہ کے پیچھے سے اپنی قدرت ظاہر فرماتا ہے اور اس پردے کو سبب بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کھجور کے خشک تنے کو ہلانا تازہ کھجوروں کی ایجاد کا سبب بنا دیا۔

عدم سے کسی چیز کو ایجاد کرنا بھی کرامات کی اقسام سے ہے۔ جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے بنی اسرائیل پر خوان اترتا تھا۔ یہ کن فیکون کے قبیل سے تھا۔ ان کو نہ کوئی ہاتھ بناتا تھا نہ کوئی آگ پکاتی تھی۔ نہ یہ اس قبیل سے تھا کہ کسی تھوڑی چیز میں برکت حاصل ہو جائے بلکہ یہ عدم سے ایجاد کا معجزہ تھا۔ ہر وہ چیز جو نبی کے لئے معجزہ ہو سکتی ہے وہ ولی سے کرامتاً بھی ہو سکتی ہے۔

سیدہ مریم علیہا السلام کو عالم غیب سے جو رزق ملتا تھا، یہ بھی کرامت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا

﴿ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیۡھَا زَکَرِیَّا الۡمِحۡرَابَ لا وَجَدَ عِنۡدَھَا رِزۡقًا ج قَالَ یٰمَرۡیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا ط قَالَتۡ ھُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ۳:۳۷

ترجمہ : جب بھی زکریا مریم کے پاس عبادت گاہ میں جاتے تو ان کے پاس کھانے کی چیزیں موجود پاتے ۔ (ایک بار) بولے : اے مریم ! یہ تمہارے لئے کہاں سے آتا ہے؟ مریم بولیں : یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے ۔

آپ نے اس کلام کا اضافہ فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾

ترجمہ : بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے ۔

اس سے بتلا دیا کہ یہ کرامت آپ کے ساتھ خاص نہیں ہے ۔

یہ کرامت ------ عدم سے ایجاد ------ کن فیکون کے قبیل سے ہے ۔

اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں یہ قرآن حکیم کے دلائل تھے ۔

احادیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں دلائل

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کو جاسوسی کے لئے روانہ کیا ۔ ان پر سیدنا عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا ۔ یہ چلے ۔ جب یہ عسفان اور مکہ کے درمیان الهَدَاة پر تھے ۔ هذیل کے ایک قبیلہ بنو لحیان کو پتہ چلا ۔ ان کے تقریباً ایک سو شخص نکلے ۔ ان کے تقریباً دو سو تیر انداز نکلے ..... انہوں نے اس قافلہ پر تیر پھینکے اور سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ۔ تین شخص خبیب ، زید بن دثنہ اور ایک اور شخص ان کی طرف عہد اور میثاق کے ساتھ آئے ۔ جب انہوں نے ان پر قابو پا لیا تو اپنی کمانوں کی رسیوں کو کھولا اور ان تینوں کو باندھ دیا اور باقی سات لوگوں کو انہوں نے باندھ کر قتل کر دیا ۔

ان تینوں میں سے ایک نے کہا یہ پہلا غدر ہے ۔ بے شک ان مقتولوں میں میرے لئے اسوہ ہے ۔ انہوں نے اس کو بھی قتل کر دیا ۔ یہ خبیب اور زید بن دثنہ کو لے

گئے ان دونوں کو واقعہ بدر کے بعد بیچ دیا۔حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کوخریدلیا. سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کو غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا۔جب یہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کوقتل کرنے لگے۔تو حارث کی ایک بیٹی کہنے لگی:

اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے خبیب سے اچھا قیدی نہیں دیکھا۔اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ایک دن دیکھا کہ خبیب اپنے ہاتھ سے انگوروں کے ایک خوشہ سے کھا رہے ہیں۔حالانکہ یہ زنجیروں سے بندھے ہوئے تھےاور مکہ میں کوئی پھل نہ تھا۔وہ کہہ رہی تھی۔یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ رزق خبیب کودیا تھا

الصحیح البخاری ، کتاب الجهاد و السیر ٣٠٤٥

یہ انگوراسی طرح تھے جس طرح سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کوعالمِ غیب سے اللہ تعالیٰ رزق عطا فرماتا تھا۔

اسی طرح کاواقعہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا۔جسے محمد عبد الرحمن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روایت کیاہے۔

اصحابِ صفہ بہت ہی تنگدست لوگ تھے۔ایک بار تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

جس شخص کے پاس دوآدمیوں کا کھانا ہو،وہ تیسرے کو لے جائے۔جس شخص کے پاس چارآدمیوں کا کھانا ہووہ پانچویں یاچھٹے کولے جائے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تین لوگوں کولے آئے۔اللہ تعالیٰ کی قسم ہم جوبھی لقمہ اٹھاتے تھے۔اس کے نیچے سے اس سے بڑاپیداہوجاتا تھا۔سب لوگ سیر ہوگئے مگر کھانا پہلے سے زیادہ ہوگیا۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھاتواپنی رفیقۂ حیات سے فرمایا:

اے بنو فراس کی بہن! یہ کیاہے؟

انہوں نے عرض کی: میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ تو پہلے سے بھی تین گنا زیادہ

ہے۔انہوں نے کھایا اور تاجدارِ کائنات ﷺ کو بھی پیش کیا۔

الصحیح البخاری ، المناقب ٢٥ الصحیح للمسلم ، اشربه ١٧٦

یہ قصہ بخاری میں ہے۔

اسی طرح سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا۔آپ مدینہ طیبہ میں جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔آپ نے فارس کے شہر نہاوند میں مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کو دیکھا۔دشمنوں نے پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کیا۔اگر یہ پہاڑ پر چڑھ جاتے۔تو مسلمانوں کو شکست ہوتی اور وہ انتہائی نقصان اُٹھاتے۔اس وقت مسلمان فوج کے امیر ساریہ بن حصن تھے۔اور کہا گیا ہے کہ ابنِ زنیم تھے۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر ہی خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلْجَبَل یَا سَارِیَه !

ساریہ نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی آواز سن لی اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔اس طرح مسلمان کامیاب ہوئے اور کافروں کو شکست ہوگئی۔

حجة الله علی العلمین ، ٦١٢

اس روایت میں دو کرامتیں ہیں۔ایک مہینہ سے زیادہ مسافت سے دیکھنا اور اتنی دور سے سنانا۔

سیدنا عمر بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر نے سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا۔دریائے نیل میں ہر سال ایک کنواری خوبصورت لڑکی ڈالی جاتی ہے تو وہ چلتا ہے ورنہ وہ رکا رہتا ہے۔

سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔

اَلْاِسْلَامُ یَجُبُّ مَا قَبْلَهٗ

اسلام پہلی غلط رسموں کو مٹا دیتا ہے۔

پھر ان کی طرف ایک پرچہ لکھا بھیجا اس پر لکھا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے بہت مہربان، بہت رحمت والا!

عبد اللہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دریائے نیل کی طرف!

اے دریا! اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں ہے اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نام سے چل۔

آپ نے حکم دیا کہ اس پرچہ کو دریا میں ڈال دیا جائے۔ **سیدنا عمر بن عاص** رضی اللہ عنہ نے یہ پرچہ ڈالا۔ دریا چل پڑا اور اس بار دس ہاتھ پانی زیادہ تھا۔ پھر یہ قیامت تک کے لئے جاری ہو گیا۔

حجة اللہ علی العلمین، ٦١٢

یہ بہت بڑی کرامت ہے۔ اس کے ساتھ کئی جانوں کو زندگی عطا ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی خوبصورت قدرت ظاہر کی کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، ہر چیز نے اس کی فرماں برداری کی۔

اسی قبیل سے ہے کہ ایک شخص راستہ میں ایک عورت کے پاس سے گذرا وہ عورت اسے بھلی لگی۔ وہ نظریں چرا چرا کر اسے دیکھنے لگا۔ جب وہ **سیدنا عثمان بن عفان** رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ نے فرمایا:

مَا بَالَ اَقْوَامٌ يَدْخُلُوْنَ عَلَيَّ وَعَلٰى عُيُوْنِهِمْ اَثَرُ الزِّنَا .

ترجمہ : اس قوم کا کیا حال ہوگا۔ وہ میرے پاس آتے ہیں اور ان کی آنکھوں پر زنا کا اثر ہوتا ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ عِبَادًا يَعْرِفُوْنَ النَّاسَ بِالتَّوَسُّمِ

مجمع الزوائد، ٢٦٨:١٠ تفسير ابن كثير، ٤٦١:٤

تفسير الطبرى، ٣٢:١٤ الدر المنثور، ١٠٣:٤

اللآلى المصنوعه، ١٧٧:٢ مسند الشهاب، ١٠٠٥

کنز العمال، ٣٠٧٣٢ اتحاف السادة المتقين، ٦:٥٤٥

مسند بزار، تذكرة الموضوعات للفتنی، ١٩٥

السلسلة الصحیحه للالبانی، ١٦٩٣

ترجمہ: بے شک اللہ ﷻ کے بندے لوگوں کو نشانات سے پہچان لیتے ہیں۔

اسے **حکیم** اور **بزار** نے **سیدنا انس** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شیخ نے فرمایا: یہ حدیث **حسن** ہے۔

عزیزی نے کہا:

یہ لوگ اپنی فراست سے لوگوں کے ضمائر اور احوال سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔

امام مناوی نے ارشاد فرمایا:

یہ لوگ شہود کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں تو ان کے بصائر سے پردہ اٹھتا ہے اور یہ لوگوں کے اندر کے حالات جان جاتے ہیں۔

روایت ہے کہ **غزوۂ خیبر** کے دن تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدِهٖ لَيْسَ بِفَرَّارٍ

الصحيح البخاری ،الجهاد ١٠٢ الصحيح للمسلم، فضائل الصحابه ٣٤

ترجمہ: کل ضرور میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا۔ جو اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اللہ ﷻ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ وہ ہرگز فرار ہونے والا نہیں ہے۔

ابو رافع مولٰی رسول اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب تاجدارِ کائنات ﷺ نے **سیدنا علی المرتضی** رضی اللہ عنہ کو بھیجا، ہم ساتھ تھے۔ آپ جب قلعے کے قریب آئے تو قلعے کے لوگ باہر آئے، آپ نے ان کو قتل کیا۔ ایک یہودی نے آپ پر وار کیا ڈھال آپ کے ہاتھ سے گر گئی۔ تو **سیدنا علی** رضی اللہ عنہ نے قلعے

کے پاس پڑے ہوئے ایک دروازہ کو اٹھالیا۔ اور اسے ڈھال کے طور پر استعمال کرنے لگے۔ وہ دروازہ لوہے کا تھا۔ وہ دروازہ آپ کے ہاتھ میں ہی رہا۔ آپ لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرما دی۔ فارغ ہونے کے بعد آپ نے اسے ہاتھ سے کمر کے پیچھے پھینک دیا۔ وہ دروازہ 80 بالشت تھا۔

ابو رافع رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

میں نے دیکھا کہ 7 آدمی اسے الٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آٹھواں میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ مگر وہ دروازہ نہیں الٹتا۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

انہوں نے اس کے بعد تجربہ کیا۔ 40 آدمی بھی اسے نہیں اٹھا سکے۔

بیهقی کی روایت ہے:

70 آدمی اکٹھے ہوئے۔ ان کی کوشش تھی کہ واپس اس دروازہ کو اس کی جگہ پر رکھ دیا جائے۔

شرح المواقف میں ہے:

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

مَاخَلَعْتُ بَابَ خَيْبَرَ بِقُوَّةٍ جِسْمَانِيَّةٍ وَلٰكِنْ بِقُوَّةٍ اِلٰهِيَّةٍ

ترجمہ: میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا تھا۔ یہ میری الٰہی قوت تھی۔

اسے حافظ ابنِ حجر نے الصواعق المحرقہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

نهروان کے دن سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو قتل کرنے کے لئے ان کا پیچھا کیا جب نهروان میں لشکر کے ساتھ ملے تو ان کے اصحاب نے انہیں کہا:

شاید وہ گذر چکے ہیں۔ ہم ان کا پیچھا کرتے ہیں۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ نہیں گذرے۔ میں ان کی قتل گاہیں اس جگہ دیکھ رہا ہوں۔

تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ خوارج وہاں آ گئے۔ آپ نے ان کو وہاں قتل کیا اور وہیں ان کی قتل گاہیں بنیں جہاں سیدنا علی المرتضی ﷺ نے فرمایا تھا۔

یہ کرامت تاجدارِ کائنات ﷺ کے معجزہ سے ملحق ہے۔ آپ ﷺ نے بھی غزوۂ بدر کے دن ارشاد فرمایا تھا:

میں ان کافروں کی قتل گاہیں یہاں دیکھ رہا ہوں۔

امام علامہ بدرالدین حسین بن الصدیق بن حسین بن عبدالرحمن الاھدل نے اپنی کتاب مجلس زهر الرياض . وتحف القلوب المراض میں حکایت فرمایا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب ﷺ کے پاس ایک سیاہ شخص لایا گیا۔ لوگوں نے کہا:

اس نے چوری کی ہے۔

آپ نے اس سے پوچھا:

کیا تو نے چوری کی ہے؟

اس نے جواب دیا:

ہاں! سیدنا علی المرتضی ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

باہر نکلا تو اس کا سامنا سیدنا سلمان فارسی ﷺ سے ہوا۔

آپ نے پوچھا:

تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟

اس نے جواب دیا:

اہلِ ایمان کے امیر، دین کی قوت، دامادِ رسول ﷺ اور سیدہ فاطمة الزهراء ﷺ کے شوہر نے۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا:

انہوں نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو ان کی تعریف کر رہا ہے۔

اس نے عرض کی:

ہاں! انہوں نے میرا ایک ہاتھ کاٹ کر مجھے آخرت کے دردناک عذاب سے بچا لیا۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات **سیدنا علی المرتضی** رضی اللہ عنہ کو بتا دی۔ آپ نے حبشی کو بلایا، اس کا کٹا ہوا ہاتھ کٹی ہوئی جگہ پر رکھا، اور رومال سے لپیٹ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ وہ اس کے ہاتھ کو لوٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس کٹے ہوئے بازو کو صحیح کر دیا۔

آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ ان کو **مسعودی** اور دوسرے اہل سیر اور تاریخ نے ذکر کیا ہے۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ كُشِفَ عَنِّي الْغِطَا مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا

ترجمہ: اگر مجھ سے پردہ ہٹ بھی جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو۔

یہ بہت بلند کلام ہے۔ اس سے اوپر کوئی کلام نہیں ہے جو انکشافِ حقائق کی خبر دیتا ہے۔ یہ کیوں نہ ہو، تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم علم کا شہر ہیں اور **سیدنا علی المرتضی** رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی بارگاہِ رسالت سے ایک اندھیری رات میں آئے۔ ان کے سامنے دو چراغ تھے۔ جب وہ جدا ہوئے۔ تو ان کے ساتھ ایک ایک چراغ ان کے گھر تک رہا۔

اسے **امام بخاری** نے مختلف طرق سے روایت کیا ہے۔

بعض روایات میں ہے:

یہ دونوں صحابی سیدنا اُسَید بن حُضَیر ؓ اور سیدنا عباد بن بشر ؓ تھے۔

سیدنا جابر بن سَمُرَہ ؓ سے روایت ہے۔

اہلِ کوفہ نے سعد بن ابی وقاص ؓ کی سیدنا عمر بن خطاب ؓ سے شکایت کی آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔

اے ابو اسحاق! بے شک یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے .... یہاں تک کہ راوی نے کہا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ نے قاصد کے ساتھ ایک مرد یا چند مرد بھیجے تاکہ وہ اہل کوفہ سے ان کے بارے پوچھے۔ وہ قاصد ہر مسجد میں گیا۔ لوگوں سے پوچھا۔ لوگوں نے سعد بن ابی وقاص ؓ کی تعریف کی۔ جب یہ بنو قیس کی مسجد میں گئے۔ تو ایک شخص کھڑا ہوا۔ اس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا۔ اور کنیت ابو سُعدہ تھی۔ یہ کھڑا ہو کر کہنے لگا:

سعد سریہ میں نہیں جاتے، برابر تقسیم نہیں کرتے اور مقدمات میں عدل نہیں کرتے۔

سیدنا سعد ؓ نے کہا:

اللہ ﷻ کی قسم میں تین دعائیں کروں گا۔

اے اللہ تعالیٰ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے۔ ریاکاری اور دکھلاوے کے لئے کھڑا ہوا ہے۔ تو اس کی عمر دراز کر، اس کے فقر کو لمبا کر اور اسے فتنوں میں مبتلا کر۔

سیدنا جابر بن سمرۃ ؓ کہتے ہیں:

میں نے بعد میں اس شخص کو دیکھا۔ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھنویں گر گئی ہیں مگر راستے میں لڑکیوں کو ملتا ہے تو انہیں آنکھیں مارتا ہے۔ جب اس سے پوچھا جاتا ہے تو کہتا ہے:

میں ایک فتنہ زدہ بوڑھا شخص ہوں مجھے سعد کی بددعا لگی ہے۔

الصحیح البخاری ، اذان ۹۵ ۔

سیدنا عروہ بن زبیر ﷺ سے روایت ہے:

اروی بنت اوس، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے اپنا جھگڑا مروان بن الحکم کے پاس لائی۔ اس نے دعویٰ کیا کہ سعید نے ان کی کچھ زمین لے لی ہے۔

سیدنا سعید ﷺ نے عرض کی۔

کیا میں تاجدارِ کائنات ﷺ کے اس فرمان کے بعد اس کی زمین لے سکتا ہوں۔

مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طَوَّقَ اللّٰهُ اِلٰى سَبْعِيْنَ اَرْضِيْن

الصحیح البخاری ، بدء الخلق ۲ الصحیح للمسلم ، مساقات ۱۳۷

ترجمہ : جس شخص نے ظلم سے ایک بالشت جگہ بھی لی اللہ تعالیٰ اس کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈالے گا۔

مروان نے کہا:

میں اس کے بعد آپ سے کوئی شہادت طلب نہیں کرتا۔

سیدنا سعید ﷺ نے کہا:

اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر اور اس کی زمین میں قتل کر۔

مرنے سے پہلے وہ عورت اندھی ہو گئی۔ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک دن وہ ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔

الصحیح للمسلم ، مساقات ۱۳۹

مسلم میں **محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر** ﷺ سے اس کے ہم معنی روایت ہے۔

آپ نے اسے اندھا دیکھا کہ دیواریں ٹٹولتی پھرتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے **سعید** کی بددعا

لگی ہے۔ جس زمین کے بارے اس کا جھگڑا تھا اس پر واقع ایک کنویں سے گذری، اس میں گری اور مرگئی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضروری نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کی دعا فوراً قبول ہو۔ کبھی ایک عرصہ کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نبی کی دعا ہوتی ہے۔

سیدنا موسی علیہ السلام اور **سیدنا ھارون** علیہ السلام نے فرعون کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا:

﴿ قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم یونس ١٠:٨٩

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری دعا قبول کر لی گئی پس تم ثابت قدم رہو اور ہرگز اس طریقہ پر نہ چلنا جو جاہلوں کا (طریقہ) ہے۔

یعنی ان نادان لوگوں کا راستہ نہ تلاش کریں جو چاہتے ہیں کہ ان کی دعا فوراً قبول ہو جائے۔ ان کی دعا کی قبولیت کے 40 سال بعد **فرعون** ہلاک ہوا۔ عظمت جلدی میں نہیں ہے۔ عظمت تو قبولیت میں ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے نہ کہ اس وقت جس میں بندہ چاہتا ہے۔

سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے جب بھی **سیدنا عمر** رضی اللہ عنہ کو سنا کہ فرماتے ہیں بے شک میں اس طرح گمان کرتا ہوں تو اسی طرح ہو جاتا تھا جیسے وہ گمان کرتے تھے۔

الصحیح البخاری مناقب الانصار ٣٥

یہ اس لئے تھا کہ اہل کشف محدث اولیاء اللہ سے تھے۔

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ کَانَ فِیْمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ نَاسٌ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّکُ فِیْ

اُمَّتِیُ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرُ.

الصحیح البخاری ، فضائل اصحاب النبی ٣٦٨٩

الصحیح للمسلم ، فضائل الصحابه ٢٣

ترجمہ : بے شک تم سے پہلے پہلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے۔ اگر کوئی میری امت میں ہے تو وہ عمر ہے۔

یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے۔

ابن الوھب نے فرمایا: محدث وہ لوگ ہیں جن پر الہام ہوتا تھا۔

اور اس اعتبار سے کہ آپ ﷺ کی امت آپ کی اتباع میں خیر الامم ہے، تاجدارِ کائنات ﷺ خیر الانبیاء ہیں اس لئے آپ ﷺ کی امت کے محدث پہلی امتوں کے محدثین سے افضل ہیں۔ اور آپ کی امت کے صدیقین پہلی امتوں کے صدیقین سے افضل ہیں۔

اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں۔

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک شخص جنگل میں جا رہا تھا۔ اس نے ایک بادل سے آواز سنی۔ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر۔ وہ بادل ایک طرف ہو گیا۔ اس نے ایک جگہ اپنا پانی انڈیل دیا۔ نالیوں میں سے ایک نالی نے وہ سارا پانی سمیٹ لیا۔ اس شخص نے اس پانی کا پیچھا کیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہے اور وہ شخص اپنے پھاوڑے سے پانی کو گھیر رہا ہے۔

اس شخص نے اس سے پوچھا۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تیرا کیا نام ہے۔

اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا۔

اس شخص نے پوچھا: آپ میرا نام کیوں پوچھ رہے ہو؟

اس نے جواب دیا: میں نے اس بادل سے آواز سنی تھی کہ اس شخص کے باغ کو سیراب کرو۔ تم بتاؤ کہ تم کیا کرتے ہو؟

اس شخص نے جواب دیا:

جب آپ یہ کہتے ہیں تو سنیں۔ میں اپنی پیداوار کا انتظار کرتا ہوں۔ ایک تہائی کو صدقہ کر دیتا ہوں۔ ایک تہائی میں اور میرے گھر والے استعمال کرتے ہیں اور ایک تہائی کی پھر بجائی کر دیتا ہوں۔

الصحیح للمسلم ، زھد ٤٥

اس حدیث میں دو کرامتیں ہیں۔ ایک سننے والے کی اور ایک باغ والے کی۔ دونوں ہی اولیاء اللہ سے تھے۔ اپنے ولی کے باغ کو سیراب کرنے کی عنایت اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کی نگرانی کرنے کے قبیل سے ہے۔ اس کا پہلے بھی اس کے باب میں ذکر گذر چکا ہے۔

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین بچوں نے پنگھوڑے میں کلام کیا۔

عیسی ابن مریم علیہ السلام، صاحبِ جُرَیج اور.........

جریج ایک عبادت گذار شخص تھا۔ اس نے ایک عبادت گاہ بنا رکھی تھی اس میں عبادت کرتا تھا ایک دن اس کی ماں اس کے پاس آئی۔ اس وقت وہ نماز ادا کر رہا تھا۔

اس نے آواز دی: اے جریج!

جریج نے کہا: اے میرے پروردگار! ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز ہے۔ وہ نماز کی طرف متوجہ رہا اور اس کی ماں واپس چلی گئی۔

دوسرے دن وہ پھر آئی۔ جریج نماز ادا کر رہا تھا۔ اس نے آواز دی: اے جریج!

جــریــج نے کہا: اے میرے پروردگار! ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز ہے وہ نماز کی طرف متوجہ رہا۔

اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! اسے نہ مار یہاں تک کہ بدکار عورتوں کے چہروں کو دیکھے۔

بنو اسرائیل میں جریج اور اس کی عبادت کا خوب چرچا ہوا۔ اس وقت ایک بدکار عورت تھی جو اپنے حسن میں بے مثال تھی ۔ اس نے لوگوں سے کہا: اگر تم چاہو تو میں جــریج کو فتنہ میں مبتلاء کردوں۔ اس بدکار عورت نے خود کو جــریج پر پیش کیا۔ مگر اس نے بالکل ادھر توجہ نہ کی ۔ ایک چرواہا اس عبادت گاہ کے قریب ریوڑ چراتا تھا۔ وہ بدکار عورت اس کے پاس آئی ۔ اس چرواہے کو بدکاری کی دعوت دی۔ اس نے بدکاری کی ۔ یہ بدکار عورت اس چرواہے سے حاملہ ہوگئی ۔ جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا: یہ جریج کا بچہ ہے۔ بنو اسرائیل نے سنا تو وہ جریج کی عبادت گاہ میں آئے۔ اس کو نیچے اتارا۔ اس کی عبادت گاہ کو گرادیا اور اسے پیٹنا شروع کردیا۔

جریج نے ان مارنے والوں سے پوچھا: تمہیں کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: تو نے اس بدکار عورت سے زنا کیا اور اس کے ہاں تجھ سے بچہ پیدا ہوا۔

جریج نے کہا: وہ بچہ کہاں ہے؟

بنو اسرائیل اس بچے کو لے آئے ۔ جریج نے کہا مجھے چھوڑو تاکہ میں نماز ادا کرلوں ۔ نماز سے فارغ ہو کر جریج بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں کچوکا لگا کر کہا:

اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟

بچے نے جواب دیا: فلاں چرواہا۔

اب لوگ جــریج کو عقیدت سے چومنے لگے اور اسے برکت کے لئے چھونے

بنو اسرائیل کہنے لگے: ہم آپ کے لئے سونے کی عبادت گاہ بنا دیتے ہیں۔
جریج نے کہا: نہیں تم مٹی کی ہی بنا دو۔ بنو اسرائیل نے دوبارا اس کی عبادت گاہ بنا دی۔

اسی طرح ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا۔ ایک شخص ایک خوبصورت تیز جانور پر سوار گذرا۔

ماں نے کہا:

اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی طرح بنا۔

بچے نے پستان چھوڑا۔ اسی کی طرف متوجہ ہوا اور اسے دیکھا پھر کہا اے اللہ! مجھے اسی کی طرح نہ بنا۔ پھر بچہ اپنی ماں کا دودھ پینے لگا۔

گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ اپنی شہادت کی انگلی منہ میں ال کر چوستے ہوئے بچے کے دودھ پینے کی حکایت فرما رہے ہیں۔

پھر کہا: وہ ایک لڑکی کے پاس سے گذرے۔ لوگ اسے پیٹ رہے تھے۔ اور ساتھ کہہ رہے تھے تو نے بدکاری کی۔ تو نے چوری کی۔ وہ لڑکی کہہ رہی تھی۔ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔ اس بچے کی ماں نے کہا: اے اللہ! میرے بچے کو اس طرح کا نہ بنانا۔ بچے نے پھر دودھ چھوڑا۔ اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ اے اللہ مجھے اس کی طرح بنا۔ یہاں ان دونوں کے درمیان بات چیت ہوئی۔

اس نے کہا کہ ایک خوبصورت شخص گذرا۔ میں نے کہا: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس طرح کا بنا۔ تو نے کہا اے اللہ مجھے اس کی طرح نہ بنا۔ پھر ہم اس لڑکی کے پاس سے گذرے۔ لوگ اسے مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ تو نے زنا کیا تو نے چوری کی۔ میں نے کہا اے اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو اس طرح کا نہ بنا تو نے کہا اے اللہ مجھے اس طرح کا بنا۔

بچے نے جواب دیا: وہ شخص ظالم تھا۔ میں نے کہا۔ اے اللہ مجھے اس کی طرح نہ بنا۔ اور جس لڑکی کو وہ لوگ کہہ رہے تھے۔ تو نے بدکاری کی۔ تو نے چوری کی۔ وہ بے گناہ

تھی۔ پس میں نے کہا اے اللہ تعالیٰ مجھے اس کی طرح بنا۔

الصحیح البخاری ، انبیاء ۴۸ الصحیح للمسلم ، البر ۸

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں دلیل ہے کہ سعادت دنیا کی عزت میں نہیں ہے بلکہ آخرت کی عزت میں ہے۔ اور دنیا کی عزت کبھی بدبختی ہوتی ہے اور ایسی ذلت ہوتی ہے جس سے پناہ مانگی جاتی ہے جیسے کہ وہ مرد تھا۔ اور بے شک دنیا کی رسوائی اور ذلت کے ساتھ جب ایمان، معرفت اور خوش بختی ہو تو وہ عزت ہوتی ہے۔

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کا ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: میں بوڑھا ہو گیا ہوں ایک لڑکا میری طرف بھیج تا کہ میں اسے جادو سکھا دوں۔ بادشاہ نے اس جادوگر کی طرف ایک لڑکا بھیجنا شروع کیا۔ اس لڑکے کی راہ میں ایک راہب تھا۔ لڑکا اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کی بات سنی۔ پھر وہ لڑکا جب بھی جادوگر کے پاس جاتا۔ راہب کے پاس سے گذرتا اور اس کے پاس بیٹھ جاتا۔ جادوگر دیر سے پہنچنے کی وجہ سے اسے مارتا۔ لڑکے نے راہب سے شکایت کی۔

راہب نے لڑکے کو سمجھایا: جب تجھے جادوگر کا ڈر ہو تو کہو مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا۔ اور جب تجھے گھر والوں کا ڈر ہو تو کہو مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔ وہ اسی طرح کر رہا تھا کہ ایک دن اس نے دیکھا کہ راستہ میں ایک بہت بڑا موذی جانور ہے اور اس نے لوگوں کو روک رکھا ہے۔

لڑکے نے کہا: آج میں دیکھتا ہوں کہ جادوگر افضل ہے یا راہب۔

لڑکے نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا: اے اللہ! اگر تیری بارگاہ میں راہب جادوگر سے محبوب ہے تو اس جانور کو قتل کرتا کہ لوگ گذر جائیں۔ پھر اس نے پتھر پھینکا۔ وہ جانور مر گیا اور لوگ گذر گئے۔

لڑکا راہب کے پاس آیا۔اسے سارے واقعہ کی خبر دی۔

راہب نے لڑکے سے کہا: اے بیٹے آج تو مجھ سے افضل ہے۔ تیرا مقام بہت اونچا ہو گیا ہے عنقریب تو آزمایا جائے گا۔اگر تجھ پر آزمائش آئے تو میرا ہرگز نہ بتانا۔

لڑکا مادرزاد اندھوں اور کوڑھوں کو درست کرنے لگا۔لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کرنے لگا۔بادشاہ کے ایک مصاحب نے لڑکے کے بارے سنا۔یہ اندھا ہو گیا تھا۔یہ شخص بہت سارے تحفے لے کر لڑکے کے پاس آیا۔اس سے کہنے لگا۔اگر تو مجھے شفاء دے دے تو یہ سب کچھ تیرے لئے ہے۔

لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفاء تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اور وہ تجھے شفاء دے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء عطا فرما دی۔وہ بادشاہ کے پاس واپس آیا اور اسی طرح اس کے پاس بیٹھا جیسے بیٹھا کرتا تھا۔

بادشاہ نے اس سے سوال کیا: تیری بینائی کس نے لوٹائی ہے۔

اس نے جواب دیا: میرے پروردگار نے۔

بادشاہ نے پوچھا: کیا میرے علاوہ تیرا کوئی اور پروردگار ہے؟

اس نے جواب دیا: تیرا اور میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔

بادشاہ نے اسے پکڑ لیا اور اسے عذاب دیتا رہا یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا بتا دیا۔

لڑکا بادشاہ کے پاس لایا گیا۔

بادشاہ نے کہا: اے لڑکے مجھے پتہ چلا ہے کہ تو جادو سے مادرزاد اندھوں اور کوڑھوں کو تندرست کرتا ہے۔

لڑکے نے کہا: میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفاء تو صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

بادشاہ نے لڑکے کو پکڑ لیا اور اسے عذاب دیتا رہا یہاں تک کہ لڑکے نے راہب کا بتا دیا۔

راہب سے کہا گیا: اپنے دین کو چھوڑ دو۔ راہب نے انکار کیا۔ بادشاہ نے ایک

آرا منگوایا۔ اس راہب کے سر کے درمیان رکھا اور دو حصوں میں چیر دیا۔

پھر لڑکے کو بلایا گیا اور اسے کہا گیا کہ اپنے دین سے لوٹ آؤ۔ لڑکے نے بھی انکار کیا۔ بادشاہ نے لڑکے کو اپنے لوگوں کے ساتھ بھیجا اور ان سے کہا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ۔ اسے لے کر پہاڑ پر چڑھو۔ جب اس کی چوٹی پر پہنچ جاؤ تو اگر یہ اپنے دین سے لوٹ آئے تو ٹھیک ورنہ اسے نیچے گرادو۔ بادشاہ کے لوگ لڑکے کو اس پہاڑ پر لے کر چڑھے۔

اس لڑکے نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اے اللہ! اگر تو چاہے تو ان سے مجھے کافی ہو جا۔

پہاڑ کانپا اور بادشاہ کے سارے لوگ پہاڑ سے نیچے گر گئے۔ یہ لڑکا چلتا ہوا بادشاہ کے پاس آیا۔

بادشاہ نے اس پوچھا: تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا؟

اس نے کہا: ان سے مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا۔

بادشاہ نے کچھ اور لوگ تیار کئے ان سے کہا: اس لڑکے کو کشتی میں بٹھاؤ۔ سمندر کے درمیان لے جاؤ۔ اگر یہ اپنے دین سے لوٹ آئے تو بہتر ورنہ اسے دریا میں پھینک دو۔

یہ لوگ اس لڑکے کو لے گئے۔ لڑکے نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اے اللہ! مجھے ان سے کافی ہو جا۔

کشتی پھٹ گئی اور وہ سب لوگ ڈوب گئے۔ لڑکا پھر بادشاہ کے پاس آ گیا۔

بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا۔ لڑکے نے کہا۔ ان سے اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہو گیا۔

لڑکے نے بادشاہ سے کہا:

تو اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک اس بات پر عمل نہ کرے جو میں بتاؤں۔

اس لڑکے نے کہا:

لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر۔ مجھے کھجور کے سوکھے تنے پر سولی دے پھر میری ترکش سے ایک تیر لے تیر کو کمان میں رکھ۔ پھر کہہ: اللہ لڑکے کے رب کے نام سے۔ پھر تیر چلا۔ اگر تو ایسا کرے گا تو مجھے قتل کر سکے گا۔ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا۔ لڑکے کو درخت پر سولی دی۔ لڑکے کے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ اسے کمان میں رکھا اور کہا۔ اللہ ... لڑکے کے رب کے نام سے۔ پھر تیر پھینکا۔ تیر لڑکے کی کنپٹی پر لگا۔ لڑکے نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھا اور شہید ہو گیا۔

لوگوں نے کہا: ہم لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے۔

بادشاہ آیا تو اسے کہا گیا۔ جس سے تو ڈرتا تھا۔ اللہ ﷻ کی قسم وہی تیرے لئے واقع ہوا۔ تمام لوگ اللہ ﷻ پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے چوراہوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ خندقیں کھودی گئیں ان میں آگ بھڑکا دی گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا جو ایمان سے واپس نہ لوٹے اسے ان میں ڈال دیا جائے۔ وہ ایسا کرتے رہے۔ آخر میں ایک عورت آئی۔ اس کے پاس ایک چھوٹا بچہ تھا۔ وہ آگ میں کودنے سے ہچکچائی۔ وہ بچہ بول اٹھا:

امی جان! صبر کریں! آپ ہی حق پر ہیں۔

الصحیح للمسلم، زھد ۷۳

اس حدیث میں صوفیاءِ کرام کے لئے بہت سے فائدے اور مضبوط قاعدے ہیں۔

1۔ اللہ ﷻ کی بارگاہ سے قرب اللہ ﷻ کی خصوصی عنایت سے حاصل ہوتا ہے۔ غلام کو حکم ملا تھا کہ جادو سیکھو مگر اللہ ﷻ نے اسے راہب کی طرف پھیر دیا۔ لڑکے کے دل میں پہلی بار ہی راہب کی سچائی اور جادوگر کا جھوٹ بیٹھ گیا۔ اس لئے وہ جادوگر کی مار پر صبر کرتا تھا۔ یہ اللہ ﷻ کی خصوصی عنایت سے تھا۔ وہ راہب سے اس اذیت کی شکایت کرتا تھا جو اسے جادوگر دیتا تھا۔

2۔ طالب حق کو شیخ کی حاجت ہوتی ہے۔ جو اس کی تربیت کرے، اس کو ہدایت

دے اور اپنے اقوال اور افعال سے اللہ تعالیٰ کی راہ دکھائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے لڑکے کی راہب کی طرف راہنمائی کی اور اس راہب کو لڑکے کا شیخ اور مرشد بنایا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ صاحبِ عنایت کو شیخ کامل اور انبیاءِ کرام کے ورثاء میں سے کسی پہنچے ہوئے کی بارگاہ میں لے جاتا ہے۔ یہ اسے معارف کی غذا دیتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ منزلِ کمال پر فائز ہو جاتا ہے

مرید پر لازم ہے کہ صدقِ دل سے شیخ کے افعال اور اقوال کی پیروی کرے۔ وگرنہ شیخ کی صحبت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اگر وہ پیروی میں سچا نہ ہو۔ جب وہ کامل ہو جائے تو شیخ کہتا ہے کہ اب تو ہے اور تیرا رب۔ اس وقت مرید بھی اپنے شیخ کی طرح تربیت اور ارشاد کا اہل ہو جاتا ہے۔

3۔ شیخ پر لازم ہے کہ مرید کو مشکلات کا حل بتائے۔ جیسے جب لڑکے نے راہب سے جادوگر کے مارنے کی شکایت کی۔ تو راہب نے اسے سمجھایا: اگر گھر والے پوچھیں تو کہہ دیا کر کہ مجھے جادوگر نے روک رکھا تھا اور اگر جادوگر سے خدشہ ہو تو کہہ دیا کر کہ مجھے گھر والوں نے روک رکھا تھا۔

4۔ مرید پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اگر اسے کوئی مشکل درپیش ہو تو اس کی شیخ سے شکایت کرے اور شیخ سے کوئی چیز نہ چھپائے۔ شیخ کو چاہیئے کہ وہ اسے اس کے نفع سے آگاہ کرے اور اس مشکل کو اس سے دور کرے۔

5۔ مرید پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اس پر فضل فرمائے۔ اس سے اپنے شیخ کو باخبر کرے تاکہ شیخ جان لے کہ یہ کہاں پہنچا ہے۔ جس طرح لڑکے نے اس موذی جانور اور پتھر کے ساتھ اسے قتل کرنے سے راہب کو آگاہ کیا۔

6۔ کبھی تابع متبوع سے مرتبہ میں اعلیٰ بھی ہو جاتا ہے جیسے کہ یہاں ہے کہ راہب نے لڑکے سے کہا: آج تو مجھ سے افضل ہے۔

متبوع اگر نبی ہو تو پھر تابع کبھی بھی متبوع سے آگے نہیں ہو سکتا۔ مرید شیخ سے

افضل ہوسکتا ہے اگر اس کا شیخ اس وقت **قطب الغوث الفرد** نہ ہو۔ اگر اس پر بہت بڑی عنایت ہو اور یہ اپنے شیخ کے بعد بھی زندہ رہے تو ممکن ہے کہ اپنے شیخ کے مقام پر فائز ہو جائے۔ کیونکہ **قطب الفرد** یہ ایک وقت میں ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ ایک قطب کے بعد دوسرا قطب قیامت کے قریب ولایت منقطع ہونے تک فائز ہوتا رہے گا۔

7۔ شیخ پر کبھی مرید کی حالت آخر امر تک منکشف ہوتی ہے۔ جیسے کہ راہب نے لڑکے کو بتا دیا کہ تجھے عنقریب آزمایا جائے گا۔

8۔ اولیاء اللہ کا اللہ ﷻ کی طرف دعوت کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہوتا کیونکہ وہ انبیاءِ کرام کے وارث ہوتے ہیں۔ انہیں بڑی بڑی قوتوں کے مالک ظالم بادشاہ بھی ان کی راہ سے موڑ نہیں سکتے۔ چاہے ان کو پیس دیا جائے، چیر دیا جائے۔ جو ذمہ داری انہیں اللہ ﷻ نے سونپی ہوتی ہے اس پر ڈٹے رہتے ہیں۔ کسی چیز کی پرواہ کرتے ہیں نہ کسی چیز سے متردد ہوتے ہیں۔

9۔ یہ منصب ...... انبیاء کرام کی وراثت کا جس کو بھی ملتا ہے اس کی ضرور مخالفت ہوتی ہے۔

10۔ انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام سے اہل دعوت کے سامنے بادشاہ، جابر، اور دولتمند متکبر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب وہ لوگوں کو ان کی طرف متوجہ دیکھتے ہیں۔ وہ ان کو دین میں فساد ڈالنے والے قرار دیتے ہیں۔ لوگوں کو ان سے دور بھگانا چاہتے ہیں۔ یا وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بادشاہت کے طالب ہیں۔

اللہ ﷻ نے جیسے **سیدنا موسیٰ** علیہ السلام کی حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ج اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴾

القرآن الحکیم ۔ المومن ۴۰:۲۶

ترجمہ: اور فرعون نے (جھنجھلا کر) کہا: مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ (اپنی

مدد کے لئے) اپنے رب کو بلائے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارا دین نہ بدل دے یا ملک میں فساد نہ پھیلائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ط وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾

القرآن الحکیم یونس ۷۸:۱۰

ترجمہ: کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو تا کہ ہمیں اس (دین) سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اور صرف تم دونوں کے لئے سرزمین (مصر) میں بڑائی ہو جائے اور ہم لوگ تو تم کو نہیں مانیں گے۔

ہر ایک شخص اپنی حیثیت سے کلام کرتا ہے۔ حالانکہ انبیاء اور اولیا ان کے ان گمانوں سے بہت دور ہوتے ہیں۔

11۔ اس سبب سے انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام پر بڑی کڑی آزمائشیں آتی ہیں مگر ان کے پاؤں ہرگز نہیں لڑکھڑاتے۔

12۔ ان کے ماننے والے بھی کبھی ان پر ایمان لانے کی وجہ سے آزمائے جاتے ہیں۔ جس کے دل میں ایمان پختہ ہو جائے وہ ہرگز متزلزل نہیں ہوتا۔ چاہے اسے آرے سے چیر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے۔ جیسے اس لڑکے کے ساتھی، **سیدنا موسیٰ** علیہ السلام کے ساتھی اور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب۔ ان میں سے بہت ساروں جیسے **سیدنا عمار بن یاسر** رضی اللہ عنہ ان کی ماں اور باپ، **سیدنا بلال** رضی اللہ عنہ، **سیدنا عبداللہ بن مسعود** رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابۂ کرام کو قریش نے شدید عذاب دیا۔ یہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ ایمان اسی طرح ہوتا ہے جب یہ دل کی گہرائیوں میں اتر جائے۔

13۔ اہل عنایت کے دلوں میں اگر معمولی سی جھجک یا ہچکچاہٹ پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ ان کو ثابت قدم رکھنے کے لئے تا کہ ان کی موت باطل پر نہ ہو جہاں سے چاہے کرامت

ظاہر فرماتا ہے۔ چاہے بچے کی زبان سے کیوں نہ ہو۔ جو عادتاً بولنے کی عمر میں نہ ہو۔ یہ ان کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کے سبب سے ہوتا ہے جیسے کہ اس حدیث میں اس عورت کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔

14۔ متقی لوگ اگر حق پر ثابت قدم رہیں تو عاقبت انہی کے لئے ہے اگرچہ وقتی طور پر باطل کو غلبہ حاصل ہو۔

15۔ جابر لوگ جب دلائل میں عاجز ہو جاتے ہیں اور ان کی حجتیں ناکام ہو جاتی ہیں تو وہ جبر سے حق کو دبانا چاہتے ہیں۔ جس طرح کہ سیدنا ابراھیم علیہ السلام کے ساتھ ہوا جب انہوں نے بتوں کو توڑا

﴿ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۞ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ق كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الانبیاء ۲۱:۶۲-۶۳

ترجمہ: لوگوں نے پوچھا: اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ فرمایا: بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ حرکت کی ہوگی۔ سو ان سے پوچھو اگر یہ گفتگو کی سکت رکھتے ہوں۔

انہوں نے جان لیا کہ سیدنا ابراھیم علیہ السلام کا کلام حق ہے۔

وہ جواب اور عذر تلاش کرتے ہیں۔ پس وہ کہنے لگے:

﴿ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ج لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الانبیاء ۲۱:۶۴-۶۵

ترجمہ: (لاجواب ہو کر) اپنے دلوں میں غور کرنے لگے۔ پھر بولے بلاشبہ تم ہی زیاں کار ستمگار ہو۔ پھر وہ اوندھے ہو کر (اپنی سابقہ گمراہی کی طرف) پلٹ گئے اور کہنے لگے تم خوب جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں۔

﴿ قَالَ اَ فَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَّلَا یَضُرُّکُمْ ۞ اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الانبیاء ۲۱:۶۷-۶۶

ترجمہ : آپ نے فرمایا: (نادانو!) کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان (بے بس بتوں) کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہیں ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ تف ہے تم پر نیز ان بتوں پر جن کو تم پوجتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟

جب **سیدنا ابراھیم** علیہ السلام کی دلیل غالب آ گئی، ان کی حجت باطل ہوگئی اور ان کو کوئی جواب میسر نہ آیا۔

﴿ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴾

القرآن الحکیم الانبیاء ۲۱:۶۸

ترجمہ : (سب یک زبان ہوکر) بولے اس کو جلا ڈالو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو

عقلی دلائل سے ان کا رخ طاقت کی طرف ہو گیا۔

اسی طرح **فرعون** کا واقعہ ہے۔ جب **سیدنا موسی** علیہ السلام اس کے پاس آئے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔

﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

القرآن الحکیم الشعراء ۲۶:۲۳

ترجمہ : فرعون نے پوچھا رب العالمین کی کیا حقیقت ہے؟

اللہ تعالیٰ کیا چیز ہے اور اس کی ماہیت کیا ہے۔ چونکہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس لئے **سیدنا موسی** علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا تعارف صفات کے ذریعے کروایا۔

﴿ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۞ قَالَ لِمَنْ

حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿﴾

القرآن الحکیم　　الشعراء ٢٦:٢٥-٢٤

ترجمہ : آپ نے فرمایا (رب العالمین وہ ہے جو) آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا مالک ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ فرعون نے اپنے اردگرد بیٹھنے والوں سے کہا کیا تم سن نہیں رہے؟

اس کا جواب سوال کے مطابق نہیں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے سوال کر رہا ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے جواب دے رہا ہے۔

﴿﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿﴾

القرآن الحکیم　　الشعراء ٢٦:٢٧-٢٦

ترجمہ : آپ نے فرمایا وہ جو تمہارا بھی مالک ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی۔ فرعون بولا بلاشبہ تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو دیوانہ ہے۔

میں ان سے کچھ سوال کرتا ہوں اور یہ کچھ جواب دیتے ہیں۔

﴿﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿﴾

القرآن الحکیم　　الشعراء ٢٦:٢٨

ترجمہ : آپ نے فرمایا جو مشرق و مغرب کا رب ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اگر تم کچھ عقل رکھتے ہو۔

جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات بیان کیں۔ جسے عقل قبول کرتی ہے فرعون پہچان گیا کہ اب کوئی حجت باقی نہیں ہے۔

﴿﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿﴾

القرآن الحکیم　　الشعراء ٢٦:٢٩

ترجمہ : اس نے (رعب جماتے ہوئے) کہا (یاد رکھو!) اگر تم نے میرے سوا کسی کو خدا

بنایا تو میں تمہیں ضرور قیدیوں میں داخل کردوں گا۔

اب یہ قوت سے دبانے کی طرف آ گیا۔

یہی واقعہ اس لڑکے، راہب اور بادشاہ کے مصاحب کے ساتھ پیش آیا۔

16۔ بے شک نبی اور ولی جب سمجھتا ہے کہ یہ منشاءِ الٰہی ہے تو منشاء الٰہی کے سامنے جھکتے ہوئے، اس کا قرب چاہتے ہوئے، اس سے ملاقات کی خاطر قربانی دیتے ہوئے اور مصیبت کو برداشت کرتے ہوئے وہ خود کو اپنے دشمن کے سپرد کر دیتا ہے اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اسی طرح **سیدنا زکریا** علیہ السلام، **سیدنا یحی** علیہ السلام، **سیدنا شعیا** علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ اسی طرح اس راہب اور بادشاہ کے مصاحب کے ساتھ ہوا۔

17۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا نبی اور ولی کبھی کبھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ دشمنوں کا شر ان سے دور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اس طرح بہت سارے انبیاءِ کرام جیسے **سیدنا ابرھیم** علیہ السلام، **سیدنا موسی** علیہ السلام، **سیدنا ھارون** علیہ السلام **سیدنا عیسی** علیہ السلام اور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا۔ اولیاءِ کرام میں اسی طرح اس لڑکے کے ساتھ ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کا خود کو دشمن کے حوالے کرنا اور دشمن سے سلامت رکھنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہوتا ہے۔

18۔ وہ لڑکا جب بھی بادشاہ کے لوگوں سے بچا۔ بادشاہ کے پاس آیا اور بالکل نہ ڈرا اور نہ بھاگا اس سب کچھ کا مطلب اس ذمہ داری کو ادا کرنا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو سونپی ہو۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ان کے سبب سے ہدایت عطا فرما دے۔ وہ ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ حتی کہ اس نوجوان نے ایسی تدبیر کی کہ ساری قوم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئی۔ وہ اپنی ہلاکت کی پرواہ نہیں کرتے۔ جب ان کو معلوم ہو کہ ان کی ہلاکت کے نتیجے میں ان کا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ وہ فقط اس چیز سے محبت کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور پسند کرتا ہے۔

19۔ انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنی

جانیں بھی قربان کر دیتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ نہ قتل نہ ہتک اور نہ لوٹ مار۔

20۔ لڑکے نے بالآخر لوگوں کے ایمان کی مصلحت کی خاطر اپنی جان قربان کر دی۔ یہی اولیاءِ کرام اور انبیاءِ عظام کا بڑا مقصد ہوتا ہے۔ جس طرح کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ یہ لوگ منصب صدیقیت پر فائز ہوتے ہیں۔ جو شہادت سے بڑا مرتبہ ہے۔ صدیقیت سے بڑا مرتبہ صرف نبوت کا ہے۔ ان پر کوئی مسلط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا تو اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک تو میرے حکم پر عمل نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہو چکا تھا اور جو اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ پھر اس کی ایسی حفاظت کرتا ہے کہ روئے زمین کی کوئی چیز بھی اس کا نقصان نہیں کر سکتی۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے کان سے سنتا ہے اور اس کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان سے ان کی ذات کی قربانی طلب کرے تو وہ لطف اندوز ہوتے ہوئے جان قربان کر دیتے ہیں۔

21۔ تصدیق سعادت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ توفیق کے انوار میں سے ایک نور ہے۔ عنایت کے اسرار میں سے ایک سر ہے۔ اس لئے جو شخص اس لڑکے پر اور لڑکے کے رب پر ایمان لایا اور تصدیق کی، اسے ابدی کامیابی اور سرمدی عزت نصیب ہوگئی اور تکذیب کرنے والوں کو ایسی بدبختی ملی جس سے بڑی کوئی بدبختی نہیں ہے۔ ایسی ذلت ملی جس سے بڑی کوئی ذلت نہیں ہے۔ لہذا بادشاہ اور اس کے ان ہم نشینوں کو جو ایمان نہ لائے، بدنصیبی اور رسوائی نصیب ہوئی جس طرح اس سے پہلے ابلیس کو ملی تھی اور یہ عدمِ توفیق ہے۔

22۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت محض اس کا فضل اور رحمت ہے۔ یہ کسی ایسے سبب اور علت سے نہیں ہوتی جو بندے کی طرف سے آگے بھیجی گئی ہو۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ وہی فضل عظیم کا مالک

ہے۔

کبھی بندے کی طرف سے کوئی علم، کوئی عمل، کوئی شرف، کوئی نسب بھی نہیں ہوتا مگر وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے شادکام ہوتا ہے۔ عنایت جس کے لئے سبقت کر جائے اسے ہدایت نصیب ہو جاتی ہے۔ جس طرح اس لڑکے کو نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ ﴾

القرآن الحکیم المائدہ ۵:۵۴

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی محبت سبقت کرتی ہے تو یہی بندے کی محبت کا سبب بن جاتی ہے۔ یہی اس کے لئے علت ہوتی ہے۔

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے نقصان اور نفع خاص اپنے لئے ہی بنایا ہے۔ جس کو وہ ہدایت عطا فرمائے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات صفات اور افعال میں یکتا ہے۔ اس کے تصرفات میں اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جب کسی سے محبت کرے تو اسے اپنی طرف ایسے کھینچتا ہے کہ وہ سراسر اس کی فرماں برداری کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جیسے الشیخ احمد بن ناصر ابن بنت المیلق نے قصیدۃ السلوک الی ملک الملوک میں کہا ہے۔

وَالْجَذْبُ اَخْذَةُ عَبْدٍ بَغْتَةً بِیَدِیْ عِنَایَةٍ نَحْوَ اَمْرٍ لَیْسَ یَنْوِیْهِ

جذب بندے کو اپنی عنایت کے دونوں ہاتھوں سے اس امر کی طرف کھینچنا ہے جس کی بندہ نیت بھی نہیں رکھتا۔

اس حدیث پاک نے اہلِ عنایت، حق الشیخ، حق المرید، جملہ کرامات اور آدابِ

تصوف کو جمع کر دیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

سیدنا ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

میں نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔

تم سے پہلے لوگوں سے تین شخص سفر پر نکلے۔رات بسر کرنے کے لئے انہوں نے ایک غار میں پناہ لی۔وہ اس غار کے اندر داخل ہوئے۔پہاڑ کے اوپر سے ایک چٹان گری اور اس نے غار کا دہانہ بالکل بند کر دیا۔

وہ کہنے لگے۔یہاں سے نکلنے کی ایک ہی سبیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کریں۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا:

اے اللہ! بے شک میرے والدین بہت بوڑھے تھے۔میں ان سے پہلے اپنے اہل وعیال کو کبھی کھانا نہ کھلاتا تھا۔ایک دن درختوں کی تلاش مجھے دور لے گئی۔میں شام کو گھر لوٹا تو وہ میرے آنے سے پہلے سو چکے تھے۔میں نے ان کو جگانا بھی پسند نہ کیا اور ان سے پہلے اپنے اہل وعیال کو دودھ پلانا بھی مناسب نہ جانا۔میں اپنے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لئے صبح تک ان کا انتظار کرتا رہا۔رات بھر بھوکے بچے میرے پاؤں میں لوٹتے رہے۔وہ از خود بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنا شام کا دودھ پیا۔

اے باری تعالیٰ! اگر میرا یہ عمل تیری رضا کے لئے تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔

چٹان دہانہ سے تھوڑی سی ہٹ گئی مگر ابھی نکلنا ممکن نہ تھا۔

اب دوسرے شخص نے کہا:

اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی۔لوگوں میں وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔

ایک روایت میں ہے:

میں اس سے اس طرح شدید محبت کرتا تھا جس طرح مرد عورتوں سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے اسے گناہ کی دعوت دی مگر اس نے انکار کر دیا۔ پھر ایک سال اس پر مشکل آیا۔ وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اس کو 120 دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ میرے ساتھ تنہا ہوگی۔ اس نے یہ شرط مان لی۔ جب میں نے اس پر قابو پالیا۔

اور ایک روایت میں ہے۔

میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا۔

وہ کہنے لگی۔

اللہ تعالیٰ سے ڈر اور مہر کو ناحق نہ کھول۔

میں اس سے جدا ہو گیا حالانکہ وہ لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے جو دینار اسے دیئے وہ بھی اس سے واپس نہ لئے۔

اے باری تعالیٰ! اگر یہ سب کچھ میں نے تیری رضاء کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔

چٹان تھوڑی سی اور ہٹ گئی مگر اب بھی اس غار سے نکلنا ممکن نہ تھا۔

اب تیسرا شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا:

اے اللہ! میں نے ایک بار مزدور لگائے۔ میں نے تمام لوگوں کو ان کی اجرت دے دی۔ صرف ایک شخص اجرت لئے بغیر چلا گیا۔

اس کی اجرت بڑھتی رہی۔ یہ بہت زیادہ مال میں تبدیل ہوگئی۔ وہ شخص ایک مدت کے بعد آیا اور کہنے لگا:

اے اللہ کے بندے! میری اجرت مجھے ادا کر۔

میں نے اسے کہا:

یہ اونٹ، گائیں، بھیڑیں، بکریاں اور غلام جو تجھے نظر آرہے ہیں یہ سب تیرا اجر ہے۔

وہ مزدور کہنے لگا:

اے بندۂ خدا! میرا مذاق نہ اڑا۔

میں نے کہا:

میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔

اس مزدور نے اپنا سارا مال لے لیا اور پیچھے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔

اے باری تعالیٰ! اگر یہ سب کچھ میں نے تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مشکل سے نجات عطا فرما۔ وہ چٹان مکمل طور پر منہ سے ہٹ گئی اور وہ چلتے ہوئے باہر نکل گئے۔

الصحیح البخاری ،الانبیاء ۵۳ حدیث ۳۴۶۵

کرامات طاعات کا ثمرہ ہوتی ہیں۔ کیا اولیاء اللہ سے اہل عنایت کے علاوہ کسی کو ایسی طاعت کی توفیق مل سکتی ہے؟

ابن الحجر اور دوسرے علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا:

جب طاعات سے توسل جائز ہے جو اعراض ہیں تو طاعات کرنے والی ذوات سے توسل بدرجۂ اَولیٰ جائز ہے کیونکہ یہ طاعات کے محل ہیں اور طاعات ان کی صفات ہیں۔ عرض تو بنفسہٖ قائم ہی نہیں ہوتی۔ یہ جوہر کی طرح نہیں ہو سکتی جو قائم بالذات ہوتا ہے۔

اور اللہ ﷻ ہی بہتر جانتا ہے۔

ان لوگوں پر تعجب ہے جو قلیل چیز میں برکت کی کرامت اور معجزہ کو ممکن سمجھتے ہیں مگر معدوم کی ایجاد کے منکر ہیں۔ حالانکہ قلیل میں برکت ڈالنے والا اور معدوم کو موجود کرنے والا اللہ ﷻ ہے۔ نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی ولی ہے۔ جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے خوان بنی اسرائیل پر اترتا تھا۔ یہ کُنْ فَیَکُوْنُ کے قبیل سے تھا۔ یہ نہ کسی ہاتھ نے بنایا تھا اور نہ کسی آگ نے پکایا تھا۔ نہ ہی یہ کسی قلیل چیز میں برکت تھی۔ بلکہ یہ معدوم سے موجود کا معجزہ تھا۔

اسی طرح وہ رزق جو سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کو دیا جاتا تھا۔ یہ بھی معدوم سے موجود کی کرامت تھی۔ اسی طرح مکہ میں اسیری کے دنوں میں سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو انگوروں کا ملنا تھا۔ یہ تمام روایتیں اس شخص کا رد ہیں جو کہتا ہے معجزہ اور کرامت میں صرف قلیل چیز میں برکت ہوتی ہے۔ یہ کبھی بھی اِیجَاد مِنَ الْعَدَم کے درجہ کو نہیں پہنچتی۔ اگر یہ لوگ ان افعال کو انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ان کو ان معجزات اور کرامات کا خالق سمجھتے ہیں، تو ایسا عقیدہ رکھنے والے مشرک ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے۔ اگر وہ ان افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کسی چیز سے بھی عاجز نہیں۔ ایجاد ہو، اعدام ہو یا قلیل چیز میں برکت ڈالنا ہو۔

یہ فیضان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر رہتا ہے اور یہ کیسے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی زبان پر فرماتا ہے:

﴿ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا ط قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ۳:۳۷

ترجمہ: یہ تمہارے لئے کہاں سے آتا ہے؟ مریم بولیں: یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

وہ ذات ایسا رزق جسے چاہے گی اسے ہمیشہ سے عطا فرماتی رہی ہے اور فرماتی رہے گی۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے نیک بندے رہے، اس میں نقص واقع نہیں ہوگا۔ کون اللہ تعالیٰ اور اس کے تصرفات میں حائل ہو سکتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہمیشہ صدق اور تصدیق سے شادکام رکھے کیونکہ یہی توفیق کی سب سے بڑی علامت ہے۔

چودھویں فصل

اولیاءِ کرام کے وصال کے بعد ان کی کرامات

اولیاءِ کرام کے وصال کے بعد ان کی کرامات

پچھلی فصل میں ہم نے قرآنِ حکیم اور احادیثِ طیبہ سے زندہ اولیاءِ کرام کی کرامات ذکر کی ہیں جو اہل توفیق وہدایت کے لئے کافی ہیں۔ اب ہم فوت شدہ اولیاءِ کرام کی کرامات ذکر کریں گے۔ بعض لوگ ان کا انکار کرتے ہیں اور زندہ اولیاءِ کرام کی کرامات کا اقرار کرتے ہیں۔ بعض لوگ زندہ اور فوت شدہ اولیاءِ کرام کی کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ جو لوگ صرف زندہ اولیاءِ کرام کی کرامات کا اقرار کرتے ہیں وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ زندہ لوگ خود میں قوتِ حیات کی بدولت کرامت کی خلق پر قدرت رکھتے ہیں۔ موت کے بعد اس سے عاجز ہو جاتے ہیں کیونکہ قوتِ حیات ان سے جدا ہو جاتی ہے۔ اسی قوتِ حیات کی بدولت وہ خلقِ کرامت پر قادر تھے۔ یہ بعینہٖ شرک ہے کیونکہ انہوں نے ایجاد واعدام کے خلق کی نسبت مخلوق کی طرف کردی۔ اھل السنة تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ ہی نبی اور ولی کے لئے معجزہ اور کرامت پیدا کرتا ہے اور صرف ان کی تکریم، تعظیم اور تشریف کے لئے ان کرامات اور معجزات کو ان اولیاءِ کرام اور انبیاءِ عظام کی طرف منسوب فرما دیتا ہے۔ تاکہ خبیث اور طیب، قریب اور بعید اور محبوب اور مکروہ جدا جدا ہو جائیں۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

جب احد کا معرکہ درپیش ہوا تو رات کو میرے والدِ گرامی نے مجھے بلایا اور فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے پہلے میں شہید ہو جاؤں گا۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو۔ مجھ پر کچھ قرض ہے وہ ادا کر دینا۔ میں تجھے تیرے بھائیوں کے ساتھ اچھائی کی وصیت کرتا ہوں۔ صبح ہوئی تو وہی سب سے پہلے شہید ہوئے۔ ایک اور صحابی کے ساتھ انہیں دفن کیا گیا۔ میرا دل اس پر مطمئن نہ ہوا کہ میں ان کو کسی اور کے ساتھ مدفون چھوڑ دوں۔ 6 ماہ کے بعد میں نے ان کو

نکالا۔ آپ اسی کیفیت میں تھے جس کیفیت میں آپ کو قبر میں رکھا تھا سوائے کان کے نزدیک ایک چھوٹے سے نشان کے۔ اب میں نے ان کے لئے ایک علیحدہ قبر بنائی۔

الصحیح البخاری ، جنائز ۷۷

اس روایت میں دو کرامتیں ہیں۔

ایک زندگی میں ہے اور وہ ان کا اطلاع دینا ہے کہ وہ اور دوسرے صحابہ کرام صبح قتل ہو جائیں گے اور میں پہلے قتل کیا جاؤں گا۔

دوسری کرامت موت کے بعد ہے کہ 6 ماہ بعد بھی جسم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

ایک گروہ کو تاجدارِ کائنات ﷺ نے ایک سریہ پر جاسوس بنا کر بھیجا تھا۔ ان کے امیر **عاصم بن ثابت** رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی شہادت کے بعد اللہ ﷻ نے ان کی حفاظت کے لئے بھڑوں کا ایک جتھہ بھیجا تھا۔ ان بھڑوں نے قریش کے لوگوں سے ان کی حفاظت کی۔ جب وہ ان کی پہچان کے لئے ان کے بدن کا کچھ حصہ کاٹنے کے لئے آئے۔ وہ ان سے کچھ کاٹنے پر قادر نہ ہو سکے۔ رات کو ایک سیلاب ان کو اُٹھا کر لے گیا۔

الصحیح البخاری ، جهاد ۱۷۰۔ مغازی ۱۰۔۲۸

یہ **بخاری** میں **سیدنا ابو هریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اللہ ﷻ کس طرح اپنے دوستوں کی ان کی زندگی اور موت کی بعد ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو یہ لوگ اسے زندگی اور وصال کے بعد ساری مخلوق سے عزیز ہوتے ہیں۔

امام ترمذی ، امام حاکم ،ابن مردویہ، ابن نصیر اور **امام بیهقی** نے **دلائل النبوۃ** میں روایت کیا ہے۔ کسی صحابی نے غلطی سے ایک قبر پر خیمہ لگا لیا۔ اسے یہ خبر نہ تھی کہ یہ ایک انسان کی قبر ہے۔ پس اچانک اس نے سنا کہ صاحب قبر **سورۃ الملک** پڑھ رہا ہے۔ اور اس نے اس سورت کو ختم کیا۔ اس صحابی نے اس واقعہ کی تاجدارِ

کائنات ﷺ کو خبر دی۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

الجامع الترمذی ، ثواب القرآن ۹ مشکوۃ المصابیح ، ۲۱۵۴

الترغیب و الترهیب ، ۳۷۷:۲ الدر المنثور ، ۲۴۶:۶

المسند للحاکم ، حلیۃ الاولیا ، ۸۱:۳

دلائل النبوۃ للبیهقی ، ابن مردویه ، ابن نصیر ،

ترجمہ : یہ (سورت) روکنے والی ہے۔ یہ (سورت) نجات دینے والی ہے۔ یہ تجھے عذابِ قبر سے نجات دے گی۔

ابو القاسم نے کتاب الافصاح میں ارشاد فرمایا:

یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی طرف سے تصدیق ہے کہ اہل ایمان صاحبِ قبر تلاوت کرتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے تاجدارِ کائنات ﷺ کو اس بات کی اطلاع دی تو آپ نے ان کی تصدیق کی۔

میں کہتا ہوں۔

انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کے اہم ترین اوصاف سے تصدیق ہے۔ ان کی اقتداء اور متابعت ہم پر لازم ہے۔ ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے کہ ہم تاجدارِ کائنات ﷺ کی تصدیق کی اتباع کریں اور آپ کی تکذیب کی مخالفت کریں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ابنِ مندہ نے سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میں نے جنگل میں اپنے مال کا ارادہ کیا۔ مجھے رات نے آلیا۔ میں سیدنا عبد اللہ بن عمر بن حرام رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس چلا گیا۔ میں نے انتہائی خوبصورت آواز میں انہیں تلاوت کرتے ہوئے سنا میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور

اس واقعہ کی اطلاع آپ کو دی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِکَ عَبْدُاللّٰہِ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ قَبَضَ اَرْوَاحَھُمْ فَجَعَلَھَا فِیْ قَنَادِیْلَ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَ یَاقُوْتٍ ثُمَّ عَلَّقَھَا وَسْطَ الْجَنَّۃِ فَاِذَا کَانَ اللَّیْلُ رُدَّتْ اِلَیْھِمْ اَرْوَاحُھُمْ فَلَا تَزَالُ کَذَالِکَ حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ رُدَّتْ اَرْوَاحُھُمْ اِلٰی مَکَانِھَا الَّذِیْ کَانُوْا فِیْہِ.

ترجمہ: وہ عبداللہ ہیں۔ تمہیں خبر نہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کی روحوں کو سبز زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا ہے۔ پھر ان کو جنت کے درمیا لٹکا دیا ہے۔ جب رات ہوتی ہے تو ان کی روحیں لوٹا دی جاتی ہیں۔ طلوع فجر تک وہاں رہتی ہیں۔ جب فجر طلوع ہو جاتی تو جس جگہ تھیں وہاں واپس چلی جاتی ہیں۔

اس روایت میں بھی وصال کے بعد صالحین کی کرامت کی تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصدیق ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد

اس سے اھل السنة کی خوشی میں اضافہ ہوتا ہے اور منکرین کی رسوائی میں۔

امام ابو نعیم نے حلیة الاولیاء میں سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

اس اللہ عزوجل کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے ہم نے ثابت البنانی کو لحد میں اتارا۔ حمید الطویل بھی میرے ساتھ تھے۔ جب ہم قبر برابر کر چکے تو ایک اینٹ گر گئی۔ پس اچانک ہم نے دیکھا وہ قبر میں نماز ادا کر رہے تھے اور وہ دعا میں فرمایا کرتے تھے:

اے اللہ عزوجل اگر تو نے کسی کو قبر میں نماز کرنے کی توفیق دی تو مجھے ضرور عطا کرنا۔

اللہ عزوجل نے ان کی دعا کو رد نہیں فرمایا۔

حلیة الاولیاء

یہ کرامت انبیاءِ کرام کے قبر کے اندر نماز ادا کرنے سے ملحق ہے۔ جو چیز کسی نبی کے لئے معجزۃً جائز ہو وہی چیز ولی سے کرامتاً بھی ممکن ہے۔

جبیر اور **حمید** اس روایت کے راوی ہیں اور ان کی توثیق پر تمام **اھل السنن** کا اجماع ہے۔ ابو نعیم نے ہی **حلیۃ الاولیاء** میں **ابراھیم بن عبد الصمد بن مھدی** سے روایت کیا ہے۔ مجھ سے ان لوگوں نے بیان کیا جو سحری کے وقت قلعوں کے قریب سے گذرتے تھے۔

جب ہم **ثابت البنانی** کی قبر کے قریب سے گذرتے تو ہم قرآن سنتے۔

ابنِ مندہ نے روایت کیا ہے۔

صاحبِ ایمان کو قبر کے اندر مصحف دیا جاتا ہے۔ وہ اس سے تلاوت کرتا ہے۔

امام **سھیلی** نے بعض صحابہ سے **دلائل النبوہ** میں روایت کیا ہے۔

ایک جگہ ایک قبر پر حاضر ہوئے۔ قبر کا ایک تختہ کھلا۔ انہوں نے دیکھا کہ قبر میں ایک شخص پلنگ پر بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے **قرآنِ حکیم** ہے اور وہ تلاوت کر رہا ہے۔ اس کے سامنے ایک سبز باغ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ شخص شہدا میں سے ہے۔

یہ بات ثابت ہے کہ **سیدنا یحی** علیہ السلام نے ذبح ہونے کے بعد گفتگو کی۔

اور **حبیب نجار** نے جب کہا:

يَا لَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ .... آیت کے آخر تک

سیدنا جعفر بن الطیار رضی اللہ عنہ نے پڑھا:

﴿ **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ** ﴾

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

﴿ **سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ** ﴾

جب **سیدنا زید بن خارجہ انصاری** رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ وصال کے بعد ان کے منہ سے کپڑا اہٹایا۔ آپ نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ وَ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ ذَالِکَ فِی الْکِتَابِ الْاَوَّلِ

پھر فرمایا:

صَدَقَ صَدَقَ

پھر انہوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا۔

پھر عرض کی:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

پھر دوبارہ فوت ہو گئے۔

شامی ثقات لوگوں نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے۔

کوفی ثقات لوگوں نے یزید بن نعمان بن بشیر عن ابیہ روایت کیا ہے۔

یحی بن سعید الانصاری نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح ابن عبد البر نے الاستیعاب میں نقل کیا ہے۔ پھر کہا۔

یحی بن سعید نے کہا۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا:

بنو حطمہ کا ایک شخص فوت ہوا۔ اسے کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا۔ اس کے سینے سے گڑگڑاہٹ کی آواز آئی پھر اس نے گفتگو کی اور کہا:

بے شک بنو الحارث بن الخزرج کے بھائیوں نے سچ کہا۔

یعنی زید بن خارج جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ ان کا وصال سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا تھا۔

ابنِ عبد البر نے ہی کہا۔ اسی طرح کا واقعہ ربعی بن حراش کے بھائیوں سے پیش آیا۔

انہوں نے کہا:

ہمیں محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد المؤمن نے خبر دی۔

انہوں نے کہا: ہم سے **اسماعیل بن محمد بن عبد المؤمن** نے بیان کیا ہے۔

انہوں نے کہا: ہم سے **اسمعیل قاضی** نے بیان کیا ہے۔

انہوں نے کہا: ہم سے **علیؒ بن المدینی** نے بیان کیا۔

انہوں نے کہا: ہم سے **سفیان بن عُیَیْنَہ** نے بیان کیا۔

انہوں نے کہا: میں نے **عبدالملک بن عمیر** کو کہتے سنا۔

مجھ سے **ربعی بن حراش** نے بیان کیا کہ

میرے بھائی فوت ہوئے۔ وہ ہم سے لمبی نماز پڑھتے تھے اور گرمیوں میں زیادہ روزے رکھتے تھے۔ ہم نے ان کو ڈھانپ دیا اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔ ہم اسی طرح تھے کہ اچانک اس نے اپنے چہرہ سے کپڑا اٹھایا پھر کہا:

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ

میں نے کہا:

سُبْحَانَ اللّٰہ! کیا موت کے بعد؟

اس نے کہا:

بے شک میں اپنے رب سے ملا۔ وہ مجھے روح اور ریحان کے ساتھ ملا۔ وہ ناراض نہیں تھا۔ اس نے مجھے سبز سندس اور استبرق کے کپڑے پہنائے۔ مجھے جلدی سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں لے جاؤ۔ بے شک اس نے قسم اٹھائی کہ وہ ہرگز انہیں پائے بغیر نہیں ٹلے گا۔ بے شک جس امر کی طرف تم جارہے ہو وہ ہلکا ہے۔ پس دھوکے میں نہ پڑھنا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قسم! گویا ان کا بدن ایک کنکر تھا جو تھال میں گر پڑا۔

علی ابن المدینی نے کہا:

یہ حدیث **عبد الملک بن عمیر** سے بہت لوگوں نے بیان کی ہے۔ ان میں **جریر بن عبد الحمید** اور **زکریا بن یحی بن عمارہ** بھی ہیں۔

علی نے کہا: حمید بن هلال نے اسے ربیع بن الحراش سے روایت کیا ہے۔ جیسے اسے عبدالملک بن عمیر نے روایت کیا ہے۔ اسے حمید بن هلال ایوب السختیانی اور عبداللہ بن عون نے بھی روایت کیا ہے۔ اور علی نے تمام احادیث ذکر کیں۔

سیدنا ثابت بن قیس بن شماس جنگِ یمامه میں شہید ہوئے۔ جب یہ قبر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَبُوْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ عُمَرُ الشَّهِيْدُ عُثْمَانُ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ

اسے دیارِ یمنیه کے محدث عماد الدین یحی بن ابی بکر العامری، صاحب الریاضة المستطابه نے روایت کیا ہے۔

استاذ ابو سعید الواعظ نے فرمایا:

ہمیں ابو سهل بشر بن احمد بن بشر بن جابر نے خبر دی۔

انہوں نے کہا: مجھ سے عطا خراسانی نے بیان کیا۔

انہوں نے فرمایا:

جنگِ یمامه کے دن ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن ولید کے ساتھ مُسَیْلَمَه کذاب کی طرف نکلے۔ جب جنگ ہوئی تو یہ منکشف ہو گئے۔

ثابت اور سالم مولی حذیفه نے کہا:

یہ کیا ہے؟ ہم تاجدارِ کائنات ﷺ کے دور میں جنگ کرتے تھے۔ پھر ان دونوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک گڑھا کھودا۔ اس میں اتر گئے، لڑتے رہے حتی کہ یہ دونوں شہید ہو گئے۔ اس دن سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ پر ایک خوبصورت زرہ تھی۔ ایک مسلمان ان کے قریب سے گذرا۔ اس نے اس زرہ کو پکڑ لیا۔ ایک مسلمان شخص سو رہا تھا۔ جب اس کے پاس (خواب میں) ثابت بن قیس تشریف لائے اور فرمایا:

میں تجھے ایک وصیت کرر ہا ہوں۔اسے یاد رکھنا۔اسے خواب سمجھ کر بھلا نہ دینا۔
کل جب میں شہید ہوا تو ایک مسلمان شخص میرے قریب سے گذرا اور اس نے میری زرہ اتار لی۔اس شخص کی جائے قیام لوگوں کے آخری کنارے پر ہے۔اس کے خیمے کے قریب ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے۔اس نے زرہ پر پتھر کی ہانڈی ڈال رکھی ہے۔پتھر کی ہانڈی کے اوپر کجاوہ ہے۔تم خالد بن ولید کے پاس جاؤ۔ان سے کہو کہ وہ کسی کو بھیجیں اور میری زرہ لے لیں اور جب تم مدینہ طیبہ میں تاجدارِ کائنات ﷺ کے خلیفہ کے پاس پہنچو۔تو انہیں بتاؤ کہ فلاں فلاں شخص کا مجھ پر اس قدر قرض ہے۔اور میرا فلاں فلاں غلام آزاد ہے۔
یہ شخص خالد بن ولید کے پاس گیا اور اس کو بتایا۔خالد بن ولید نے ایک شخص کو بھیجا اور زرہ منگوالی۔ مدینہ طیبہ جا کر یہ خواب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سنائی۔آپ نے ان کی وصیت کو جاری فرما دیا۔ہم نہیں جانتے کہ ثابت بن قیس کے علاوہ کسی کی وصیت کو ان کی موت کے بعد جاری کیا گیا ہو

سید علامہ عیسیٰ بن لطف اللہ بن الامام المطهربن الامام شرف الدین نے تاریخ روح الروح فی المغازی والفتوح میں ایک حادثہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ حادثہ ان کے قریبی زمانہ 917 ہجری میں ظہور پذیر ہوا. ملک عامر بن عبد الوهاب کا یمن میں ایک ہاتھی و، اس کا سائیس تھا۔یہ سائیس اس ہاتھی کے ساتھ بستیوں میں گھومتا تھا اور بستی والوں سے اپنی اور ہاتھی کی کفایت وصول کرتا تھا۔ایک دن یہ سائیس جبل حبشی کے قریب الرکز کی بستی میں پہنچا۔اس بستی کے ایک درویش جو شیخ احمد بن علوان کے فقراء سے تھا،اس سے اپنی اور ہاتھی کی کفایت طلب کی۔
اس درویش نے کہا: میں ایک فقیر شخص ہوں۔میرے پاس تمہاری کفایت نہیں ہے۔
سائیس نے ہاتھی کو اس فقیر پر حملہ کرنے کے لئے اکسایا۔ہاتھی نے ارادہ کیا کہ اس فقیر کو پکڑ لے لوگ دیکھ رہے تھے کہ اچانک اس ہاتھی کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔

ہاتھی آہستہ آہستہ زمین میں دھنسنا شروع ہو گیا۔ ہاتھی چلا رہا تھا۔ کوئی شخص بھی اس ڈوبتے ہوئے ہاتھی کو بچا نہ سکا۔ ہاتھی کا سارا بدن ڈوب گیا۔ لوگ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ ڈوبتا رہا حتیٰ کہ وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ لوگ اس سارے حادثہ کو دیکھ رہے تھے۔ یہ شیخ احمد بن علوان کی کرامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع عطا فرمائے۔ ان کا وصال 665 ہجری میں ہوا اور یہ واقعہ 917 ہجری میں لوگوں کے سامنے ہوا۔ اسے سید عیسیٰ مذکور نے درج کیا ہے حالانکہ یہ اولیاء کرام کی کرامات کے معتقد نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ یہ کرامت تھی لوگوں کی موجودگی میں ظہور پذیر ہوئی۔ ان کے زمانہ میں واقع ہوئی۔ یہ اس سال کے عجیب ترین حادثات سے ہے جن کو انہوں نے اپنی کتاب روح الروح کا مبداء تاریخ بنایا ہے۔ 900 ہجری سے لے کر ان کی آخری عمر تقریباً 110 ہجری تک۔

اس کرامت کو خلف، سلف سے تواتر کے ساتھ نقل کرتے آئے ہیں۔ موافق اور مخالف سبھی نے اس کا اقرار کیا ہے۔ آج بھی اس جگہ سوراخ کا نشان موجود ہے۔ طبقات اور تاریخ میں جن اولیاء کرام کو مدون کیا ہے ہم نے ان کی کرامات کو ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ ان کے مدونین کا کرامات کے ظہور پر اعتقاد ہے اور مخالف کے لئے یہ تسلی بخش نہیں ہے۔ اس کرامت کے منکرین کے گھر کے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔ جو خصوصاً اولیاء کرام کی بعد از وصال کرامات کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ اس لئے ان کے کلام سے استشہاد کرتے ہوئے ہم نے اس کرامت کو بیان کیا ہے۔ یہ یقیناً منکرین کے خلاف حجت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

سلف صالح سے وارد ہوا ہے۔ ابن مندہ نے عاصم السقطی سے بیان کیا ہے۔ ہم نے بلخ میں ایک قبر کھودی۔ ایک دوسری قبر میں سوراخ ہو گیا۔ ہم نے دیکھا کہ وہاں ایک بزرگ قبلہ رو تشریف فرما ہیں۔ ان کے اوپر سبز رنگ کی چادر ہے۔ ان کا ماحول بھی سبز ہے اور ان کی گود میں قرآن حکیم پڑا ہے۔

ابن مندہ نے ہی ایک گورکن ابو النضر النیشاپوری سے بیان کیا ہے۔

ایک نیک اور متقی شخص تھے انہوں نے بیان فرمایا:

میں نے ایک قبر کھودی۔ اس قبر میں ایک دوسری قبر کھل گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس قبر میں ایک خوش لباس، خوب رو، عطر بیز نوجوان چار زانو بیٹھا ہے۔ اس کی گود میں قرآن حکیم ہے۔ یہ انتہائی خوبصورتی سے لکھا ہوا ہے۔ میں نے زندگی میں ایسی کتابت نہیں دیکھی اور یہ نوجوان قرآنِ حکیم کی تلاوت کر رہا ہے۔ نوجوان نے میری طرف دیکھا تو پوچھا: کیا قیامت قائم ہوگئی ہے۔

میں نے کہا: نہیں۔

اس نے کہا: پھر اس مٹی کو اپنی جگہ لگا دو۔

امام جلال الدین السیوطی نے احوالِ برزخ سے متعلقہ اپنی کتاب بُشْرَی الْکَئِیْب بِلِقَاءِ الْحَبِیْب میں ایک فصل قائم کی ہے۔ ذِکْرُ قِرَاءَۃِ الْمَوْتٰی فِیْ قُبُوْرِهِمْ

اس فصل میں آپ نے ان حکایات کو ذکر کیا ہے جن کو امام یافعی نے اپنی کتاب روض الریاحین میں حکایت کیا ہے۔ ان روایات کو ثقہ لوگوں نے بیان کیا ہے۔ طوالت کے خوف سے ان کے ذکر کی حاجت نہیں ہے۔

بے شک میں نے احادیث کے بعد سلف کی چند حکایات ذکر کی ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ، ان کے صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، سلف وخلف اسی اعتقاد پر تھے۔ اس راہ سے وہی شخص جدا ہوا جس کی بصیرت کو اللہ ﷻ نے اپنی نشانیاں دیکھنے سے اندھا کر دیا ہے۔ انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام اللہ ﷻ کی بڑی نشانیوں سے ہیں۔ جوان سے اندھا ہو گیا۔ یقیناً اس کے برے عمل کو شیطان نے اس کے لئے بنا سنوار دیا ہے۔ اس لئے وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا عمل کر رہے ہیں۔

امام جلال الدین السیوطی نے ایک تالیف میں ان تمام لوگوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اپنے وصال کے بعد کلام کیا ہے۔ یہ صحابہ بھی ہیں اور غیرِ صحابہ بھی۔ وہ اولیاءِ

کرام کے وصال کے بعد کی کرامات ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں کرامت سے نوازتا ہے۔ وہ اپنے وصال کے بعد اس کا زیادہ حقدار ہوتا ہے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس کا وصال اسی عطا پر ہوا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی میں اور وصال کے بعد بھی مشرف فرمایا ہے۔ اس لئے بھی کہ وصال کے بعد بندہ دار الجزاء میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اور دار الجزاء کرامت کے ظہور میں زیادہ احق ہے۔ اس لئے بھی کہ ساحر اور کاہن ممتاز ہو جائیں کیونکہ ان کی زندگی میں ان کے سامنے خوارق کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن ان کی موت کے بعد یہ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی ہے اس لئے معجزہ اور کرامت بھی نبی اور ولی کے لئے باقی رہتے ہیں۔ صالحین کی زندگی بھی عام لوگوں سے مختلف ہے اور ان کی موت بھی عام لوگوں سے مختلف ہے۔

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الجاثیہ ۴۵:۲۱

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے جو برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان (دونوں) کا جینا مرنا برابر ہو جائے بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مخالفین کی ناک خاک آلودہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ط لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ﴾

القرآن الحکیم یونس ۱۰:۶۴

ترجمہ: انہیں کے لئے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں نہیں بدلتیں

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۞ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ

الدُّنیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ﴾

القرآن الحکیم حٰمٓ السجدۃ ۴۱:۳۱:۳۰

ترجمہ : بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ اس قول پر پختگی سے قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور انہیں کہتے ہیں) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو تمہیں جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں۔

قبر آخرت کی منازل سے پہلی منزل ہے۔ ان اولیاءِ کرام کے لئے خوش خبری جاری وساری ہے دنیا کی زندگی میں، موت کے وقت، برزخ میں، بعث کے وقت اور جنت میں داخل ہوتے وقت۔

انبیاءِ کرام اور اولیاء کی تعظیم کی فصل میں مَیں نے نقول کا احاطہ کیا ہے وہاں رجوع کریں۔ میں نے قرآنِ حکیم اور احادیث سے کافی صریح نصوص ذکر کی ہیں تاکہ منکرین کی حجت ختم ہو جائے اور جاہل کو معلوم ہو جائے کہ اولیاء کرام کی کرامات کے سلسلہ میں اھل السنہ کا اعتقاد صحیح ہے اور منکرین کا اعتقاد باطل ہے۔

سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک اولیاء کرام کی کرامات بہت ہی زیادہ ہیں۔ یہ اس وقت تک رہیں گی جب تک اولیاء اللہ سے زمین خالی نہیں ہو جاتی۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ انبیاء کرام اور فرشتوں کے ساتھ انہیں شفاعت کرنے کا شرف دے گا۔

﴿ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ط لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ...... ﴾

القرآن الحکیم یونس ۱۰:۶۴

ترجمہ : انہیں کے لئے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں نہیں بدلتیں

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ اَلْاَنْبِيَاءُ وَالْعُلَمَاءُ وَالشُّهَدَاءُ.

ابن ماجه ، زهد ۳۷

ترجمہ : قیامت کے دن تین لوگ شفاعت فرمائیں گے۔ انبیاء کرام، اولیائے کرام اور شہداء کرام۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَشْفَعُ الشَّهِيْدُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِه.

ابو داؤد ، جهاد ۲٦

ترجمہ : شہید اپنے گھر والوں سے 70 لوگوں کے لئے شفاعت کرے گا۔

شفاعت میں انبیاء عظام کے بعد علماءِ کرام ہوں گے اور علماء کے بعد شہداء ہوں گے۔

پہلے ذکر گزر چکا ہے کہ علماء سے اللہ ﷻ اور تاجدارِ کائنات ﷺ کے ہاں کون مراد ہوتے ہیں امام بخاری ، امام مسلم اور دوسرے محدثین نے ایک لمبی حدیث ذکر کی ہے۔

پھر جہنم پر پل بچھا دیا جائے گا اور شفاعت کھول دی جائے گی۔

انبیاءِ کرام عرض کریں گے

اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ

ترجمہ : اے ہمارے پروردگار! سلامتی عطا فرما۔ سلامتی عطا فرما

اہلِ ایمان، آنکھ جھپکنے میں، بجلی کی طرح، آندھی کی طرح، پرندوں کی طرح، تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح گزر جائیں گے۔ یہ سب صحیح سلامت پار پہنچ جائیں گے، اور بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے پار پہنچ جائیں گے۔ اور بعض مسلمان، کانٹوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو اہل ایمان جہنم سے خلاصی حاصل کریں گے وہ

اپنے حق کو استعمال کرتے ہوئے اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لئے ایسا جھگڑا کریں گے جیسا جھگڑا کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لئے بھی نہیں کرتا۔

یہ عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! یہ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے۔ یہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے،۔ یہ ہمارے ساتھ حج کرتے تھے۔

ان سے کہا جائے گا: جن کو تم پہچانتے ہو ان کو نکال لو یہ ایسے بہت سے لوگوں کو نکال لیں گے جن کی نصف پنڈلیوں تک اور گھٹنوں تک جہنم کی آگ پہنچ چکی ہوگی۔

یہ پھر عرض کریں گے:

اے ہمارے پروردگار! جن کا تو نے فرمایا تھا ان میں سے کوئی بھی جہنم میں باقی نہیں رہا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: لوٹ جاؤ اور جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے، اس کو بھی نکال لو۔

یہ پھر بہت سے لوگوں کو جہنم سے نکال لیں گے۔

پھر عرض کریں گے:

اے ہمارے پروردگار! جن کا ہمیں تو نے حکم دیا تھا۔ ان میں سے ہم نے کسی کو بھی جہنم میں نہیں چھوڑا۔

پھر ان سے کہا جائے گا:

لوٹ جاؤ اور جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی خیر ہے، اسے بھی نکال لو۔ یہ پھر بہت سے لوگوں کو نکال لیں گے۔

پھر عرض کریں گے:

اے ہمارے پروردگار! جن کا ہمیں تو نے حکم دیا تھا۔ ان میں سے ہم نے کسی کو بھی جہنم میں نہیں چھوڑا۔

پھر ان سے کہا جائے گا:

لوٹ جاؤ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی خیر ہو، اسے بھی نکال لو۔ یہ پھر بہت سے لوگوں کو نکال لیں گے۔

پھر عرض کریں گے:

اے ہمارے پروردگار! جن کا ہمیں تو نے حکم دیا تھا۔ ان میں سے ہم نے کسی کو بھی جہنم میں نہیں چھوڑا۔

الصحیح للمسلم ، ایمان ، اثبات رؤیۃ المؤمنین فی الاخرۃ لربھم ۳۶۲
الصحیح البخاری ، توحید ۲۴

ہمارے ان منکر بھائیوں کو (اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے) دیکھنا چاہیئے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کرام کے ہاتھوں پر خیر رکھی ہے تا کہ وہ اس کرامت اور انتخاب کے ذریعے دوسروں سے ممتاز ہو جائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے اہل ایمان بندوں جو جہنم میں ہوں گے کے درمیان آتے جاتے رہیں گے۔ بالآخر ایک بھی مومن کو جہنم میں نہیں چھوڑیں گے۔ یہ سب سے بڑی کرامت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرف فرمایا ہے۔ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ کسی واسطہ کے بغیر ہی اپنے گناہ گار بندوں کو جہنم سے نکال لے۔ اس سے مقصود صرف اپنے اولیاءِ کرام کی کرامت کا اظہار ہے تا کہ وہ لوگ جان لیں جو پہلے نہیں جانتے تھے اور ان کی قدر و منزلت نہیں پہچانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے اولیاء کے ساتھ دنیا اور آخرت میں کس قدر بڑی عنایت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

شَفَعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ شَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَ شَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ

الصحیح للمسلم ، ایمان ۳۰۲ — مسند احمد بن حنبل ، ۳:۹٤

ترجمہ : فرشتوں نے شفاعت کی، انبیاء کرام نے شفاعت کی، اہل ایمان نے شفاعت

کی۔اب صرف اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ہی باقی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ جہنم سے ایک قبضہ بھرے گا۔ایسے لوگوں کو نکالے گا جنہوں نے کبھی خیر کو جانا ہی نہیں۔یہ کوئلے بن چکے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے دہانوں پر بہنے والی ایک نہر میں پھینک دے گا اس نہر کا نام زندگی کی نہر ہے۔یہ اس نہر سے اس طرح نکلیں گے جس طرح زرخیز سیلاب کی مٹی سے بیج سے سبزیوں کے خوشے پھوٹتے ہیں۔کیا آپ پتھر کی طرف اور درخت کی طرف نہیں دیکھتے کہ سورج کی طرف پیلے اور سبز ہوتے ہیں اور سایہ کی طرف سفید ہوتے ہیں۔

انہوں نے عرض کی:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ!ایسا لگتا ہے کہ آپ دیہاتوں میں غلہ بانی کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ سفید موتیوں کی طرح باہر نکلیں گے۔ان کی گردنوں میں مہریں ہوں گی۔جنت والے ان کو پہچان جائیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی عمل اور اچھائی کے جنت میں داخل کیا ہے۔اب اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔جنت میں داخل ہو جاؤ۔جو کچھ تمہیں نظر آرہا ہے یہ سب کچھ تمہارا ہے۔

یہ عرض کریں گے:

اے ہمارے رب!تو نے ہمیں وہ کچھ عطا کیا ہے جو سارے جہانوں میں اور کسی کو بھی عطا نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:میرے پاس اس سے بھی افضل ہے۔

یہ عرض کریں گے:اس سے افضل کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:میں تم پر راضی ہو گیا ہوں۔اب تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

یہ قرآنِ حکیم اور احادیث طیبہ میں وارد دلائل سے چند ایک ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی وجاہت،قدر و منزلت،قرب اور خصوصیت کا بیان ہے۔ان کے

لئے ہی دنیا اور آخرت میں خوش خبری ہے۔ قیامت کے دن ان کے ہاتھوں پر ہی شفاعت واقع ہوگی۔ ان دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے بعد بھی ان کی عظمتوں کو جو نہیں مانتا وہ فہم سے محروم ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جو نصف النہار کے وقت سورج کے وجود کا انکار کرے۔ لوگ اس پر ہنس رہے ہوں اور اسے اس کی کوئی پرواہ نہ ہو۔

جو شخص شفاعت کا انکار کرتا ہے میں اسے اس چیز کی بشارت دیتا ہوں جس کی تاجدارِ کائنات ﷺ نے بشارت دی ہے۔

ابنِ منیع نے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِھَا لَمْ یَکُنْ مِنْ اَھْلِھَا.

ابن منیع ،

ترجمہ: قیامت کے دن شفاعت میرا حق ہے اس کا وہی انکار کرے گا جو اس کا اہل نہیں ہے۔

علماءِ کرام نے اس حدیث کو متواتر شمار کیا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ وضاحت کردوں تاکہ وہ لوگ جان لیں جو اس کو نہیں جانتے۔ جو لوگ اس کے خلاف عقائد رکھتے ہیں وہ اپنی اصلاح کرلیں اور لوگ اِدھر اُدھر سے مسلمانوں پر سختیاں سمجھ جائیں اور اس شدت میں حق ان پر واضح ہوجائے اور ان کے اس بھاری روندنے کو وہ ہلکا محسوس کریں تاکہ ان کے ساتھ ایمان والوں کا ایمان زیادہ ہوجائے۔ بے شک یہ نور ہے۔

﴿ یَھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَ یَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾

القرآن الحکیم المائدہ ۵: ۱۶

ترجمہ: اللہ ﷻ اس کے ذریعے انہیں سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی خوشنودی کی پیروی کرتے ہیں اور انہیں اپنی توفیق سے تاریکیوں سے اجالے کی طرف نکالتا ہے اور

انہیں راہ راست دکھاتا ہے۔

اولیاءِ کرام کے فضائل، کلام، اور کرامات پر تاریخ، طبقات اور تراجم رجال کی بہت سی کتابیں ہیں۔ یہ چیزیں علم ضروری کی مانند ہوگئی ہیں۔ ہم نے اپنی اس مختصری زندگی میں اولیاء کرام کی زندگی اور وصال کے بعد جن کرامات کو جانا اگر ان کو جمع کریں تو کلام بہت ہی لمبا ہو اور بہت سے دفاتر ختم ہو جائیں۔

میرا ارادہ صرف نصوصِ قرآنیہ اور نبویہ پر اکتفاء اور منکرین پر حجت قائم کرنا تھا۔ اس لئے میں نے اختصار کے پیش نظر ان کرامات سے بھی چشم پوشی کی ہے جن کو میں نے اپنے آنکھوں سے دیکھا ہے اور میرے ساتھ بہت سے عوام نے دیکھا ہے۔ صاحبِ توفیق اور ہدایت کے لئے اسی میں کفایت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

پندرھویں فصل

تصدیق اصلِ ایمان ہے

تصدیق اصلِ ایمان ھے

اللہ ﷻ کی آیات کی تصدیق بالعموم اور ان سے انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کی بالخصوص اسی کا نصیب ہوتا ہے اللہ ﷻ نے جس کا اپنے گروہ میں رکھنے کے لئے انتخاب کر لیا ہو۔ وہ لوگ جو اللہ ﷻ اور اس کی توفیق سے دور ہیں یہ تصدیق ان کے لئے مشکل ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہود پر یہ امر مشکل ہو گیا کہ وہ ایمان لائیں کہ سیدنا عیسی بن مریم علیہ السلام، روح الامین سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی پھونک سے معرضِ وجود میں آئے۔ کیونکہ ان سے پہلے عادتاً ایسا واقعہ نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ زنا کی طرف منسوب کیا اور اللہ ﷻ سے دور ہو گئے۔ اللہ ﷻ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی تعریف کی کہ انہوں نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔

ارشاد فرمایا: سیدہ مریم علیہا السلام قَانِتِین میں سے ہیں۔

اللہ ﷻ نے اپنے نبی سیدنا زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری دی جن کی سب سے بڑی یہ صفت بیان کی کہ وہ اللہ ﷻ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ لا اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴾

قرآن حکیم، آل عمران ۳: ۳۹

ترجمہ: پھر ان کو فرشتوں نے آواز دی جب کہ وہ (اپنی) عبادت گاہ میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بے شک اللہ ﷻ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ ﷻ کی طرف سے ایک فرمان کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔ اور سردار ہوگا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا ہوگا اور صالحین سے نبی ہوگا۔

اللہ ﷻ نے سیادت، حصورت اور نبوت سے پہلے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا پہلا

وصف یہ بیان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ تصدیق اللہ تعالیٰ کے فیوضات میں سے ایک فیض ہے اور اس کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ اس کی توفیق اللہ تعالیٰ اسی کو دیتا ہے، جسے وہ چاہتا ہے۔

تکذیب کرنے والے نبی یا ولی کی کیسے تکذیب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس کی راہ بتاتے ہیں۔ اس کے امر کو قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کے دشمن ہوتے ہیں۔ جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

﴿ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

القرآن الحکیم الشعراء ۲۶:۷۷

ترجمہ: بے شک وہ سب رب العلمین کے علاوہ میرے دشمن ہیں۔

اپنے نفس سے بھی دشمنی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اس سے جہاد کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی مراد کے تابع ہو جاتی ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی یاد اور اس کی خوشنودی سے غافل نہیں ہوتے۔ وہ ظلم کرنے والوں، جادوگروں، کاہنوں، نجومیوں اور ان فلسفیوں کے دشمن ہوتے ہیں جو ہر چیز پر اپنی عقلوں سے حکم لگاتے ہیں۔

اس بات سے بچنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کی مقدورات یا اس کی بعض معلومات کے ادراک پر عقلوں کو حاکم بنایا جائے۔ اسی لئے بالغیب تصدیق اور ایمان اللہ تعالیٰ کے نور میں سے ایک نور ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور ولیوں کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی تصدیق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی آیات ہیں۔ ان کے ہاتھوں جو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ خلقاً اور ایجاداً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی خرقِ عادت پر قادر نہیں ہے۔ ان کی تکذیب اللہ تعالیٰ کی تکذیب ہوتی ہے۔ بے شک یہ لوگ

دعویٰ نہیں کرتے کہ ان کو قدرت حاصل ہے۔ ان سے جو بھی نشانی ظاہر ہوتی ہے اسے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تکذیب کرنے والے ان کی کیسے تکذیب کرتے ہیں۔ جو ایسا کرے گا یقیناً وہ راہِ راست بھٹکا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تاجدارِ کائنات ﷺ کو جھٹلانے والوں سے اس طرح تسلی دی۔

﴿ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الانعام ٦:٣٣

ترجمہ : وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم (دراصل) اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

اگر یہ تصدیق نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں تمام بنو آدم سے خود پر ایمان لانے کا پختہ وعدہ لیا ہے۔ تو کبھی بھی ہماری عقلیں اس کا ادراک نہ کرسکتیں اور عقلیں اس کا ادراک سوائے ایمان بالغیب کی جہت کے کیسے کرسکتی ہیں؟

تصدیق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچانے والی ہے۔ عقلیں جس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔

﴿ وَ مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ج وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

القرآن الحکیم الحدید ٥٧:٨

ترجمہ : آخر تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ (اس کا) رسول تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ بھی کر چکا ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

یعنی اس نے عالمِ ارواح میں ایمان لانے کا پختہ وعدہ لیا اگر تم اس پر ایمان لانے والے ہو۔

اگر تصدیق نہ ہوتی تو ہم شہداء کی زندگی ، انبیاء کی زندگی اور تاجدارِ کائنات

ﷺ کی زندگی پر کیسے ایمان لاتے۔ کیونکہ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے اور زندہ شخص دیکھا جاتا ہے۔ اگر ہم سے پردہ اُٹھ جائے اور ہم ان کو دیکھ لیں تو ایمان بالغیب ختم ہو جائے۔

اگر تصدیق نہ ہوتی اور دلائل نظریہ سے اخذ نہ ہوتا تو ہم اللہ ﷻ کے وجود پر بھی ایمان نہ لاتے کیونکہ وہ بھی غیب ہے۔ تصدیق اہل عنایت کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ جن کے بارے میں اللہ ﷻ نے اپنے علم ازلی کے مطابق لکھ دیا ہے کہ وہ مصطفین میں سے ہیں۔ اہلِ اصطفاء کے مختلف مراتب ہیں۔ امتِ مصطفیٰ کے تمام افراد کو اللہ ﷻ نے منتخب کیا ہے۔

اس لئے اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ج فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ج ﴾

القرآن الحکیم فاطر ۳۵:۳۲

ترجمہ: پھر ہم نے اس کتاب کا ان کو وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں سے چن لیا تھا۔ پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔

یہ لوگ امتِ مصطفیٰ ہیں اور یہ کتاب قرآنِ حکیم ہے۔

﴿ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ج وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ م بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾

القرآن الحکیم فاطر ۳۵:۳۲

ترجمہ: اور بعض درمیانہ رو ہیں۔ اور بعض اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔

پہلا طبقہ گناہ گاروں کا ہے۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا جن کے گناہوں پر ان کی نیکیاں غالب ہیں تیسرا طبقہ صدیقین کا ہے۔ یہ اہلِ سبقت ہیں۔ یہی اہلِ قرب ہیں۔

اسی لئے اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الواقعہ ۵۶:۱۱۔۱۰

ترجمہ : اور (تیسرا گروہ ہر کار خیر میں) آگے رہنے والوں کا، وہ (اس روز بھی) آگے آگے ہوں گے وہی مقرب بارگاہ ہیں۔

تصدیق دل کا فعل ہے۔ اعضاء کے اعمال اس کے برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ بہت بڑے مضبوط پہاڑوں کی مانند ہوں۔

اسی لئے صدیقین کا مرتبہ انبیاء کرام کے بعد ہے اور شہداء سے اوپر ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان کی وجہ سے ہی صدیقیت کے مرتبہ پر پہنچے تھے۔ اس مرتبہ تک ان کی قوم قریش کے داناؤں کی عقل کی رسائی نہ تھی۔

جب تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے۔ صبح آپ نے بیان فرمایا کہ آپ رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تشریف لے گئے۔ یہ آپ کے اسراء کا بعض حصہ تھا۔

کفار کہنے لگے: کیا یہ آپ لوگوں سے بیان کریں گے جب وہ آئیں۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔

کفار خوشی خوشی لوگوں کو اس بات کی خبر دینے لگے۔ ان کے ہاں یہ امر بعید تھا اس لئے ان کے ہاں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا ایک بہت بڑا سبب ان کے ہاتھ آگیا تھا۔

کفار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملے۔ ان سے کہنے لگے۔ کہ (تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) محمد گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ رات کے تھوڑے سے حصہ میں وہ بیت المقدس گئے اور پھر صبح سے پہلے واپس مسجدِ حرام میں تشریف لے آئے۔ کیا تم اس بات کی صدیق کرتے ہو؟

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

میں تو اس سے بھی بڑی بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں تو ان کی آسمانی خبروں کی

بھی تصدیق کرتا ہوں۔ان کی زمینی خبروں کی تصدیق کیوں نہیں کروں گا؟

آپ کو صدیق کا لقب دیا گیا۔اور بعض کمزور مسلمان مرتد ہو گئے۔کیونکہ تصدیق تک رسائی مشکل ہے۔یہ اللہ ﷻ کے اسرار میں سے ایک سر ہے۔یہ اللہ ﷻ کے انوار میں سے ایک نور ہے۔اسے اللہ ﷻ اپنے احباب اور اولیاء ...اهل التوفيق و العناية کے دلوں میں ودیعت فرماتا ہے۔اس لئے متقدمین اور متاخرین انبیاء اور اولیاء ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔اللہ ﷻ کی طرف بلانے والوں کی تصدیق اسے ہی نصیب ہوتی جس کی عقل ایمان بالغیب کو قبول کر لیتی ہے۔بے شک اللہ ﷻ غیب ہے۔اسی لئے پہلے فلاسفہ جو دہریہ تھے وہ اللہ ﷻ کے وجود پر ایمان نہ لا سکے اگرچہ ان کی عقلیں پہاڑوں کی مانند تھیں۔پھر طبیعی فلاسفہ اللہ ﷻ کے وجود پر نظر و استدلال سے ایمان لے آئے۔ان کی عقلیں تمام کائنات میں اللہ ﷻ کے تصرفات کو قبول نہ کر سکیں۔انہوں نے ان تصرفات کی نسبت طبیعت کی طرف کر دی۔طبیعی فلاسفہ نے دہریوں کا اللہ ﷻ کے وجود کا انکار کرنے پر ان کا رد کیا۔

پھر الٰھی فلاسفہ وہ لوگ ہیں جو انبیاء کرام کی لائی ہوئی تمام چیزوں پر ایمان لے آئے۔انہوں نے صرف تین چیزوں کا انکار کیا۔انہوں نے کہا کہ عالم قدیم ہے۔اللہ ﷻ کو جزئیات کا علم نہیں ہے۔وہ کائنات کے صرف امورِ کلیہ کو جانتا ہے۔انہوں نے کہا کہ قیامت کے دن حشر صرف روحوں کا ہوگا جسموں کا نہیں ہوگا۔جب انہوں نے ان تین چیزوں کا انکار کیا تو کافر ہو گئے۔یہ فلاسفہ بھلا اپنی مخلوق قاصر عقلوں کے ساتھ اللہ ﷻ کے علم کے حقائق کا ادراک کیسے کر سکتے تھے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا خضر علیہ السلام کے ساتھ رہنے کی اجازت طلب کی تو سیدنا خضر علیہ السلام نے کیا کہا:

﴿ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴾

القرآن الحكيم الكهف ١٨:٦٦

ترجمہ: کہا موسیٰ نے اس بندے کو کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں بشرطیکہ آپ مجھے رشد و ہدایت کا خصوصی علم سکھائیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔

سیدنا خضر علیہ السلام نے جواب دیا:

﴿ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ۞ وَ کَیۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ تُحِطۡ بِہٖ خُبۡرًا ﴾

القرآن الحکیم الکھف ۱۸:۶۸_۶۷

ترجمہ: (اے موسیٰ) آپ میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں اس بات پر جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔

یعنی جس چیز کو آپ جانتے نہیں اور اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں اس پر صبر کیسے کر سکیں گے۔ جس چیز کی حقیقت سے انسان بے خبر ہے اس پر ایمان مشکل ہوتا ہے۔ اسی لئے سیدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا موسی علیہ السلام سے کہا:

﴿ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴾

کیونکہ وہ امور جن کو عقول ادراک نہیں کرتیں، بـــدا ھۃً ان کی تصدیق ان کی حقیقت جاننے سے پہلے مشکل ہوتی ہے۔ بالخصوص جب وہ ایسی صورت میں ظاہر ہوں جو شریعت کے مخالف ہو۔ اسی لئے سیدنا خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ کَیۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ تُحِطۡ بِہٖ خُبۡرًا ﴾

بغیر علم کے جھٹلانے والوں کو ان کے جھٹلانے پر اللہ عزوجل نے وعید سنائی ہے۔

﴿ اَلَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ سُلۡطٰنٍ اَتٰہُمۡ ط کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰہِ وَ عِنۡدَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ط کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلۡبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴾

القرآن الحکیم المؤمن ۴۰:۳۵

ترجمہ: (یونہی گمراہ کرتا ہے) انہیں جو اللہ عزوجل کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو۔ (یہ طریقہ) اللہ عزوجل کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک بڑی ناراضی کا باعث ہے اسی طرح اللہ عزوجل ہر مغرور (اور) سرکش دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

قبر ہی وہ سب سے بڑی مصیبت ہے جو لوگوں کو حق کی قبولیت سے روکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿...... اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا ...... ﴾

القرآن الحکیم النمل ٢٧:٨٤

ترجمہ : کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا حالانکہ تم نے انہیں اچھی طرح جانا بھی نہ تھا۔

انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کے ہاتھوں سے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہوتیں ہیں، ان کے جانے بغیر ہی فوراً جھٹلا دینا پاگل پن ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

﴿ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ط كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

القرآن الحکیم یونس ١٠:٣٩

ترجمہ : بلکہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا جسے وہ پوری طرح نہ جان سکے اور ان کے پاس اس کا انجام نہیں آیا۔ اسی طرح (بے علمی سے) انہوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے پھر دیکھ لو ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ توفیق اور ہدایت نہ دے، وہ انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کی تصدیق سے تکبر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے کوئی چیز بھی اس کی عقل قبول نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو اپنی نشانیوں سے دور ہی رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ج وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ج وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾

القرآن الحکیم الاعراف ٧:١٤٦

ترجمہ : میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں (کی توجہ) کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق غرور کرتے پھرتے ہیں۔ اور اگر تمام نشانیوں کو دیکھ لیں (تو بھی) ان پر ایمان نہ لے آئیں اور راہ رشد وہدایت دیکھ بھی لیں تب بھی اسے (اپنا) راستہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کے راستہ کو دیکھیں (تو جھٹ) اسے (اپنی) راہ بنا لیں۔ یہ (ساری غلط روی) اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور (ہمیشہ) ان سے غفلت برتنے والے رہے۔

صحابۂ کرام کی طرف دیکھیں! جب ان کے دلوں میں ایمان راسخ ہوگیا تو کس طرح انہوں نے اپنی جانیں اور اپنے مال قربان کئے۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنی قوتِ یقین کی بنا پر ارشاد فرمایا:

لَوْ كَشَفَ الْغِطَاءُ عَنِّیْ مَاازْدَدْتُ یَقِیْنًا.

ترجمہ : اگر مجھ سے پردہ اُٹھ بھی جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا۔

عقل مندوں کی عقلیں قبول نہیں کر رہی تھیں۔ لیکن کس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے واقعہ معراج کی تصدیق کی۔ جب تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بیان کیا۔

اَنَاالْجَبَّار .اَنَا الْجَبَّار

توکس طرح صحابۂ کرام ایمان لائے کہ منبر کا کپکپانا اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے ہے۔ اور جب تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ تو کس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پہلی بار ہی ایمان لائے کہ پہاڑ میں کپکپاہٹ اللہ تعالیٰ اس کے رسول سے مسرور ہونے اور شکر بجالانے کے سبب ہے۔ ان کو بالکل کوئی شک اور شبہ نہ ہوا کہ یہ کسی اور وجہ سے ہے۔ انہوں نے یہ امور قیامت تک کے اہل ایمان کے لئے بیان کر دیئے جس طرح ان کو ملے تھے۔ ان امور کی خبر دیتے ہوئے انہوں نے ایسا انداز ہرگز نہیں اپنایا جو ان کے وہم، شک اور توقف کو ظاہر کرے۔ ان سب نے ایک ہی بات کی۔ پس تو بھی اسی طرح ہو جا۔

سب سے بڑی فضیلت اسی کے لئے ہے جو پہلی ہی بار ایمان لے آئے۔ اسی طرح اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ نُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَالَمْ يُؤْمِنُوا بِهٖ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الانعام ٦:١١٠

ترجمہ: اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے جس طرح وہ اس کے ساتھ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے تھے اور انہیں چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

یہی ایمان کی شان ہے اور یہی مومن کی صفت ہے۔ اس سے چمٹ جا تا کہ تو اسے خوب پہچان لے۔ اور اللہ ﷻ ہی زیادہ جانتا ہے۔

سید الطائفة الصوفیه امام ابو القاسم الجنید نے ارشاد فرمایا:

اَلتَّصْدِيْقُ بِطَرِيْقَتِنَا وِلَايَةٌ صُغْرٰى

ترجمہ: تصدیق ہمارے طریقے میں چھوٹی ولایت ہے۔

کیونکہ یہ ان کی محبت کو لازم کرتی ہے۔ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

اسی طرح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ ان کے ساتھ حشر صالحین کے ساتھ ملا دے گا اگر چہ ان جیسا عمل نہ کیا ہو۔ ان کے طریقہ میں صرف تصدیق ہی ولایت ہے۔ پس اس میں داخل ہونا کیسا ہوگا۔

فَانْقُلْ وَلَوْ قَدَمًا عَلٰى اٰثَارِهِمْ تَلْقَ السَّعَادَةَ وَالْمُسَرَّةَ وَالْهَنَا

ترجمہ: ان کے قدموں کے نشانوں پر چل چاہے ایک ہی قدم ہو۔ تجھے یقیناً خوش بختی مسرت اور سکون میسر آئے گا۔

اللہ ﷻ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اسی کی توفیق عطا فرمائے جسے وہ چاہتا ہو اور پسند کرتا ہو۔ بے شک اللہ ﷻ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لوگوں کی نظروں نے جن امور کا ادراک نہیں کیا، انہوں نے ان غیوب جیسے فرشتوں اور جنات کے وجود کا انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ پہلے نہیں جانتے تھے کہ جو پانی وہ پیتے ہیں اس کے اندر جراثیم ہیں۔ انہیں ان کی نظریں نہیں دیکھ سکتیں۔ اگر انہیں یہ بتایا جائے تو ہرگز اس کی تصدیق نہ کریں۔ اگر ان کو مائکروسکوپ سے دکھا دیا جائے تو بہت تعجب کریں۔

مخلوق کی تین قسمیں ہیں

محسوس قسم، جن کو انسان کے حواس بلاواسطہ ادراک کرتے ہیں۔

محسوس قسم، جن کا انسان کے حواس سائنسی آلات کے واسطہ سے ادراک کرتے ہیں۔ جیسے پانی میں جراثیم۔

تیسرے وہ قسم ہے جن کا انسان کے حواس سائنسی آلات سے بھی ادراک نہیں کر سکتے۔ جیسے ارواح، فرشتے اور جنات۔

سمجھنے کی کوشش کر، تجھے ہدایت نصیب ہوگی۔

اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

خاتمہ

شرک کی اقسام

شرک کی اقسام

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان سے اپنی پناہ میں رکھے۔

شرک کی بہت سی اقسام ہیں۔ان میں سے میں بعض کا ذکر کرنا چاہتا ہوں تا کہ واضح ہو جائے کہ شرک کیا ہے اور مشرک کون ہے۔جس طرح مقدمہ میں مَیں نے بیان کیا کہ ولایت کیا ہے اور ولی کون ہے۔اس طرح فائدہ مکمل ہو جائے گا۔جب آپ شرک کی اقسام سمجھ جائیں گے تو آپ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی سمجھ آ جائے گا۔

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾

القرآن الحكيم يوسف ١٢:١٠٦

ترجمہ: اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

1۔مطلقاً غیر اللہ جیسے فرشتے ،انبیاء جیسے **سیدنا عیسی** علیہ السلام، **سیدنا عزیر** علیہ السلام بتوں،سورج،چاند،آگ،گائے اور شرم گاہوں کی عبادت کرنا۔یہ رکوع اور سجود والی عبادت ہے۔

2 ۔اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کی نسبت کرنا جیسے عیسائیوں کا قول کہ **سیدنا عیسی** علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور یہودیوں کا قول کہ **سیدنا عزیر** علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور عرب کے کافروں کا قول کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

ان سب چیزوں سے اللہ تعالیٰ بہت ہی بلند ہے۔

3 ۔اللہ تعالیٰ کی طرف بیوی کی نسبت کرنا۔اللہ تعالیٰ بیوی اور بیٹے سے پاک ہے۔

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۞ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۞ لَمْ يَلِدْ لا وَلَمْ يُوْلَدْ ۞ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾

القرآن الحکیم الاخلاص ۱۱۲: ۴-۳-۲-۱

ترجمہ: (اے حبیب!) فرمادیجئے وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ صمد ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور نہ ہی اس کو کوئی ہمسر ہے۔

4۔ یہ کہنا کہ فرشتے عورتیں ہیں۔ یہ قول نصوصِ قرآنیہ کے مخالف ہونے کی بنا پر کفر ہے۔ جس نے ان کو مرد کہا وہ فاسق ہے۔ قرآن حکیم کی صراحت اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرشتے نہ عورتیں ہیں اور نہ ہی مرد ہیں۔

5۔ یہ کہنا کہ الہ دو ہیں۔ نیکی کا خالق اور یہ اللہ ﷻ ہے اور برائی کا خالق اور وہ ابلیس ہے۔ بے شک اللہ ﷻ ہی تنہا الہ ہے۔ خیر وشر، سعادت وشقاوت سبھی کچھ اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی بادشاہی اور اس کے تصرفات میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔

6۔ یہ کہنا کہ نور، خیر کا رب اور اندھیرا، شر کا رب ہے۔ قیاساً یہ دونوں فرقے ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

7۔ اطاعت کی جہت سے احبار کو رب بنالینا۔ وہ اللہ ﷻ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کریں اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرائیں۔ جو اللہ ﷻ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دے وہ بھی کافر ہے اور اس کی اطاعت کرنے والا بھی کافر۔ اس پر اجماع قائم ہے۔

8۔ یہ کہنا کہ اشیاء طبع اور علت سے حادث ہیں۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ عقیدہ کفر ہے۔ چیزوں کے وجود کے لئے اللہ ﷻ کے وجود کے علاوہ کوئی علت نہیں ہے۔ اگر اللہ ﷻ کا وجود نہ ہوتا تو کسی چیز کا بھی وجود نہ ہوتا۔

صَاحِبُ الْخَرِیْدَہ نے ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ یَقُلْ بِالطَّبْعِ اَوْ بِالْعِلَّةِ فَذَاکَ کُفْرٌ عِنْدَ اَهْلِ الْمِلَّةِ

ترجمہ: طبع اور علت کی بات کرنا مسلمانوں کے اجماع سے کفر ہے۔

فلاسفہ: اوران کی تین قسمیں ہیں:

دھریے: یہ پہلے فلاسفہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا مطلقاً اعتراف نہیں کرتے۔

طبیعی: یہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر چیزوں میں اللہ تعالیٰ کا تصرف طبیعت کے واسطہ سے مانتے ہیں۔

الھی: یہ رسولوں کی لائی ہوئی تمام چیزوں کو مانتے ہیں۔ صرف تین چیزوں کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہے۔

عالم قدیم ہے، حادث نہیں۔

حشر صرف ارواح کا ہوگا، اجسام کا نہیں ہوگا۔

اس فرقہ نے پہلے طبیعیوں اور دہریوں کا خوب رد کیا ہے۔ اہل ایمان کے قتال سے اللہ تعالیٰ کافی ہوگیا۔

امام ابو حامد الغزالی نے تھافۃ الفلاسفۃ میں اس رد کو بھارد کیا ہے۔ اور اس فرقہ الہیہ کا ان تین چیزوں کے انکار پر خوب رد کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے اچھی جزاء دے۔

9۔ اسباب پر نظر اور اسباب کے پاس وقوف۔ جیسے کوئی کہے کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہے۔ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ بارش اس لئے ہے کہ فلاں ستارہ فلاں برج اور 28 منازل میں سے فلاں منزل میں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بارش نازل نہ ہوتی۔

اس طرح صحیح حدیث قدسی میں ہے۔

تاجدار کائنات ﷺ نے ایک بارش والی رات کی صبح ارشاد فرمایا:

اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَ کَافِرٌ فَمَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ الْکَوْکَبِ

فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ وَ كَافِرٌ بِيْ وَ مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ .

الصحیح البخاری،اذان ۱۵٦ الصحیح للمسلم ، ایمان ۱۲۵

ابو داؤد ، طب ۲۲

ترجمہ : میرے بندوں نے مجھے مانتے ہوئے اور میرا انکار کرتے ہوئے صبح کی۔ جس شخص نے کہا کہ ہماری بارش ستارے کی وجہ سے ہے وہ ستارے پر ایمان رکھنے والا ہے اور میرا انکار کرنے والا ہے۔ اور جس شخص نے کہا کہ ہماری بارش اللہ ﷻ کے فضل اور رحمت کی بنا پر ہے وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے۔

10۔ جو یہ کہے کہ ہماری بارش بخارات کے فضل سے ہے۔ مومن وہ جو کہے کہ بارش محض اللہ ﷻ کے فضل اور رحمت سے ہے۔ مومن اسباب کی طرف نہیں دیکھتا وہ صرف مسبب کی طرف دیکھتا ہے۔ ستارے اور بخارات اللہ ﷻ کی خلق سے ہیں۔ ان کا کسی کام میں کوئی دخل نہیں ہے جب اللہ ﷻ چاہتا ہے بارش نازل فرماتا ہے اور جب چاہتا ہے، بارش روک دیتا ہے۔

11۔ کس قدر سال ستاروں اور بخارات کے باوجود خشک رہتے ہیں ۔ سمندر سوکھتے ہی نہیں ان کے بخارات منقطع نہیں ہوتے ۔ کئی ملکوں میں کئی سالوں تک بارش رکتی ہی نہیں ۔ یہ صرف اللہ ﷻ کے ارادہ کے تابع ہے۔

کئی زمینوں میں ایک مدت تک بارش رکی رہی۔ اہل زمین نے سنت کے مطابق نماز استسقاء ادا کی اور وہ گھروں کو نماز کی ادا کرنے کے بعد لوٹے ہی نہیں تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔ کیا اسی لمحے ستارے کی گردش بدل گئی یا اسی لمحے طبیعت نے بخارات پیدا کر دیئے۔

اس شخص کا قصہ اس امر پر بہت بڑی دلیل اور واضح برہان ہے جس نے تاجدارِ

کائنات ﷺ سے شکایت کی۔ بارش نہیں ہے اور جانور ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس وقت تاجدارِ کائنات ﷺ منبر پر جمعة المبارک کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ آپ کی دعا ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ آسمان بادلوں سے بھر گیا۔ موسلا دھار بارش برسنے لگی اور برستی رہی۔ اگلے جمعة المبارک تاجدارِ کائنات ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، وہی شخص عرض کرنے لگا۔

بارش بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ جانور ہلاک ہو رہے ہیں۔ راستے بند ہوگئے ہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ منبر پر جلوہ افروز رہتے ہوئے اللہ ﷻ کی بارگاہ میں عرض کی:

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الضِّرَابِ وَالْاٰکَامِ وَ بُطُوْنِ الْاَوْدِیَةِ وَ مَنَابِتِ الشَّجَرِ.

ابن ماجه، اقامه ١٥٤ ابو داؤد، استسقاء ٢ النسائی، استسقاء ٩

ترجمہ: اے باری تعالیٰ! ہمارے اردگرد، ہمارے اوپر نہیں۔ اے اللہ! ٹیلوں پر، وادیوں میں کھیتوں میں۔

اسی وقت بادل چھٹ گیا۔ سورج نکل آیا۔ گویا کہ ابھی گھرے بادل اور موسلا دھار بارش تھی ہی نہیں۔ اہلِ طبیعت اس بارے کیا کہیں گے؟

پہاڑوں کی طرح عقلیں، مگر ان کے پیدا کرنے والے نے ان کو گمراہ کر دیا ہے۔

﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ م بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ط وَ هُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴾

القرآن الحكيم الشورى ٤٢:٢٨

ترجمہ: اور وہی ہے جو برساتا ہے مینہ اس کے بعد کہ لوگ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں اور

پھیلا دیتا ہے اپنی رحمت کو اور وہی کارساز حقیقی (اور) سب تعریفوں کے لائق ہے۔

تین روزے رکھنے کے بعد روزے کی حالت میں مسلمانوں کا نمازِ استسقاء کے لئے نکلنا اور بارش کا ہو جانا قیامت تک کے لئے ایک امت کے بعد دوسری امت کے لئے بڑی واضح دلیل ہے۔

12۔ کافروں کو حاکم بنانا۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿..... وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾

القرآن الحکیم المائدہ ۵:۵۱

ترجمہ: اور جس نے تم میں سے انہیں دوست بنایا وہ انہیں میں سے ہے۔

جب مسلمان اپنے اختیار سے کافروں کی صف میں پایا جائے تو وہ کافر ہے۔

13۔ جس نے مسلمان کو کافر قرار دیا وہ خود کافر ہے۔ اسی طرح احادیث نبویہ میں ہے۔ ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کی تکفیر جائز نہیں ہے۔ جب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو تب ہی ایسا کرے گا۔ ورنہ اس کے قدم پھسل جائیں گے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا فَاِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ

الصحیح البخاری، ادب ۷۳ الصحیح للمسلم، ایمان ۱۱۱

الترمذی، ایمان ۱۶

ترجمہ: جب ایک شخص نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو یہ کلمہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ لوٹے گا۔ اگر وہ کافر ہوا تو ٹھیک ورنہ یہ کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا۔

ہم نے ان کی صحیحین میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا:

مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ اَوْ قَالَ يَاعَدُوَّ اللّٰهِ وَ لَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَيْهِ.

الصحیح للمسلم، ایمان ۱۱۲ ، مسند احمد بن حنبل ، ۵:۱۶۶

ترجمہ : جس شخص نے کسی انسان کو کافر کہایا کہا اے اللہ کے دشمن! اور وہ ایسا نہیں تھا تو یہ کلمات اس پر لوٹ آئیں گے۔

یہ **صحیح مسلم** کے الفاظ ہیں۔اور **صحیح بخاری** کے لفظ اس کے ہم معنی ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

ایسے مسلمان کی تکفیر جو اس کا محل نہ ہو کفرِ صریح ہے۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس سے آگاہ ہونا چاہیئے اور اس تکفیر سے بچنا چاہیئے۔

14۔فقہ، حدیث، تفسیر اور دوسری دینی کتابوں کا مذاق اُڑانا۔اسی طرح قولاً یا فعلاً علماءِ شریعت کا مذاق اڑانا۔

15۔اسی طرح علماءِ کرام، واعظین، دینی معلمین کی ایسی ھیئت اختیار کرنا تاکہ لوگوں کو جمع کر کے ہنسایا جائے اور استخفافاً ان کا مذاق اُڑایا جائے۔یا کسی عالم کے فتوی کو پھینک دینا۔یا کہنا یہ شرع کیا چیز ہے اور ان کو ہلکا جاننا۔ یہ سب کچھ کفر ہے۔

16۔مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا اعتقاد رکھنا۔اللہ تعالیٰ اس امر سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی چیز میں حلول کرے یا کوئی چیز اس میں حلول کرے یا وہ کسی جگہ میں سمٹ جائے یا اس پر زمانہ گذرے

حدیث شریف میں ہے۔

كَانَ اللّٰهُ وَلَا شَيْءَ مَعَهُ

اتحاف السادة المتقین، ۱۰۵:۲ الاسرار المرفوعه لعلی القاری، ۲۶۳

کشف الخفا للعجلونی، ۱۸۹:۲

ترجمہ: اللہ ﷻ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی۔

یعنی عرش، کرسی، آسمان، زمین، ارواح، اجسام، جواہر اور اعراض کی تخلیق سے پہلے وہ جس طرح تھا اسی طرح اب بھی ہے۔ اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کا محتاج نہیں ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ عرش اور اس کے حاملین اس کی قدرت پر محمول ہیں۔

17۔ یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ ﷻ جسم ہے۔ ایک جہت میں محصور ہے۔ اس کے حقیقتاً ہمارے جسموں جیسے اعضاء ہاتھ اور پاؤں وغیرہ ہیں۔ اللہ ﷻ جسم ہونے سے بہت بلند ہے۔ اگر وہ جسم ہوتو اس پر وہ تغیرات طاری ہوں جو جسم پر طاری ہوتے ہیں۔ یہ محال ہے۔

﴿ لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ج وَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴾

القرآن الحکیم الشوری ۴۲:۱۱

ترجمہ: اس کی مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہی سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

18۔ ایسا کام کرنا جس پر سارے مسلمانوں کا اجماع ہو کہ ایسا کام کافر سے ہی صادر ہوتا ہے۔ اگر چہ یہ شخص اپنے اسلام کی تصریح کرے جیسے کافروں کی ھیئت کے کپڑے پہن کر اپنے اہل خانہ سمیت عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں میں جانا۔

19۔ قرآن پاک یا کسی دینی کتاب کا ورقہ یا ایسا کاغذ جس پر اللہ ﷻ کا نام یا کسی نبی کا نام یا کسی فرشتہ کا نام نجاست میں پھینکنا۔

20۔ جس نبی کی نبوت پر اجماع ہو اس کی نبوت میں شک کرنا۔ سیدنا خضر علیہ السلام اور سیدنا خالد بن سنان رضی اللہ عنہ کے بارے نہیں کیونکہ ان کی نبوت پر اجماع نہیں ہے۔ کسی آسمانی کتاب جیسے تورات، زبور، انجیل، سیدنا ابراھیم علیہ السلام کے

صحائف اور قرآنِ حکیم کے نزول میں شک کرنا۔ ایسے شخص کی تکفیر میں شک کرنا جس کا قول امت کو گمراہ کرنے کا سبب ہو، صحابہ کی تکفیر کرتا ہو یا دین احکام میں سے کسی ایسے حکم کا انکار جس کا دین سے ہونا بداہۃً معلوم ہو۔ حج کی صفت اور اس کی معروف ھیئت میں شک کرنا۔ کسی نماز اور روزہ میں شک کرنا، قرآنِ پاک کی کسی آیت کا، اس کے کسی حرف کا یا اس کے احکام میں سے کسی حکم کا انکار کرنا یا قرآنِ پاک میں کسی ایسی چیز کا داخل کرنا جو اس سے نہیں ہے۔

21۔ **سیدنا ابو بکر** رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرنا۔ **سیدہ عائشہ** رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا۔ کیونکہ ایسا شخص قرآن پاک کو جھٹلانے والا ہے۔

22۔ جو شخص کہے میں اللہ ہوں اگرچہ مزاحاً ہو یا یہ دعوی کرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اسی دنیا میں اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

23۔ جو شخص مذاق اڑاتے ہوئے حرام جیسے شراب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام رکھے یا اللہ تعالیٰ کی طرف عجز یا ظلم منسوب کرے۔

علامہ محقق ابن حجر ہیثمی نے مکفرات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے اس سے کوئی طالب علم بے نیاز نہیں ہے۔

24۔ کفر کی بدترین قسم انبیاء کرام اور ان کے کلام کا مذاق اڑانا ہے۔ **قرآن حکیم** یا اس کی شانِ اعجازی کا مذاق اڑانا۔ **قرآن پاک** جیسا یا اس سے بلیغ کلام کرنے کا دعوی کرنا جس طرح اس زمانہ کے بعض زنادقہ کہتے ہیں۔ وہ بے دین ہیں مگر خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ یہ پیرس اور لندن کی یونیورسٹیوں سے نکلے ہیں۔ انہوں نے اسلامی رنگ کو مغربی رنگ سے تبدیل کر لیا ہے۔ یہ مرتد ہو گئے ہیں اور اپنی ایڑیوں پر لوٹ آئے ہیں۔ یہ لوگ اسلامی ممالک میں کثیر تعداد میں ہیں۔ بالخصوص وہ ممالک جہاں اجنبی استعمار داخل ہے۔ ان کے یمن کے اندر بھی گروہ ہیں جو پھل پھول رہے ہیں۔ یہ دوزخ کی طرف

بلانے والے آئمہ ہیں۔ کافروں کے افعال کو اچھا جانتے ہیں۔ دینی تقلید کو برا جانتے ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک امام احمد بن حنبل اور امام غزالی جیسے ائمہ دین کا انکار کرتے ہیں ان کی نظر میں یہ علماء مغرب کی نسبت جاہل ہیں۔ بلکہ اگر تاجدارِ کائنات ﷺ کا کوئی کلام کسی مغربی عالم کے معارض ہو تو یہ مغربی عالم کے کلام کو مقدم سمجھتے ہیں۔

اللہ ﷻ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

○ و یقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی من الذین امنوا سبیلا ○ اُولٰئک الذین لعنھم اللّٰہ ط و من یلعن اللّٰہ فلن تجد لہ نصیرا ○

القرآن الحکیم النساء ٤: ٥٢-٥١

ترجمہ: اور ان کے بارے میں کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں یہی وہ (بدنصیب) ہیں جن پر اللہ ﷻ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ ﷻ لعنت بھیجے تو تُو اس کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

اسی طرح اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا۔

○ و من یشاقق الرسول منم بعد ما تبین لہ الھدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم ط و ساءت مصیرا ○

القرآن الحکیم النساء ٤: ١١٥

ترجمہ: اور جو شخص (اللہ کے) رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت کی راہ روشن ہوگئی اور اس راہ پر چلے جو مسلمانوں کی راہ سے الگ ہے تو پھر ہم اسے پھرنے دیں گے جدھر وہ خود پھرا ہے اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

اس کی دنیا کی زندگی میں ہم اس جن کی طرف یہ پھرتا ہے ان ہی کا دوست بناتے

ہیں اور موت کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم بناتے ہیں۔

اس وعید کے بعد ان کے لئے کونسی کامیابی، کونسی کامرانی اور کونسی راحت ہے۔

کیا ان لوگوں نے اللہ ﷻ کا کلام نہیں سنا؟

○ واتبع سبیل من اناب الیّ ج ثم الیّ مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون ○

القرآن الحکیم لقمن ۱۵:۳۱

ترجمہ : اور اس کے راستہ کی پیروی کرو جو میری طرف مائل ہوا۔ پھر میری طرف ہی تمہیں لوٹنا ہے۔ پس میں تمہیں ان کاموں سے آگاہ کروں گا جو تم کیا کرتے تھے۔

اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرنے والے کون ہیں؟ آئمہ دین ہیں یا کافر علماء۔

○ افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا ط لا یستون ○

القرآن الحکیم السجدہ ۱۸:۳۲

ترجمہ : تو کیا جو شخص ایماندار ہو وہ اس کی مانند ہوسکتا ہے جو فاسق ہو؟ (نہیں) یہ یکساں نہیں۔

ان لوگوں نے معمولی سی آسانی کے بدلے دین کو فروخت کر دیا اور اسی پر قناعت کرلی۔

ان علماء دین کی تقلید کرنا ان کے ہاں ان کی تحقیر ہے۔ ان کے ہاں شرف صرف ان مغربی علماء کے عقائد و نظریات کو اچھا سمجھنا اور مسلمانوں کے معتقدات پر تنقید کرنا ہے۔

وہ ایسے ہیں جیسا ان کے بارے اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

○ فلما جآءتھم رسلھم بالبینٰت فرحوا بما عندھم من العلم و حاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون ○

القرآن الحکیم حٰمٓ سجدہ ۸۳:۴۱

ترجمہ: پس جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو انہوں نے کفر کیا اور اس علم پر نازاں رہے جو ان کے پاس تھا اور (آخرکار) انہیں گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

امورِ دنیا کے بارے اپنی معلومات پر خوش ہیں۔ رسولوں کے علم کو حقیر سمجھتے ہیں۔ دنیا میں ان کے لئے یہ عذاب ہے کہ یہ اللہ ﷻ سے دور ہیں اور ان لوگوں کے قریب ہیں جن پر اللہ ﷻ نے لعنت فرمائی ہے۔ اور آخرت میں ان کے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔

وہ ایسے ہیں جیسا کہ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾

القرآن الحکیم الزخرف ۴۳:۳۶

ترجمہ: اور جو شخص رحمٰن کے ذکر سے (دانستہ) اندھا بنتا ہے تو ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ پس وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے۔

ان کی ظاہری زندگی اگرچہ خوشحالی کی زندگی ہے مگر اولیاء اللہ کے ذکر کی لذت کی نسبت ان کی معیشت تنگ ہے۔

بعض اولیاء کرام نے فرمایا:

لَوْ عَلِمَ الْمُلُوْكُ مَا عِنْدَنَا مِنْ لَذَّةِ الذِّكْرِ لَنَزَلُوْا عَنْ اُسَرَتِهِمْ وَ وَقَفُوْا عَلٰى اَبْوَابِنَا۔

ترجمہ: اگر بادشاہوں کو معلوم ہو کہ ہمیں کیسی لذتِ ذکر حاصل ہے تو وہ اپنے خاندان کو چھوڑ دیں اور ہمارے دروازوں پر کھڑے ہو جائیں۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ﴾

القرآن الحکیم طٰہٰ ۲۰:۱۲۴

ترجمہ : اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو اس کے لئے زندگی (کے جامہ) کو تنگ کر دیا جائے گا۔

اور فرمایا:

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الجاثیه ۴۵:۲۱

ترجمہ : کیا ان لوگوں نے جو برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان (دونوں) کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

ان مردود انسانوں کی زندگی بھی نیکوکار اہل ایمان کی طرح نہیں ہے اور ان کی موت بھی ان کی موت کی طرح نہیں ہے۔ ان کا کفر اور ان کی اپنے اقوال اور افعال کے ساتھ دین کی مخالفت اللہ ﷻ کے لئے بالکل نقصان دہ نہیں ہے۔ ان کا انجام بہت برا ہے۔ یہ اس وقت نادم اور شرمندہ ہوں گے جب ان کو ندامت اور شرمندگی بالکل فائدہ نہیں دے گی۔ ان کے اور ان کے عذاب کے درمیان صرف موت ہے۔ پھر یہ قرآن پاک کی ساری وعیدیں دیکھ لیں گے۔ موت سے فرار پر ان کو ہرگز قدرت نہیں ہے۔ یہ خود کو مسلمان قرار دیتے ہیں حالانکہ ان کے افعال منافقوں جیسے ہیں۔ اسلام ظاہر کرتے ہیں کفر چھپاتے ہیں

﴿ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۞ نِ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ط اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ﴾

القرآن الحکیم النساء ۴:۱۳۹-۱۳۸

ترجمہ : منافقوں کو خوشخبری سنا دو کہ بلاشبہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ منافق

جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو (اپنا) دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ تو (وہ سن لیں) عزت تو سب کی سب صرف اللہ کے لئے ہے۔

ان لوگوں نے اہل ایمان اور اپنے بھائیوں کی دوستی کو اہل، کفر اور ان کے بھائیوں کی دوستی سے تبدیل کرلیا ہے۔ یہ یقیناً اللہ ﷻ کی نگاہ سے گر چکے ہیں۔

﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ ﴾

القرآن الحکیم　　ال عمران ۳:۲۸

ترجمہ : مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں جس نے یہ کام کیا پس (اس کا) اللہ سے کوئی تعلق نہ رہا۔

یہی اللہ ﷻ کی نگاہ سے گرنا ہے۔

﴿ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً ط وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴾

القرآن الحکیم　　ال عمران ۳:۲۸

ترجمہ : اس حالت میں کہ تم ان سے اپنا بچاؤ کرنا چاہو اور اللہ ﷻ تمہیں اپنی ذات سے (یعنی غضب سے) ڈراتا ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف (سب نے) لوٹ کر جانا ہے۔

یہ گمراہ گروہ کس قدر جاہل ہے۔ ان کی عقلیں کس قدر بھٹک چکی ہیں۔ عقل مند تو وہ ہے جو اپنے انجام کار میں غور و فکر کرے۔ اپنی عاقبت کی اچھائی کی تدبیر کرے۔ ان لوگوں کو اپنے انجام کی پرواہ ہی نہیں ہے حالانکہ یقینی طور پر ان کو علم ہے کہ یہ اس دنیا سے کوچ کرنے والے ہیں۔ بہت جلد اپنے افعالِ سوء اور جرائم کا انجام دیکھ لیں گے۔ انہوں نے دنیا کی خوشحالی سے دھوکا کھا گئے ہیں۔ اسی کو انہوں نے سعادت اور دائمی شرف گمان کرلیا ہے۔ انہوں نے اللہ ﷻ کے فرمان کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں کی جو گویا اس دور کے ملحدین کے لئے نازل ہوا ہے۔

﴿ لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:١٩٧ـ١٩٦

ترجمہ : (اے سننے والے) تجھے ان کا چلنا پھرنا دھوکہ میں نہ ڈالے جنہوں نے ملکوں میں کفر کیا۔ یہ لطف اندوزی تھوڑی مدت کے لئے ہے۔ پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

وہ بادشاہی جس کا انجام جہنم ہو اس کی مٹھاس کرواہٹ ہے۔ اس کی لذت عذاب ہے۔ اگر چہ یہ دراز ہو جائے مگر کفار اس حقیقت سے غافل ہیں۔ جب یہ مریں گے تو آگاہ ہوں گے۔

﴿ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْآ اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الشعراء٢٦:٢٢٧

ترجمہ : جنہوں نے ظلم وستم کئے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس (بھیانک) جگہ لوٹ کر آرہے ہیں۔

ان نام نہاد مسلمانوں کو اپنے ان مغربی بھائیوں کو کہنا چاہیئے۔

﴿ یٰقَوْمِ لَکُمُ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ظٰھِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ز فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْ م بَاْسِ اللّٰہِ اِنْ جَآءَ نَا ﴾

القرآن الحکیم المؤمن ٤٠:٢٩

ترجمہ : اے میری قوم! مانا آج حکومت تمہاری ہے (نیز تمہیں) اس ملک میں غلبہ حاصل ہے (لیکن مجھے یہ تو بتاؤ) ہمیں خدا کے عذاب سے کون بچائے گا اگر وہ ہم پر آجائے۔

اپنی کمزور عقلوں کے سبب جب ان لوگوں نے دیکھا کہ کافروں کی بادشاہی بڑی وسیع ہے تو انہوں نے اپنے دلوں میں کہا یہی لوگ حق پر ہیں۔ اگر یہ باطل پر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس بادشاہی پر مقرر نہ رکھتا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف نظر نہیں کی۔

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ط اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ج وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ۳:۱۷۸

ترجمہ : اور جو کفر کر رہے ہیں یہ خیال نہ کریں کہ ہم جو انہیں مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے۔ ہم تو انہیں صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ گناہ کر لیں اور ان کے لئے ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ہے۔

یہ لوگ اسلام کے لئے کافروں سے زیادہ نقصان دہ ہیں۔ اسلام نے ان کے خون کو اور ان کے قتل کو اعظم القربات قرار دیا ہے۔ اگرچہ یہ بلاد اسلامیہ میں ہوں اور اللہ ﷻ اور شریعتِ مصطفوی کے مطابق حکم دیتے ہوں۔

میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو ان کی کتابیں اور مقالات کے پڑھنے سے روکتا ہوں۔ ان میں یہ اسلام اور عمائدین اسلام کی مخالفت کرتے ہین۔ مغربی علماء اور ان کی آراء کی تائید کرتے ہیں۔ مومن جو بھی سنے اور پڑھے، میزانِ شرع میں اسے تولنا چاہیئے۔ اگر یہ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق ہے تو قولاً اور فعلاً اس کو اپنا لینا چاہیئے۔ اگر یہ دین کے معارض ہوں تو اپنے قلب ودماغ سے اعراض کرنا چاہیئے۔ اگر یہ علماءِ دین ہوں اور اپنی زبان اور قلم سے ان کا رد کر سکیں تو کرنا چاہیئے جیسے مصر کے رسائل دینیہ کر رہے ہیں۔

اللہ ﷻ ان رسائل کی روح القدس کے ساتھ تائید فرمائے۔ یہ فی سبیل اللہ عظیم جہاد ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ایسے جھوٹوں کے قیامت کے قریب ظاہر ہونے کی ہمیں خبر دی ہے اور ان سے ڈرایا ہے۔

اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ

الصحیح للمسلم، الامارہ ۱۰ ابن ماجہ، فتن ۹

مسند احمد بن حنبل ۲:۴۲۹

ترجمہ: بے شک دوزخ سے پہلے جھوٹے ظاہر ہوں گے، ان سے بچ کر رہنا۔

اس حدیث کو **امام احمد بن حنبل** اور **امام مسلم** نے **جابر ابن سمرہ** رضی اللہ عنہ سے حدیث صحیح کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔ یہ نامراد بدبخت اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بابرکت دور میں ہیں۔ یہ روشنی اور علم کے زمانے میں ہیں۔ پہلے دینی زمانوں کے لوگ جہالت اور ظلمت میں تھے۔ ان کو یہ خبر نہیں ہے کہ فی الحقیقت یہ جہالت اور ظلمت میں ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے پیٹھ پھیرنے کا دور ہے اور دنیا کی طرف متوجہ ہونے کا زمانہ ہے۔ یہ اس سے مل رہے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے حتمی طور پر ڈرایا ہے۔ علم ونور کا زمانہ تو زمانہ نبوی تھا۔ دنیا کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک وہی روشن زمانہ تھا۔ اس کی طرح اس سے پہلے بھی زمانہ نہ تھا اور بعد والا زمانہ بھی اس جیسا نہ ہوگا۔ اس کے بعد صحابہ کا زمانہ ہے۔ پھر تابعین کا زمانہ ہے۔

اسی لئے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

• **خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ۔**

الترمذی، ۲۳۰۲_۲۳۰۳ فتح الباری، ۶:۷_۲۱:۱۳

تفسیر ابن کثیر، ۷:۴۹۳ البدایہ و النھایہ، ۶:۲۸۶

اتحاف السادۃ المتقین، ۲:۲۲۳ تاریخ بغداد، ۲:۵۳

تلخیص الحبیر لابن حجر، ۴:۲۰۴ الاسرار المرفوعہ لعلی القاری، ۲۷۱

ترجمہ: سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو اس کے ساتھ پھر جو اس کے ساتھ ہے۔

اسی طرح تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ اَيَامًا يَنْزِلُ فِيْهَا الْجَهْلُ وَ يُرْفَعُ فِيْهَا الْعِلْمُ وَ

یَکْثُرُ فِیْهَا الْهَرْجُ

الصحیح البخاری، علم ۲٤ الصحیح للمسلم، علم ۱۰

مسند احمد بن حنبل، ۱:۳۸۹

ترجمہ : بے شک قیامت کے قریب ایسے دن ہوں گے جن میں جہالت اترے گی، علم اٹھ جائے گا اور فتنہ وفساد کی کثرت ہوگی۔

اسے امام بخاری ، امام مسلم اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔

آج کے اس دور میں امتِ مصطفیٰ ﷺ کے کثیر لوگوں پر جہالت نازل ہوچکی ہے۔ یہ جہالت خیمہ زن ہوچکی ہے۔ اسی کا رعب ہے۔ علمِ دینی اُٹھ گیا ہے کئی لوگ اپنا اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے باطن میں کفر ہے۔ ان لوگوں نے پیرس ، روس اور دوسرے مغربی ممالک سے زہر لیا اور اسلامی ملکوں کی طرف لوٹ آئے تاکہ ان میں دین کو قتل کرنے والے جراثیم پھیلائیں جن کو غذا ان لعنتی مدارس سے ملتی ہے پھر یہ دین دار لوگوں اور دین کو قتل کریں۔ یہ اپنی صحبتیں اور شامیں اللہ ﷻ کی ناراضی اور سخط میں کر رہے ہیں۔

﴿ وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ۞ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ط وَ مَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:٥٢_٥١

ترجمہ : اور ان کے بارے میں کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں یہی وہ (بدنصیب) ہیں جن پر اللہ ﷻ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ ﷻ لعنت بھیجے تو تو اس کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے ہر وہ شخص جو تقالیدِ اسلامیہ سے وحشت زدہ ہے اور تقالیدِ کفریہ سے مانوس ہے وہ کافر ہے یہی علماءِ اسلام کا عقیدہ ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ آخری وقت میں امت اس ٹیڑھی نہج پر قائم ہوگی۔

خِیَارُ اُمَّتِیْ اَوَّلُهَا وَاٰخِرُهَا نَهْجٌ اَعْوَجُ لَیْسُوْا مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ

الطبرانی ، مجمع الزوائد ، ۱۰: ۱۷ کنز العمال ، ۳۲۴۴۸

ترجمہ : میری امت کے بہترین لوگ پہلے ہیں ان کے آخری ٹیڑھے ہوں گے میں ان سے نہیں ہوں۔

اسے امام طبرانی نے عبد اللہ بن علی سے روایت کیا ہے۔

عزیزی نے کہا:

شیخ نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ امت کے بدترین لوگ ہیں۔ یہ طرح طرح کے کھانوں اور کپڑوں کا اہتمام کریں گے۔ چبا چبا کر کلام کریں گے۔ جس طرح تاجدارِ کائنات ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے۔ یہ عروہ بن رویم رضی اللہ عنہ کی حدیث اس لفظ اور معنی میں ہے۔

آپ ان کا اس طرح کا کلام اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اخباروں، رسالوں اور کتابوں میں دیکھیں گے یہ دین کے دشمن ہیں۔

﴿ وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ط وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ط كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ط یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ط هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ط قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ز اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم المنافقون ۶۳: ۴

ترجمہ : اور جب آپ انہیں دیکھیں تو ان کے جسم آپ کو بڑے خوشنما معلوم ہوں گے۔ اور اگر وہ گفتگو کریں تو آپ ان کی بات توجہ سے سنیں گے (درحقیقت) وہ (بیکار) لکڑیوں کی مانند ہیں جو دیوار کے ساتھ کھڑی کر دی گئی ہوں گمان کرتے ہیں کہ ہر گرج ان کے

خلاف ہی نہ ہے یہی حقیقی دشمن ہیں پس آپ ان سے ہوشیار رہیئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے کیسے سرگرداں پھرتے ہیں۔

جو شخص ان سے تلوار سے یا زبان سے یا قلم سے جنگ کرے اسے ضرور کرنی چاہیئے۔ بے شک ایسا شخص مجاھد فی سبیل اللّٰہ اور اللہ تعالیٰ کے دین کا مددگار ہے۔

﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم المجادلہ ۵۸:۲۲

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ (بلند اقبال) اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہے۔

25۔ فرقۂ قرآنی۔ یہ فرقہ ھندوستان میں ہے۔ اس کے پیروکار عدن میں بھی ہیں۔ یہ گمان کرتے ہیں کہ قرآن پاک کے علاوہ سنت پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ ان لوگوں نے سنت کی تکذیب کی ہے ان کا کفر اجماعی ہے۔ بہت سارے احکام قرآنِ حکیم میں وارد نہیں ہوئے۔ ان کو صرف سنت نے ہی بیان کیا ہے۔ پانچ فرض نمازوں کی تعداد کہاں ہے؟ فرض نمازوں کی رکعات کی تعداد کہاں ہے؟ اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریوں کی زکوۃ کا بیان کہاں ہے؟ سونے اور چاندی کی زکوۃ کی مقدار کہاں بیان ہوئی ہے؟ سامانِ تجارت کی زکوۃ کہاں بیان ہوئی ہے؟ پھلوں کی زکوۃ کا بیان کہاں ہے؟ حج اور اس کے اعمال کی ھیئت کا ذکر کہاں ہے؟ بہت سارے احکام صرف سنت نے ہی بیان کئے ہیں۔ ان لوگوں نے کفر کو پسند کیا۔ کفر ان پر عاشق ہوا اور ان کے دلوں سے چمٹ گیا۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ کس طریق سے اس کی طرف جائیں کیونکہ ظاہر میں یہ مسلمان ہیں۔ شیطان اور ان کی خواہشاتِ نفس نے ان کو اکسایا کہ یہ سنت کا انکار کریں اور قرآن کا اقرار کریں تا کہ

مسلمان بداھةً ان پر کفر کا قول نہ کر سکیں۔ حالانکہ یہ قرآنِ حکیم سے جاہل ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ قرآن حکیم ان کی ضد ہے۔ ان کا رد کرتا ہے۔ اگر یہ قرآن حکیم کے عالم ہوتے تو انکارِ سنت کی کبھی بھی جرأت نہ کر سکتے۔ کفر کی طرف اس کے علاوہ کوئی اور طریق تلاش کرتے ان کا ارادہ ہے کہ یہ قرآن کے پیچھے چھپ جائیں۔ یہ ان کی رسوائی ہے۔ اسی قرآن حکیم نے ان پر کفر کی حجت قائم کی ہے۔

ان کو چاہیئے کہ قرآنِ حکیم کو سنیں تا کہ یہ شرمندہ ہوں اور غیض سے مر جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ق وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ...... ﴾

القرآن الحکیم الحشر ۷:۵۹

ترجمہ : اور رسول (کریم) جو تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔

ان کافروں کے لئے کہاں گنجائش ہے کہ سنت کو جھٹلائیں جبکہ قرآنِ حکیم نے ان کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول جو دے وہ لے لو اور جس سے اللہ تعالیٰ کا رسول روکے اس سے رک جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ﴾

القرآن الحکیم النجم ۵۳:۳۔۴

ترجمہ : اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی ساری گفتگو ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔ یہ قرآنِ حکیم نے بیان فرمایا۔ ان قرآنی لوگوں سے اس سے حیا کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾

القرآن الحکیم ال عمران ۳:۳۱

ترجمہ: (اے محبوب!) آپ (انہیں) فرمائیے کہ اگر تم (واقعی) اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (تب) اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اگر یہ لوگ تاجدارِ کائنات ﷺ کی فرمان برداری نہیں کریں گے تو ان لوگوں میں سے ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور ان سے محبت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ ﴾

القرآن الحکیم الاحزاب ۳۳:۲۱

ترجمہ: بیشک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔ یہ نمونہ اس کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کے سارے افعال اور اقوال تمام اہل ایمان کے لئے خوبصورت نمونہ ہیں۔ بے ایمانوں کے لئے نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:٦٥

ترجمہ: پس (اے مصطفیٰ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ

آپ کو حاکم بنائیں ہر جھگڑے میں جو ان کے درمیان پھوٹ پڑا۔ پھر اپنے نفسوں میں اس سے تنگی نہ پائیں جو فیصلہ آپ نے کیا اور دل و جان سے تسلیم کرلیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:٥٩

ترجمہ: پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑنے لگو تو اسے اللہ اور (اپنے) رسول (کے فرمان) کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔

علماء کرام نے ارشاد فرمایا ہے:

فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْل کا معنی ہے کہ اسے قرآن اور سنت پر پیش کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾

القرآن الحکیم الشوریٰ ٤٢:٥٢

ترجمہ: اور بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں۔

ان لوگوں کو کیا ہے کہ یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی راہ سے بھاگتے ہیں حالانکہ یہ بعینہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾

القرآن الحکیم النور ٢٤:٦٣

ترجمہ: پس انہیں ڈرنا چاہیے جو رسول کریم کے فرمان کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ

ہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آئے۔

بے شک اس گمراہ فرقہ نے خود کو بہت بڑے فتنہ پر پیش کیا ہے۔ یہ کفر اور قیامت کے دن کا دردناک عذاب ہے۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ﴾

القرآن الحکیم الاحزاب ۳۳:۳٤

ترجمہ: اور اللہ ﷻ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کو یاد رکھو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔

آیات اللہ ﷻ کی کتاب ہے اور حکمت تاجدارِ کائنات ﷺ کی سنت ہے۔

اس باب میں بہت سی آیات کریمہ ہیں۔ احادیث تو اس باب میں بہت ہی زیادہ ہیں۔ ہم نے صرف آیاتِ قرآنیہ ہی پیش کی ہیں کیونکہ اس فرقہ باطلہ کا کہنا ہے کہ یہ قرآنی ہیں۔ تاکہ یہ لوگ اپنی جہالت کی کیفیت اور تاجدارِ کائنات ﷺ پر اپنی جرأت کو سمجھ سکیں۔ اس طرح کہ لوگ اگر اسلامی حکومت میں ہوں تو شریعت ان کو قتل کرنے کا حکم دیتی ہے۔ ہم ان کے رد میں صرف ایک ہی حدیث وارد کریں گے۔ تاکہ مسلمان اس پر آگاہ ہو جائیں۔ اور اس باطل فرقہ کی جہالت کو جان جائیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَيَحْسَبُ اَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ فَيَقُوْلُ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا اِلَّا مَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اَلَا وَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ اَمَرْتُ وَ وَعَظْتُ وَ نَهَيْتُ عَنْ اَشْيَاءَ اِنَّهَا كَمِثْلِ الْقُرْاٰنِ اَوْ اَكْثَرُ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا بِاِذْنٍ وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ وَلَا اَكْلَ ثِمَارِهِمْ اِذَا اَعْطَوْكُمُ الَّذِيْ عَلَيْهِمْ.

السنن ابو داؤد، سنه ۵ الترمذی، العلم ۱۰ ابن ماجه، مقدمه ۵

ترجمہ: کیا تم میں کوئی گمان کرتا ہے کہ اپنے تکیہ پر سہارا لئے کوئی کہہ رہا ہے۔ ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی حرام کیا ہے وہ قرآن حکیم میں ہے۔

خبردار! میں نے حکم دیا ہے۔ میں نے سمجھایا ہے۔ میں نے روکا ہے۔ یہ امور قرآن جتنے یا اس سے بھی زیادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اہل کتاب کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخلے کو حلال نہیں کیا۔ نہ ہی ان کی عورتوں کو مارنے کا۔ نہ ہی ان کے پھل کھانے کا۔ جب تم ان کو دے دو جوان پر ہے۔

اسے ابو داؤد نے کتاب الخراج میں سیدنا عرباض رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ کافروں کے احمق فرقوں میں سے فرقۂ یزیدیہ ہے۔ یہ موصل میں ہے ان کا دعویٰ ہے کہ یہ بنو امیہ میں سے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ ان کا رب ابلیس ہے اور ان کا نبی یزید بن معاویہ ہے۔ کس قدر برا یہ رب اور یہ نبی ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے انہوں نے اپنے لئے اپنے مناسب رب اور نبی کا انتخاب کیا ہے۔ میں گمان کرتا ہوں اور زیادہ علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔ بے شک سفیانی جس نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تھی کہ وہ آخری زمانہ میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نکلے گا۔ مدینۃ منورہ میں پہلے آئے گا۔ ایک چٹیل میدان میں وہ زمین کے اندر دھنس جائیں گا۔ کیونکہ اس نے خود کو سفیان جو یزید بن معاویہ کے دادا ہیں ان کی طرف منسوب کیا ہے۔

تحقیق علماءِ کرام نے ارشاد فرمایا ہے۔ سفیانی ان کی طرف ہی منسوب ہے۔

قبیح اور خبیث ترین کافروں کا فرقہ فرقۂ احمدیہ ہے۔ یہ خود دجال مرزا

غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ تاتاری مغل تھا۔ یہ یاجوج ماجوج کی طرف منسوب ہے۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ آیات قرآنیہ کو چیلنج کیا۔ اپنی وحی کو قرآن بتایا جس طرح اس کی کتابوں میں تصریح ہے۔ اس نے ایک قبرستان بنایا جس کا نام اس نے جنت رکھا اور کہا جو اس میں دفن ہوا وہ جنتی ہے۔ اس نے اپنی بیویوں کو امہات المومنین قرار دیا۔ اپنے پیروکاروں کو اپنی امت قرار دیا۔ مسلمانوں سے جو اس پر ایمان نہ لایا انہیں کافر قرار دیا۔ ہندوستان کے بہت سے لوگوں نے اس کی پیروی کی۔ یہ خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ جو شخص اس کی کتابوں کا مطالعہ کرے اور اس کی وحی کو دیکھے جس کے نازل ہونے کا اس نے دعویٰ کیا وہ جان لے گا کہ اس نے اللہ ﷻ پر کیسی بے حیائی جرأت کی ہے۔

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی علی اللّٰہِ کذبًا اَوْ قالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ط وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ط اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ کُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم الانعام ٦:٩٣

ترجمہ : اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو اللہ ﷻ پر جھوٹا بہتان باندھے یا کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہیں کی گئی اور (کون زیادہ ظالم ہے اس سے) جو کہے کہ میں (بھی) ایسا ہی (کلام) نازل کروں گا جیسے اللہ ﷻ نے نازل کیا ہے۔ کاش تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں (گرفتار) ہوں اور فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں (اور انہیں کہیں کہ) اپنی جانوں کو نکالو۔ آج تمہیں ذلت کا عذاب اس وجہ سے دیا جائے گا کہ تم اللہ ﷻ پر ناحق بہتان لگاتے تھے اور تم اس کی آیتوں (کے ماننے) سے تکبر کیا کرتے تھے۔

اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ یہ **عیسٰی بن مریم** ہے۔**غلام احمد کے بارے** مشہور ہے کہ بعد میں اس نے خدا ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔اللہ ﷻ اس پر **لعنت بھیجے۔**

بہت سے رسائل اسلامیہ میں موجود ہے کہ اللہ ﷻ **کی طرف سے اس کی پہلی** اہانت اللہ ﷻ کے اس قول کی تصدیق تھی۔

﴿وَلَوْ تَرٰى اِذِالظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ﴾

القرآن الحکیم الانعام ٦:٩٣

ترجمہ: کاش تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں (گرفتار) ہوں۔

وہ اس طرح کہ **مرزا غلام احمد قادیانی 1326ھ میں بیت الخلاء میں** فوت ہوا۔اس کے بعد اس کے دین پر اس کے خلفاء ہیں۔ہندوستان کے شہر **لاھور میں** یہ خود کو احمدی کہتے ہیں۔

ہائے افسوس کس قدر اندھے فتنے، اندوہناک مصیبتیں مسلمانوں پر نازل ہو رہی ہیں۔جو شخص بھی اس کا کلام پڑھے گا اسے اس کے کلام کے اندر ایسے مناقضات ملیں گے کہ اسے رد کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔بلکہ عقل منداس کے کلام سے سمجھ جائے گا۔پہلے اس نے مطلق نبوت کا دعویٰ کیا پھر اس نے کہا کہ وہ **عیسٰی بن مریم** ہے۔پھر اس نے کہا کہ **عیسٰی** طبعی موت فوت ہوئے تھے۔یہ آسمانوں کی طرف نہیں اُٹھائے گئے تھے۔یہ سب کچھ کھلا تناقض ہے۔اس کا دعویٰ کہ **سیدنا عیسٰی** علیہ السلام فوت ہوئے ہیں بہت بڑی جرأت ہے۔یہ نصوصِ قرآنی اور احادیث نبویہ اور اجماعِ امت کی کھلی مخالفت اور معارضت ہے۔

اس نے کہا: کہ **سیدنا عیسٰی** علیہ السلام کی صرف روح ہی آسمانوں کی طرف اُٹھائی گئی ہے۔جس طرح سارے لوگوں کی روحیں موت کے وقت آسمانوں کی طرف اُٹھائی جاتی ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:١٥٧

ترجمہ : حالانکہ نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ اسے سولی چڑھا سکے بلکہ ان کے لئے مشتبہ ہو گئی (حقیقت)۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے قتل اور سولی دیئے جانے کی نفی کی ہے۔ سولی جسم کو دی جاتی ہے۔ تشبیہ بھی اسی طرح جسم کی ہوتی ہے۔ سولی روح کو نہیں دی جاتی۔ اس نفی کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی روح اور جسم دونوں آسمانوں کی طرف اُٹھائے گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾

القرآن الحکیم النساء ٤:١٥٧

ترجمہ : اور انہوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔

یعنی یقیناً ان کو قتل نہیں کیا گیا اور یہ گدھا کہتا ہے کہ انہیں یقیناً قتل کیا گیا ہے۔ اختلاف اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بات میں سچا کون ہوسکتا ہے؟

اس نے اللہ تعالیٰ کے فرامین مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کی جو موت کے ساتھ تاویل کی ہے۔ یہ تاویل فحش غلطی ہے۔ ایسی بات مسلمانوں میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ مُتَوَفِّيْكَ کا معنی یہ ہے کہ ہم آپ کی عمر پوری کرنے والے ہیں اور آپ کو قتل سے بچا کر اور اپنی جانب اُٹھا کر مقرر اجل تک اسے مؤخر کرنے والے ہیں۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کا معنی ہے۔ آپ نے مجھے اپنی طرف اُٹھا کر دنیا میں میرے دنوں کو پورا کر دیا ہے۔

اَلتَّـوَفِّـیُ کا معنی ہے ''کسی چیز کو پورا لینا''۔ اگر اس شخص میں معمولی سی بھی عقل ہوتی تو یہ سوچتا۔ یہ بات بَـداهَةً معلوماتِ دین سے ہے کہ روح تو انسان کی اُٹھائی جائے گی۔ کسی کی اَعْلٰی عِلِّیِّیْن میں، کسی کی سِجِّیْن میں۔ اگر یہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بھی روح ہی اُٹھائی گئی تو وَرَافِعُکَ فرمانے کا کونسا فائدہ باقی بچتا ہے۔

شاید اس جنگلی گدھے کو زندہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا عروج مشکل لگا۔ کاش یہ اس بات کو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج پر ہی قیاس کر لیتا۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عروج آپ کے دشمنوں کے قتل سے بچانے کے لئے نہ تھا۔ بلکہ اس لئے تھا کہ آپ دونوں جہانوں میں اللہ جل جلالہ کی بڑی نشانیاں دیکھیں اور واپس زمین کی طرف لوٹ کر اپنا وظیفہ رسالت نبھائیں۔

موت کو تَـوَفِّـیُ مَجَازاً کہا جاتا ہے۔ حقیقت مجاز پر مقدم، بالخصوص جب یہ مجاز کتاب، سنت اور اجماع کے خلاف ہو۔ اس یاجوج ماجوج کے ساتھی کی کہاں یہ قسمت کہ کتاب، سنت اور اجماع کی حقیقت کو سمجھے۔ یہ بات معلوم ہے کہ دجال ممالک اجنبیہ کے پیروکاروں میں سے ہوگا اور مسیحی دین کی بشارت دینے والوں سے ہوگا۔ عیسائیوں نے کئی بار کوشش کی کہ وہ اپنے مبشرین سے اسلام میں کچھ تبدیلی کر سکیں۔ لیکن وہ نہ کر سکے۔

﴿ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ یَاْبَی اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم التوبه ۹:۳۲

ترجمہ: (یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ جل جلالہ انکار فرماتا ہے مگر یہ کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا دے اگرچہ کافر (اس کو) ناپسند کریں۔

تمام عالم اسلام جب تک علماءِ کرام ہماری پشتوں پر موجود ہیں ان لوگوں کی تاثیر ممکن نہیں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ ﷻ نے جہنم کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

نیکی کرنے کی قوت اور بدی سے بچنے کی طاقت بلند، عظمتوں والے اللہ ﷻ کی طرف سے ہے

صوفیہ کے نزدیک کوئی عمل لوگوں کو دکھانے کے لئے کرنا بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ کسی کام کو لوگوں کے لئے چھوڑ دینا یہ ریاکاری ہے۔ کسی کام کو لوگوں کے لئے نہ کرنا چاہیئے اور نہ کسی کام کو لوگوں کے لئے چھوڑنا چاہیئے۔ اس کا کام لوگوں کے درمیان اس طرح ہونا چاہیئے جس طرح بچوں کے درمیان ہوتا ہے۔ وہ اسے دیکھتے ہی نہیں نہ اس کے عمل کو نہ اس کے ترک کو۔ جس شخص نے دنیاوی مال، عزت اور شرف کے لئے علم سیکھا، وہ مشرک ہے۔ جس نے کرامت کے حصول کے لئے اللہ ﷻ کی عبادت کی، وہ بھی مشرک ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات وَ اِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰه وَ رَسُوْلِه وَ مَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوِ امْرَءَ ۃٍ یَنْکِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْه.

الصحیح البخاری، بدء الوحی ۱ — الصحیح للمسلم، امارہ ۱۵۵

الترمذی فضائل الجهاد، ۱۶ — ابو داؤد، طلاق ۱۱

النسائی، طهارة ۵۹ — ابن ماجه، زهد ۲۶

ترجمہ: بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی جس کی ہجرت اللہ ﷻ اور اس کے رسول کے لئے ہے، اس کی ہجرت اللہ ﷻ اور اس کے رسول کی طرف ہی ہے۔ جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہے اس کی ہجرت اسی کے لئے ہے، جس کے

لئے اس نے ہجرت کی۔

اس حدیث کو امام بخاری ، امام مسلم اور تمام ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾

القرآن الحکیم الکھف ۱۸:۱۱۰

ترجمہ : پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

پس انسان جو عمل بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے کرتا ہے وہ شرک ہے۔ چاہے ولایت اور کرامت کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ صرف خالص عمل ہی قبول کرتا ہے۔ عامل اپنے عمل میں جہاں بھی پہنچ جائے اگر اس کا عمل شہرت کے لئے ہے تو وہ مشرک ہے۔ مجاہد اگر یہاں تک جنگ کرے کہ تلوار اس کے ہاتھ میں ٹوٹ جائے۔ اگر اس کا مقصد بہادر کہلوانا تھا یا مالِ غنیمت کو حاصل کرنا تھا تو وہ مشرک ہے۔ صدقہ کرنے والا اگر زمین بھر صدقہ بھی سخی کہلوانے کے لئے کرے تو مشرک ہے۔ شرک کی اس طرح کی اقسام کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم یوسف ۱۲:۱۰۶

ترجمہ : اور ان میں سے اکثر اللہ کے ساتھ ایمان نہیں لاتے مگر اس حالت میں کہ وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔

کفر کی ساری قسموں میں بڑا کفر اور گمراہ گروہوں میں سے بڑا گروہ لادینی فرقہ

ہے۔ یہ لوگ اللہ ﷻ کے وجود، کتابوں کے نازل کرنے، رسول کے بھیجنے اور دوسرے ربانی احکام کے منکر ہیں۔ اس زمانہ میں یہ لوگ بھی کافی ہیں۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

میرے دماغ میں جو آئے وہ مکفرات اور اس زمانہ کے کافر گروہ، اپنے مسلمان بھائیوں کو ان کے دھوکے سے بچانے اور اللہ ﷻ کی کتاب اور تاجدار کائنات ﷺ کی سنت کی تذکیر کے لئے میں نے ذکر کر دیئے ہیں۔ تاکہ اختلاف مذاہب کے باوجود میرے مسلمان بھائی ان سے بچیں۔

بے شک نصیحت اہل ایمان کو فائدہ دیتی ہے۔ جس کے لئے ازلی شقاوت لکھی ہوئی ہے اسے نہ کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت فائدہ دیتی ہے نہ کسی جھڑکنے والے کی جھڑک۔ نصیحت کرنے اور جھڑکنے کے لئے قرآن ہی کافی ہے۔ جس میں قرآن ہی اثر نہ کرے اس میں کسی اور چیز کا اثر کرنا محال ہے۔

ہم اللہ ﷻ سے ہدایت اور عافیت اور ولایت کا سوال کرتے ہیں۔ وہ اپنے دوستوں کو رسوا نہیں کرتا اور اپنے دشمنوں کی عزت افزائی نہیں کرتا۔

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ط وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾

القرآن الحکیم یوسف ۱۲:۱۰۸

ترجمہ: آپ فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں تو صرف اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں واضح دلیل پر ہوں اور (وہ بھی) جو میری پیروی کرتے ہیں اور اللہ ﷻ ہر عیب سے پاک ہے اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا

خاتمۃ الخاتمہ

اس مقام کا تقاضا ہے کہ ہم آئمہ کرام کی تقلید کرنے والوں کی تکفیر کرنے والوں کے رد میں اس زمانہ کے بعض آئمہ دین اور علماءِ عاملین کا کلام وارد کریں۔

کہتے ہیں کہ تقلید کفر ہے۔ ہر مسلمان مرد اور عورت پر مطلق اجتہاد واجب ہے۔
میں نے عالم العصر، حافظ الزمان، **ملک البیان مصطفی ابو یوسف الحمامی حفظہ اللہ** کے کلام کو بتمامہ نقل کیا ہے۔اس کا عنوان ہے .... **مومن پر کفر کا حکم لگانا۔**

آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تقلید کفر اور ملت سے نکلنا ہے یا یہ خالص ایمان ہے؟
کسی صاحبِ ایمان پر کفر کا حکم لگانے کا معنی یہ ہے کہ کہنے والے کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ محکوم علیہ کے دل سے ایمان کا نور بجھ گیا ہے۔اس کے دل میں صرف کفر، اس کا اندھیرا اور اس کی گمراہی ہے۔اس سے اس محکوم علیہ کا خون مباح ہو گیا۔ جب اسے قتل کر دیا جائے تو نہ اسے غسل دیا جائے۔ نہ اسے کفن دیا جائے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔اس سے، اس کے خاص دوستوں سے اور اس کے والدین اور ورثاء سے تعلقات ختم کر لئے جائیں۔اس کے کفر کی وجہ سے اس کے وہ وارث نہیں ہوں گے۔کسی کے لئے جائز نہیں ہو گا کہ اس کے لئے بخشش یا رحمت طلب کرے۔ یہ سب کچھ دنیا میں ہے۔

رہی بات آخرت کی تو اس میں ان پر کفر کا حکم لگانے والے کو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے کہ یہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے اور اس سے کبھی بھی نہ نکلیں گے۔ جب بھی ان کی جلد پگھل جائے گی تو ان کی جلد تبدیل کر دی جائے گی تا کہ یہ مسلسل عذاب میں مبتلاء

رہیں۔ جب بھی آگ کے شعلے ان پر بھڑکیں گے تو ان کے عذاب میں اضافہ ہو جائے گا۔ یہ عذاب اس شخص کا ہے جو اہل ایمان کو کافر کہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء سے لے کر آج تک اس امت کے علماء اہل ایمان پر کفر کا حکم لگانے میں بہت زیادہ حرج سمجھتے ہیں۔ ان پر اس وقت تک کفر کا حکم نہیں لگاتے جب تک ان کا کفر سورج کی طرح روشن نہ ہو جائے اور ان کے کفریہ عمل اور قول کی کوئی بھی تاویل نہ ہو سکے۔ تکفیر کے باب میں صدیوں سے ان کا یہی عمل محفوظ ہے۔ یہ لوگ اہل ایمان کے خون کے تحفظ کے بہت زیادہ حریص ہیں۔ اس لئے انہوں نے بعد والوں کو بتایا ہے کہ کسی اہل ایمان پر کفر کا حکم اسی وقت لگایا جائے گا جب اس پر ایمان کے سارے دروازے بند ہو جائیں ایک بھی دروازہ ایسا نہ رہ جائے کہ ان پر ایمان کا حکم لگایا جا سکے۔

معاملہ اسی طرح ہے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے۔ آج اسلام ایسے لوگوں کی طرف سے آزمائش میں ہے جو اہل ایمان کے بارے اکثر سوءِ ظن میں مبتلاء رہتے ہیں یا یہ لوگ بے سمجھ ہیں اور چیزوں کی اقدار سے ناواقف ہیں۔ ان کے لئے اہل ایمان پر کفر کا حکم لگانا بہت آسان ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ گزر گئے مگر آج کل بہت زیادہ ہیں۔ یہ اہل ایمان کی چھوٹی سی بات سنتے ہیں اور معمولی سا عمل دیکھتے ہیں اور فوراً ان پر کفر کا حکم لگا دیتے ہیں۔ اگر یہ قادر ہوں تو ان اہل ایمان کو قتل کرنے میں ایک لحہ کی بھی تاخیر نہ کریں اور اس قتل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت بڑی قربت شمار کریں کہ انہوں نے کافروں کے وجود سے اللہ تعالیٰ کی زمین کو پاک کر دیا ہے۔ اس عمل کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان کی جہت سے یہ لوگوں میں بہت عظیم ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ، اس کے دین اور اس کے رسول کے معاملے میں بہت زیادہ غیرت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دین سے ناواقفوں کا حال ہے۔

یہ ان لوگوں کا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین سے ناواقف ہیں۔ علماءِ دین کا

معاملہ اس سے مختلف ہے۔ جب ان تک کسی شخص کی ایسی بات یا ایسا فعل پہنچے جو کفر کا وہم ڈالتا ہو تو وہ اس کی خوب تحقیق کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ کفر کا وہم صحیح نہیں تھا تو وہ بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ اس شخص کو اجلال اور احترام سے چھوڑ دیتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کرتے ہیں کہ اس شخص کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ آئندہ کوئی ایسی بات نہ کرے اور ایسا کام نہ کرے جس سے اس کے بارے بدگمانی پیدا ہو اور اس پر ایسے کفر کی تہمت لگے جس سے وہ بری الذمہ ہو۔ ان علماءِ دین کو خوب تحقیق کے بعد اگر معلوم ہو کہ وہ واقعتاً کفر میں واقع ہوا ہے تو وہ اس شخص کے معاملے میں خوب غور کریں گے۔ اگر انہیں معلوم ہو کہ وہ شخص جاہل ہے اور اس کا اس قول اور فعل سے وہ مقصود نہیں ہے تو اسے تعلیم دیتے ہیں اور کبھی بھی اس کی تکفیر نہیں کرتے۔ اگر انہیں معلوم ہو کہ وہ اپنی بات اور فعل کو سمجھنے والا ہے مگر اسے کوئی شبہ لاحق ہے تو وہ بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ اس کا شبہ زائل کر دیں۔ اگر اس شخص کا شبہ زائل ہو جائے اور یہ طریق کارگر ثابت ہو اور وہ اپنی بات اور اپنے فعل سے واپس لوٹ آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو گمراہی سے بچا لیا۔ اگر یہ علاج کارگر ثابت نہ ہو اور وہ یہ جان کر بھی کہ اس کی یہ بات اور یہ عمل کفریہ ہے، اپنی ہٹ پر قائم رہے تو وہ اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی زمین کو اس کے ناپاک جسم سے پاک کرنے کا حکم دیتے ہیں کیونکہ یہ ایک جرثومہ کی مانند ہوتا ہے جس میں فساد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا تھا اور یہ اس وظیفہ کو ادا کرنے سے قاصر ہو گیا ہے۔ یہ علماءِ دین ایسا حکم تین دن کے بعد دیتے ہیں۔ اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بعض آئمہ نے تو یہ کہا ہے کہ اس سے ہمیشہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر اس شخص کا انجام اسی بدنصیبی پر ہی ہو جائے اور ان علماءِ کرام کا حکم اس پر نافذ ہو جائے تو اس کی بدنصیبی پر وہ ہمیشہ دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ علماءِ دین اس

سلسلہ میں تاجدار کائنات ﷺ کے اخلاق کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ایمان نہ لانے پر تاجدارِ کائنات ﷺ کو اس طرح تسلی دی۔

﴿فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا﴾

القرآن الحکیم الکھف ۶:۱۸

ترجمہ: تو کیا آپ (فرطِ غم سے) اپنی جان کو ان کے پیچھے تلف کر دیں گے اگر وہ ایمان نہ لائے؟ اس قرآن کریم پر افسوس کرتے ہوئے۔

اس سلسلے میں تاجدارِ کائنات ﷺ جدامجد سیدنا ابراھیم علیہ السلام کے خلق کی پیروی کرتے ہیں۔ فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کے لئے آئے تو آپ ان فرشتوں سے جھگڑنے لگے اور اس وقت تک خاموش نہیں ہوئے جب تک ان فرشتوں نے یہ عرض نہ کی۔

﴿یٰٓاِبۡرٰهِیۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا ج اِنَّهٗ قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّکَ ج وَاِنَّهُمۡ اٰتِیۡهِمۡ عَذَابٌ غَیۡرُ مَرۡدُوۡدٍ﴾

القرآن الحکیم ھود ۱۱:۷۶

ترجمہ: اے ابراہیم! اس بات کو رہنے دیجئے۔ بے شک تیرے رب کا حکم آ گیا اور ان پر عذاب آ کر رہے گا۔ جو پھیرا نہیں جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ سیدنا ابرھیم علیہ السلام کے جھگڑے پر نہ تو ان کی مذمت کی اور نہ ہی ان پر عتاب کیا بلکہ انتہائی پیارے اور دلکش انداز سے ان کی تعریف کی۔

﴿اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ لَحَلِیۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیۡبٌ﴾

القرآن الحکیم ھود ۱۱:۷۵

ترجمہ : بیشک ابراھیم بڑے بردبار، رحم دل (اور) ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔

یقیناً سیدنا ابراھیم علیہ السلام کا یہ جھگڑا مجرموں کی حمایت کے لئے نہیں تھا۔ آپ کو امید تھی کہ ان کافروں کے دلوں سے گمراہی کے بادل چھٹ جائیں گے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس ارادے کی تصریح فرمادی۔ جب طائف کے لوگ سرکشی پر ڈٹے رہے اور انہوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کو جسمانی اور ذہنی اذیت بھی دی۔ تو پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور پہاڑوں کو ٹکرا کر اس قوم کی ہلاکت کی اجازت چاہی۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس ارادہ کی تصریح کی۔

یہ لوگ ایمان قبول نہیں کرتے مگر ان کی نسلیں ضرور ایمان لے آئیں گی۔ بلکہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ.

ترجمہ : اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما۔ بے شک یہ حقیقتِ حال سے بے خبر ہیں۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی رحمت کی یہی رفعت ہے اور یہی حلم سید المرسلین ﷺ کو جچتا ہے۔ ان کافروں کے لئے بخشش طلب کرنے کا معنی یہ نہیں ہے کہ ان کو ان کے کفر کے باوجود بخش دیا جائے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ سب علماء کے سردار ہیں اور بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں اور مشرکوں کی بخشش نہیں فرمائے گا۔ یہ حکم آپ پر ہی نازل ہوا ہے۔ اس بخشش طلب کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بدنصیبوں کو ایمان عطا فرمادے۔ اگر یہ ایمان لے آئیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے سارے پہلے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ ایمان پہلے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ اور جدِ امجد سیدنا ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام سے

پہلے ان کے جدامجد سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کو 950 سال تک اللہ تعالیٰ، اس کی توحید، اس کی اطاعت اور فرمان برداری کی طرف رات دن اور علانیہ اور چھپ کر بلاتے رہے۔ اس کے باوجود اس دعوت سے تنگ دل نہیں ہوئے۔ ان کے لئے رحمت اور شفقت بھی کم نہیں ہوئی حالانکہ وہ مسلسل ان کو اذیتیں ہی دیتے رہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو پیدا فرمایا ہے۔ ان تمام میں ایک جیسے ہی اخلاقِ کریمہ ہیں۔ یہ انبیاء کرام تعمیر کرنا چاہتے ہیں تخریب نہیں کرنا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی لئے ہی بھیجا ہے۔ اسی لئے ان کو یہ عظیم حلم عطا فرمایا ہے اور یہ انتہائی رحمت عطا فرمائی ہے۔ ہم اس قدر رحمت اور حلم کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

آپ کہیں گے کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے تو اپنی قوم کی ہلاکت اور تباہی و بربادی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ اس کے جواب میں میں عرض کروں گا۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت اور بربادی کے لئے دعا اس وقت فرمائی جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر واضح فرما دیا جو غیب اور شہادت کو خوب جاننے والا ہے۔

﴿وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ﴾

القرآن الحکیم هود ١١:٣٦

ترجمہ: اور وحی کی گئی نوح (علیہ السلام) کی طرف کہ آپ کی قوم سے ایمان نہیں لائیں گے بجز ان کے جو ایمان لا چکے۔

اب آپ ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو ان کی ہلاکت کے لئے دعا فرمائی تا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین ان کے ناپاک وجود سے پاک ہو جائے۔

انبیاءِ کرام کے فرائض اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ یہ قیادت کے بلند ترین منصب پر فائز ہیں۔ ان کی امتوں پر لازم ہے کہ وہ اخلاق میں ان کی پیروی اور اتباع

کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کے علماءِ کرام ان اہل ایمان سے رحمت، شفقت، لطف اور بردباری کا سلوک کرتے ہیں جن پر کفر کی تہمت ہوتی ہے۔ یہ علماءِ زمانہ جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں جو تکفیر اور قتل میں بہت زیادہ جلد بازی سے کام لیتے ہیں یہ ان علماءِ صالحین اور انبیاءِ کرام کی سیرت سے بہت دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے خوف ہے کہ علماءِ زمانہ قیامت کے دن بھی ان صالحین اور انبیاءِ کرام سے دور ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم پر اور ان پر اپنا لطف وکرم فرمائے۔ ہمیں راہِ حق دکھائے۔ ہمیں اسی راہِ حق پر زندہ رکھے اور اسی پر موت عطا فرمائے۔

ان علماءِ زمانہ نے صرف زبانی احکام تک ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے ان سادہ لوح مسلمانوں کی تکفیر میں کتابیں لکھی ہیں تاکہ بعد میں آنے والے لوگ قیامت تک ان کی پیروی کرتے رہیں یہ پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

نیکی کرنے کی تمام تر قوتیں اور بدی سے بچنے کی تمام تر طاقتیں بلند اور عظیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہیں۔

میں نے ان لوگوں میں سے کثیر کو دیکھا ہے کہ اہل ایمان کے معاملے میں غور وفکر ہی نہیں کرتے اور اہلِ ایمان پر کفر کا حکم لگانے میں تردد نہیں کرتے جو فروع میں مجتہد اماموں میں سے کسی امام کی تقلید کریں۔ وہ اس امت پر پہلے دن سے ہی کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ کیونکہ ساری امت ہی مقلد ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اجتہادِ مطلق کا مرتبہ عطا فرمایا ہے اور یہ بہت ہی تھوڑے لوگ ہیں۔ یہ استثنا واقع کی تحری میں مبالغہ ہے وگرنہ امت کے سوادِ اعظم کی رعایت کرتے ہوئے یہ اطلاق صحیح ہے۔

کیا قاری جانتا ہے کہ اس خطرناک حکم پر ان کی دلیل کیا ہے؟ ان کی دلیل یہ آیتِ کریمہ ہے۔

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ج وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾

القرآن الحکیم التوبه ۹:۳۱

ترجمہ: انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے پادریوں اور اپنے راہبوں کو (اپنے) پروردگار بنا لیا ہے اور مسیح فرزند مریم کو بھی۔ حالانکہ انہیں بجز اس کے حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ (صرف) ایک خدا کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہ اس سے پاک ہے جسے وہ اس کا شریک بناتے ہیں۔

اس مقام پر یہ تاجدار کائنات ﷺ کا فرمان بھی پیش کرتے ہیں۔

یہ یہود ان احبار اور رہبان کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ یہ جب کسی چیز کو ان کے لئے حلال کرتے تھے تو اسے حلال جانتے تھے اور جب حرام کرتے تھے تو اسے حرام جانتے تھے۔

اس وقت یہ کہتے ہیں کہ ان مقلدین کا اپنے اماموں کے ساتھ بھی یہ وطیرہ ہے جو ان یہود کا اپنے احبار اور رہبان کے ساتھ تھا۔ اس لئے یہ مقلدین سارے ہی کافر ہیں۔

ان پہلے مؤلفین میں سے ایک بہت بڑے کو میں نے دیکھا ہے جو اسی توضیح اور تشریح کو وارد کرنے کے بعد کہتا ہے۔

اس امت کے مقلدین کا یہی وطیرہ ہے یہ ان یہود کے ساتھ ایسے ہی مشابہ ہیں جیسے انڈے کے ساتھ انڈا، کھجور کے ساتھ کھجور اور پانی کے ساتھ پانی۔

اس شبہ کی بنا پر اس امت کی تکفیر میں اس شخص کا یہ کلام ہے یہ شیخ ایک مثال ہے ان کے پہلے اور بعد والے اسی نغمہ کو ہی دہراتے ہیں۔

یہ ان لوگوں سے بہت ہی عجیب بات ہے اس امت کے بارے ان کے رب

نے گواہی دی ہے کہ انسانوں میں یہ بہترین امت ہے۔ ان کے بارے تاجدارِ کائنات ﷺ نے شہادت دی ہے کہ جنت میں تمام امتوں میں زیادہ لوگ اس امت کے ہوں گے۔ یہ امت تمام کی تمام ہی مقلد ہے۔ تو کیا یہ ساری امت ہی کافر ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر یہ امت ساری امتوں سے بہترین امت کس طرح ہے؟ اور جنت میں سب سے زیادہ لوگ اس امت سے کس طرح ہوں گے؟

کیا یہ بات اللہ ﷻ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے فرمودات کے خلاف نہیں ہے؟ اب تو مسئلہ ان لوگوں اور اللہ ﷻ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے درمیان مختلف فیہ ہو گیا۔ اب یہ لوگ ہمیں بتائیں کہ ہم ان کی تصدیق کریں یا اللہ ﷻ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی تصدیق کریں؟ ہم تو بہر حال اللہ ﷻ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی ہی تصدیق کریں گے۔ ان کے اقوال کی طرف نگاہ بھی نہ کریں گے اور ان کو دیوار پر دے ماریں گے۔

اس کے بعد ہم ان کی دلیل کے درپے ہوتے ہیں۔ اگر اس دلیل میں غور و فکر کے بعد وہی نتیجہ نکلے جو یہ کہتے ہیں تو ہم ان کی پیروی کریں گے اور اگر یہ نتیجہ نہ نکلے تو ہم ان سے چشم پوشی کریں گے اور ان کو ہم ان کے حال پر ہی چھوڑ دیں گے۔

ہم کہتے ہیں بے شک آیتِ کریمہ میں کہ یہود نے اپنے احبار اور رہبان اور سیدنا مسیح ابنِ مریم علیہ السلام کو اللہ ﷻ کے علاوہ اپنا رب بنالیا۔ اس آیتِ کریمہ میں ان احبار اور رہبان کو ارباب یعنی اللہ ﷻ کی طرح الہ کہا گیا۔ ان کو اور سیدنا مسیح ابنِ مریم علیہ السلام کو برابر قرار دیا گیا۔ عیسائی سیدنا مسیح ابنِ مریم علیہ السلام کی حقیقتاً عبادت کرتے ہیں۔ ان کے بارے ربوبیت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ جب آیتِ کریمہ نے ان کے درمیان اور ان احبار اور رہبان کے درمیان مساوات قائم کردی تو یقینی طور پر یہ نتیجہ

نکلا کہ یہود ان احبار اور رہبان کے بارے ربوبیت کا اعتقاد رکھتے تھے۔ بقیہ آیت اسی معنی پر نص ہے۔ اس میں تاویل کا احتمال نہیں ہے۔ اس کے بعد آیتِ کریمہ میں ہے۔

''حالانکہ انہیں بجز اس کے حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ (صرف) ایک خدا کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہ اس سے پاک ہے جسے وہ اس کا شریک بناتے ہیں۔''

ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت وتوحید کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ اس حکم سے نکل گئے اور ان احبار، رہبان اور سیدنا مسیح ابن مریم علیہ السلام کے الٰہ ہونے کا اعتقاد کر کے شرک کرنے لگے۔ آیت کریمہ کی نص سے یہ پکے مشرکین تھے جو متعدد معبودوں پر اعتقاد رکھتے تھے۔

ان لوگوں کا اور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا کیا مقابلہ ہے جن کا ایک عام فرد بھی توحید میں پختہ ہے۔ کیا اس امت کے پہلے شخص سے آخری شخص تک کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ معبود ہیں اور ان کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی جائے گی۔ یا ایسا اعتقاد کوئی سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ، یا سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ، یا سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے بارے رکھتا ہے؟

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ یہ تو بہتانِ عظیم ہے۔

بے شک تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿...... فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

القرآن الحکیم النحل ۴۳:۱۶

ترجمہ: پس اہل علم سے دریافت کرلو اگر تم خود نہیں جانتے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ﴾

القرآن الحكيم النساء ٤:٨٣

ترجمہ : اور اگر اسے رسول (کریم) کی طرف اور اپنی جماعت سے بااقتدار لوگوں کی طرف لوٹا دیتے تو وہ لوگ اس خبر (کی حقیقت) کو جان لیتے جو بات میں سے ان کا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔

اسی طرح تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَلَا سَأَلُوْا اِذْ لَمْ يَعْلَمُوْا فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَال.

ابو داود، طهاره ١٢٥ ابن ماجه، طهارة ٩٣

ترجمہ : انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں قتل کرے۔ جب وہ جانتے نہیں تھے تو اُنہوں نے پوچھا کیوں نہیں؟ بیشک عاجز کی شفا سوال ہے۔

اس کے بعد ان کی نادانی کی تشریح فرمادی۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک زخمی کے بارے انہوں نے فتویٰ دیا کہ اسے غسل دیا جائے۔ اس کے زخموں کو دھویا گیا تو ان کے فتویٰ پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ مر گیا۔ ان کو سوال کرنا چاہیئے تھا۔ کیا اس کے لئے رخصت ہے کہ اس کے زخموں کو پانی سے نہ دھویا جائے۔

پہلی آیتِ کریمہ نے اس بات کا مکلف ٹھہرایا کہ جو نہ جانتا ہو وہ جاننے والے سے پوچھ لے دوسری آیت کریمہ نے ان کو عیب دار ٹھہرایا جو کسی بات کو نہ جانیں تو اسے تاجدارِ کائنات ﷺ اور ان صاحبانِ علم کی طرف نہ لوٹائیں جو مسائل کا حکم نکال سکتے

ہیں۔حدیثِ پاک میں ان کے لئے غضبناک دعا ہے کہ وہ ہلاک ہو جائیں جو کسی بات کو نہیں جانتے اور پھر بھی سوال نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ تو اس امت پر راضی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کی کہ جس حکم کا انہیں علم نہیں تھا، انہوں نے کتاب اور سنت سے جاننے کی کوشش کی۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع کے لئے علماء کرام سے سوال کیا، نہ کہ انہوں نے علماء کے حکم کا تتبع کیا۔ اپنے رب کے عیب لگانے سے اجتناب کیا اور جن معاملات کو نہ جانتے تھے ان کو ان علماءِ کرام کی طرف لوٹا دیا جو اسے پہچانتے تھے۔ انہوں نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی غضبناک دعا سے بچنے کی سبیل کی کہ جس سے لاعلم تھے اس کے بارے سوال کیا کیونکہ عاجز کے لئے سوال میں ہی شفاء ہے۔

اسی طرح تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اس امت کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو جائے کہ انہوں نے تقلید کا راستہ اختیار کیا۔ ان لوگوں نے جب سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے سمجھنے سے یہ قاصر ہیں تو انہوں نے جاننے والے علماءِ کرام کی پیروی کی۔ میرے نزدیک اور علماءِ ملتِ اسلامیہ کے نزدیک ایسا ہی ہے لیکن ان لوگوں کے ہاں یہ مقلدین کافر و فاجر ہیں اور جہنم کے سرمدی عذاب کے مستحق ہیں۔

قارئینِ کرام! آپ غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پاک اور علماءِ دین کا فرمان کہاں ہے اور یہ مسکین لوگ کہاں ہیں؟ انہوں نے یہ باتیں صرف اس لئے لکھیں تا کہ یہ اپنے متعلق یہ ظاہر کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کو کس قدر جانتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہمیں مزید گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آیتِ کریمہ

نے خود اپنے معانی کی تشریح کردی ہے۔ حدیثِ پاک اگر کتاب کے معانی کے موافق ہو تو فبہا، وگرنہ اس کی قیمت واضح ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں اس کی وضاحت کے درپے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بے شک تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک یہود اور عیسائی ان چیزوں کو حلال جانتے تھے جن کو ان کے احبار اور رہبان حلال کرتے تھے اور ان چیزوں کو حرام سمجھتے تھے جن کو ان کے احبار اور رہبان حرام کرتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ان احبار اور رہبان کے بارے اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ ان کے حق میں مستقل طور پر تشریعی استحقاق رکھتے ہیں۔ وہ جسے چاہیں حلال کر سکتے ہیں اور جسے چاہیں حرام کر سکتے ہیں۔ لوگوں پر اس سلسلہ میں ان کی فرماں برداری کرنا ضروری ہے اور ان کی نافرمانی کرنا حرام ہے۔ یہ ان احبار اور رہبان کو تشریعی اعتبار سے اللہ ﷻ کے قائم مقام کرنا ہے۔ یہ بات بغیر کسی اختلاف کے شرک ہے۔ اس وقت ہم کہہ سکتے ہیں کہ حدیثِ پاک آیت کے موافق ہے۔

یہ اندھی فرمان برداری بعینہ عبادت ہے۔ آیتِ کریمہ اسی کی تعیین کرتی ہے۔ بلکہ اس حدیث پاک کی بعض روایات اسی معنی کی تصریح کرتی ہیں۔

امام احمد، ترمذی اور ابنِ جریر نے اس حدیث کے راوی عدی بن حاتم کے دوسرے طرق سے روایت کیا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ اسی آیتِ کریمہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ عدی بن حاتم حاضر ہوئے اور عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! یہود ان کی عبادت تو نہ کرتے تھے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیوں نہیں! ان احبار ورہبان نے ان کے لئے حلال کو حرام کیا اور حرام کو حلال کیا پس انہوں نے ان کی پیروی کی۔ یہ ان یہود کی ان کے لئے عبادت ہی تھی۔

اس تفسیر نبوی سے موضوع ختم ہوا۔

اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے عدی بن حاتم کی موافقت کی کہ ان یہودیوں نے ان احبار اور رہبان کی عبادت نہ کی تھی یعنی ان کے لئے نماز ادا نہیں کی۔ ان کے لئے روزہ نہیں رکھا۔ ان کے لئے زکوٰۃ نہیں دی۔ ان کے لئے حج نہیں کیا اور اس طرح کی بدنی عبادات ان کے لئے نہیں کی۔ ان یہودیوں نے ان احبار اور رہبان کے لئے عبادتِ قلبی کی یعنی ان کے بارے یہ اعتقاد کیا کہ یہ حلال کرنے میں، حرام کرنے میں اور اس امر میں ان کی اتباع میں یہ اللہ ﷻ کے مساوی ہیں۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس امر کو عبادت قرار دیا جس کا کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ ﷻ نے بغیر زیادتی اور کمی کے فرمادیا ہے۔

ہم ان لوگوں سے یہی عرض کرتے ہیں کہ تمہارا حال دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو تم اس سے جاہل ہو یا اسے جانتے ہو۔ اگر تم جاہل ہو تو تم سے یہ عجیب ترین بات ہے کہ تم ایسے مجتہد ہو کہ تمہارے اجتہاد کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہرتی۔ اور تم تقلید کو لوگوں کے لئے حرام کہتے ہو تاکہ وہ کافر نہ ہوں اگر ان میں کوئی ایسا ہو جس نے زندگی بھر دین نہ سیکھا ہو اگرچہ وہ دین کے فہم کے وسائل میں کچھ بھی نہ جانتا ہو۔ اگر تم اجتہاد کے اس درجہ پر ہو تو پھر عجیب ہے کہ جو ہم نے ذکر کیا تم اس سے جاہل ہو۔ اور اگر تم اس کو جانتے ہو جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور اس کے باوجود تم وہ کہتے ہو جو تم کہتے ہو تو العیاذ باللہ پھر ان لوگوں سے ہو جو جاننے کے باوجود اللہ ﷻ کے کلام کو اس کے مقام سے پھیر دیتے ہیں پھر تم تدلیس کرنے والوں میں ناپاک ترین ہو۔ بے شک ان دنوں ہم نہیں جانتے کہ کوئی ایسی

تدلیس کرے جس کے نتیجہ میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی امت کافر قرار پائے حالانکہ وہ بہترین امت ہے۔اس سے تو یہ بات معلوم ہوگی کہ تم اس بہترین امت اور ان کے دین کے دشمن ہو۔ جو شخص دین کے ساتھ کھیلتا ہے یہاں تک کہ اس کے معانی کو ہی بدل دیتا ہے تو یقیناً وہ اس دین کا دشمن ہے۔ جو پوری کوشش کرتا ہے اور خود یہ ثابت کرنے میں خوب تھکا تا ہے کہ وہ دین میں ایسے نتیجے کو حاصل کرے کہ جس کی بنا پر وہ اس بہترین امت پر کفر کا حکم لگا سکے اور اس بنا پر ان کا خون، مال اور عزت کو حلال کر سکے تو وہ شخص بلا ریب اس دین کا دشمن ہے۔

یہ سوچ دل کو سکون دیتی ہے کہ یہ لوگ جو اس امت کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے قتل کو مباح جانتے ہیں یہ ان کے فاسد فہم اور دین سے جہالت کی بنیاد پر ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ ایسا جان بوجھ کر کرتے ہیں تو معاذ اللہ ہم ایسا اہل قبلہ کے بارے اعتقاد نہیں کرتے۔

اگر تقلید کفر ہوتی تو امتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد پر اجتہاد واضح طور پر فرض ہوتا۔ یہی ان لوگوں کا صریح مذہب ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ مطلق اجتہاد ہر لوہار، بڑھئی، معالج اور ہر پیشہ والے پر فرض ہے۔ اس کی زندگی اسی پر موقوف ہے اس کے سوا کچھ اور کرنا اس کے لئے مستحسن نہیں ہے۔

یہ بات معروف ہے کتاب اور سنت کا فہم اور ان سے احکام کا استنباط بہت سارے علوم پر موقوف ہے۔ ان کا علماءِ اسلام نے ذکر فرمایا ہے۔ تمام امت سوائے ایک بہت ہی قلیل طبقہ کے ان علوم سے ناواقف ہے۔ ایسے لوگوں کو اجتہاد کا مکلف ٹھہرانا ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے اور تَكْلِيفُ مَالَا يُطَاقُ ہمارے دین میں نہیں ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾

القرآن الحکیم البقرہ ۲:۲۸۶

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی شخص پر ذمہ داری نہیں ڈالتا مگر جتنی اس کی طاقت ہو۔

اس وقت اجتہاد کے بارے میں جو ان لوگوں کا مذہب ہے ہمارا دین اس سے ناواقف ہے۔ اگر یہ لوگ یہ کہیں کہ اجتہاد ان علوم پر موقوف نہیں ہے اور ہر انسان پر اسی پر عمل کرنا واجب ہے جس کو وہ سمجھے ان میں سے بعض لوگوں نے ایسا ہی کہا ہے تو ہم ان لوگوں کے ایسے کلام کے سامنے خاموش ہو جائیں گے کیونکہ پھر یہ لوگ مناقشہ کے اہل نہیں ہیں۔

جو شخص فہم کے قانون سے ہی ناواقف ہے اس کے لئے کلام کے معانی کو سمجھنا محال ہے۔ ایسے شخص کے دل میں اگر اس کلام کا ایسا معنی آئے جو ایک کنارے پر ہو اور کتاب اور سنت دوسرے کنارے پر ہوں۔ جس قدر وہ شخص جہالت میں گہرا ہوگا اسی قدر دین کے معانی سے دور ہوگا۔ ایسی صورت میں یہ امت علمی اور عملی میدان میں مضحکہ خیز ہو جائے گی۔ یہ پھر شیطان کے دین پر ہوں گے۔ ہرگز رحمٰن کے دین پر نہیں ہوں گے۔ یہ دنیا اور آخرت کی بربادی ہوگی اور یہ مذہب دنیا اور آخرت کی بربادی کا داعی ہوگا۔

ہر عقل مند پر لازم ہے کہ وہ ایسے مذہب کو دور پھینک دے اور اس کی طرف توجہ بھی نہ کرے۔ بلکہ ہر عقل مند پر لازم ہے کہ وہ ایسے مذہب اور مذہب والوں سے دور بھاگے اور کون شخص بدبختی سے دور نہیں بھاگے گا؟

یہ چند کلمات میں ان لوگوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ لوگ اس میں خوب غور و فکر کریں گے۔ اگر وہ اس کلام کو سمجھ جائیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے معتقدات سے فوراً رجوع کرلیں اگر وہ حق کو چاہنے والے ہیں۔ اور اگر وہ حق کو چاہنے والے نہیں ہیں (ہم ایک مسلمان سے اس بات کو بہت دور جانتے ہیں) تو پھر ان کی

نصیحت کے سلسلہ میں جو ہم پر واجب تھا وہ ہم نے ادا کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی انہیں اور ہمیں حق کے قبول کرنے کی توفیق دینے والا ہے۔

شیخ مصطفیٰ بن یوسف حمامی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ کے مجدد، اہلِ سنت کے ایک عظیم عالم دین، جن کے کمال کی گواہی مصر میں علماءِ ازہر اور دوسرے علماء کرام نے دی ہے اور انہوں نے تسلیم کیا کہ وہ ملک البیان ہیں، یہی فرمایا ہے۔ خوب تر فرمایا ہے۔ کافی اور وافی فرمایا ہے۔ مخالف کے لئے کوئی راستہ باقی نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی کثرت فرمائے ان کو اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں پر ہمیشہ سلامتی نازل ہو!

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آل پاک اور ان کی اولاد پاک پر ہمیشہ درود وسلام ہو۔

یہ اور میں کتاب وسنت کے علماء سے امید کرتے ہیں کہ وہ اول سے آخر تک اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ جہاں تصحیح کی حاجت ہو وہاں تصحیح فرمائیں۔ کسی کتاب کی حقیقت کی پہچان اس وقت ہوتی ہے جب اس مکمل کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کا نفع تمام مسلمانوں کے لئے عام فرمادے۔

بے شک نصیحت اہل ایمان کو نفع دیتی ہے۔
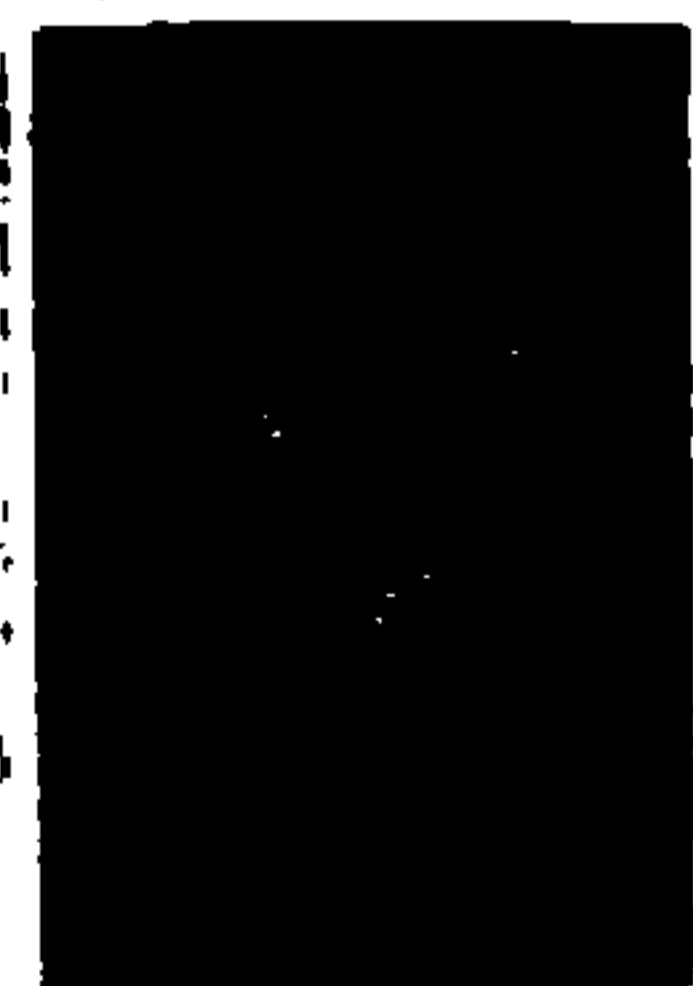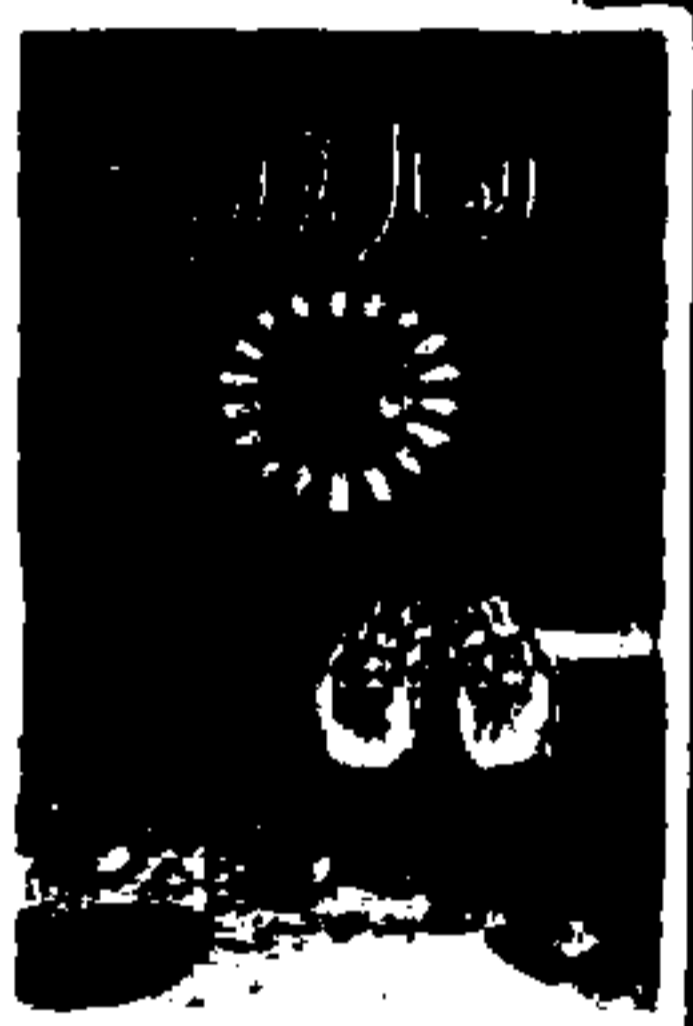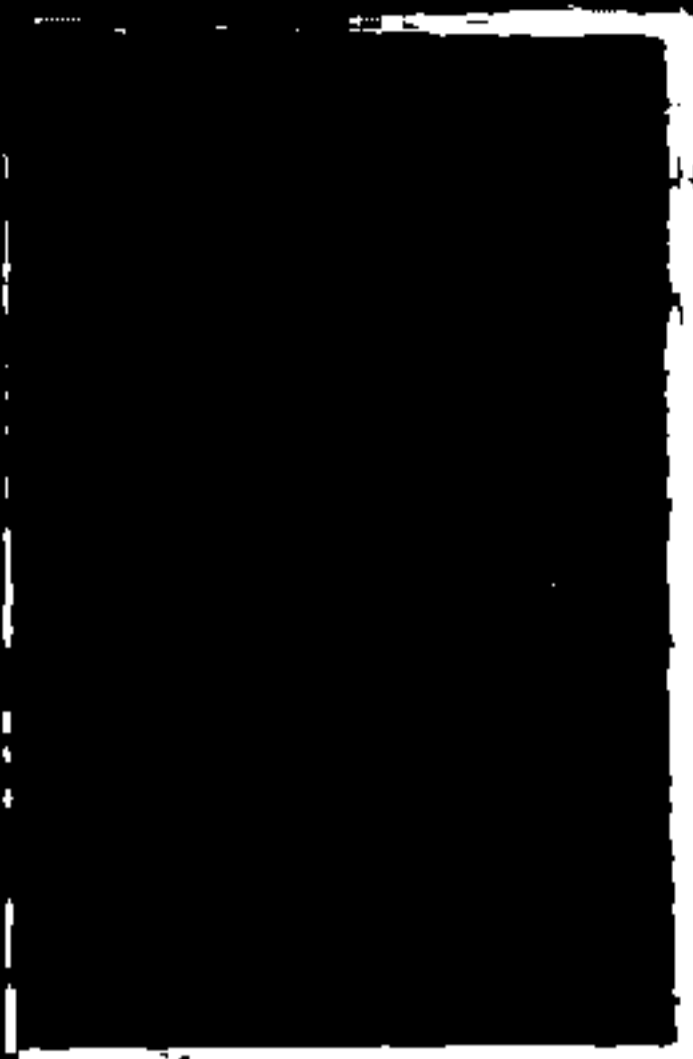
AHL-US-SUNNAH
PUBLICATIONS
162, Grey Street, Burnley, Lancs. BB 10 IPX U.K.
WWWkei.orguk Tel..(01282) 414206